واصف علی واصف

گفتگو 22

کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

نام کتاب .... گفتگو ۲۲

مصنف .... واصف علی واصفؒ

سال اشاعت 2007

سرورق .... رانا شاہد نقشزادہ

قیمت .... -/200 روپے

ناشر .... کاشف پبلیکشنز

ڈسٹری بیوٹر .... خزینہ علم وادب

A-301 جوہر ٹاؤن لاہور

ہوں چراغِ داغ بنا ہوا سرِ شام جلتا ہوں شوق سے
میرے پاس آئیں گے وہ کبھی جنہیں اِک سحر کی تلاش ہے

(واصف علی واصفؔ)

فہرست

﴿1﴾

﴿2﴾

﴿3﴾

﴿ 4 ﴾

﴿ 5 ﴾



سوالات

1 ملامت کیا ہے اور کیوں ہے؟ کچھ بزرگوں نے ملامت کا راستہ کیوں اختیار کیا؟

2 اللہ نے کہا ہے کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے۔ تو مسلمان ہونے کے باوجود اسے جھوٹ کی سند کیوں لگائی جا رہی ہے؟

3 یہ جو آپ کا بیان ہوتا ہے کیا اس کا عنوان "گفتگو" رکھیں؟

سوال:

ملامت کیا ہے اور کیوں ہے؟ کچھ بزرگوں نے ملامت کا راستہ کیوں اختیار کیا؟

جواب:

جس زمانے میں سماج کے اندر مذہب کے علاوہ یا اس کے برعکس، اخلاق کے علاوہ یا اس کے برعکس، اگر کوئی قدریں رائج ہوں، سماج میں اگر برائی باعث عزت ہو تو وہ جو نیکی کا مسافر ہے وہ سماج پر ایسی طنز کرتا ہے جسے ملامت کا راستہ اختیار کرنا کہتے ہیں۔ ملامت دراصل سماج کے لیے ایک ڈانٹ ہے، کہ ہم تمہارا نظام اور تمہارے نظام کے اصول قبول نہیں کرتے، مطلب یہ کہ تمہاری زندگی، تمہاری زندگی کے اصول اور تمہاری زندگی کی عزتیں اور قدریں ہمیں پسند ہی نہیں ہیں۔ تم زندگی کے اندر جو کچھ رائج کر رہے ہو تو ملامت کرنے والا کہتا ہے کہ میں اس کے برعکس ہوں۔ یعنی جب سارے اسلام کے نام پر برائی کرنا شروع کر دیں اور کہیں کہ ہم مسلمان ہیں یعنی اگر وہ کوئی برائی کریں تو بھی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، اس سے پوچھو کہ چوری کس نے کی ہے تو وہ کہے گا کہ ان لوگوں نے کی ہے۔ ان سے پوچھو کہ تم کون ہو تو وہ کہیں گے کہ ہم مسلمان

ہیں۔ ڈاکہ ڈالنے والے سے پوچھو تو وہ کہے گا کہ ہم مسلمان ہیں۔ دھماکہ کس نے کیا؟ مسلمان نے کیا۔ یہ جس نے کیا ہے وہ؟ وہ کہے گا ہم مسلمان ہیں۔ تب اصلی مسلمان سے اگر پوچھیں کہ تو کون ہے تو وہ کہے گا کہ میں کافر ہوں' یعنی اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو پھر تو ہم کافر ہیں۔ پھر وہ کہے گا کہ میں تو خدا کو نہیں مانتا۔ خدا کو نہ ماننے کا مطلب کیا ہے؟ وہ کہے گا کہ جس خدا کا تمہیں شعور ہے اور جس دین کا شعور تم لے کے بیٹھے ہو تو میں تو اس دین کا بندہ نہیں ہوں' میں تو اصل دین کا بندہ ہوں اور جو تمہارا کفر ہے وہ میرا ایمان ہے۔ کیونکہ تمہارا جو ایمان ہے وہ اصل میں کفر ہے۔ ایک آدمی نے رشوت کا پیسہ لیا' چوری کا پیسہ لیا' مکان بنایا اور اس پر لکھ دیا ھذا من فضلِ ربّی یہ اللہ تعالیٰ کا' میرے رب کا فضل ہے۔ تو وہ جو اصلی آدمی ہے وہ پھر غریب بن جائے گا اور اس سے اگر پوچھا جائے گا کہ یہ کیا ہے تو وہ کہے گا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے۔ وہ کہے گا کہ جس کے پاس دولت ہے وہ رب کا فضل ہے ہی نہیں۔ حالانکہ وہاں دین ہو سکتا ہے لیکن جب سارے کے سارے غلط لوگ دین کو Exploit کریں تو دین والا آدمی بظاہر غلطی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ جب سماج ظالم ہو جائے تو اصلی انصاف والا آدمی اس کے برعکس راستہ اختیار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں' عبادت کرنے کے لیے یہ جھگڑ رہے ہیں' اس لیے ہم مسجد چھوڑتے ہیں' ہم نے کب کا ترکِ اسلام کیا۔ تو وہ ترک اسلام نہیں ہے بلکہ مذہبِ مسلمانانِ وقت ہے۔ یہ اس وقت کے غلط مسلمانوں کے خلاف ہے۔ اس لیے وہ ملامت اختیار کرتے ہیں۔ انسان نیکی اپنے لیے استعمال کرتا ہے' دین اپنے لیے استعمال کرتا ہے اور

عبادت اپنے لیے کرتا ہے۔ یہ جو لوگ ہوتے ہیں جب اس بزرگ کی نیکی دیکھیں تو اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں' اس کی عزت کرتے ہیں' ادب کرتے ہیں اور پھر تعریف کرتے ہیں کہ واہ جی واہ' بڑا نمازی ہے! یعنی کہ لوگ اس کی عزت کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سبحان اللہ' آپ تو بڑے روزے رکھتے ہیں۔ تو فرائض کی ادائیگی کے بارے میں اس بزرگ کی عزت ہونے لگتی ہے۔ یعنی فرائض خدا کے ہیں جو اس پر لاگو ہوتے ہیں' اس نے اپنے فرض پورے کرنے ہیں اور لوگ اس کی بہت زیادہ عزت کرنے لگ جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ماشا اللہ حج کر کے آئے ہیں' اسٹیشن پر استقبال کرنے چلے جاتے ہیں اور خود حاجیوں والا کام نہیں کرتے۔ وہ کہتا ہے کہ جو میرے عام روٹین کے فرض ہیں' دین کے ارکان ہیں' اگر لوگ ان کی بہت زیادہ عزت کرنے لگ جائیں تو ملامت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ یہ اَنا کا راستہ نہ بنے۔ ایک مشہور بزرگ تھے۔ کہیں جا رہے تھے۔ روزہ رکھا ہوا تھا۔ انہیں پتہ چلا کہ لوگ استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ کام کیا کہ جب لوگ سامنے آئے تو کھانا شروع کر دیا۔ انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا' رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ استقبال کرنے والے لوگ چلے گئے اور یہ کہا کہ یہ تو وہ بندہ نہیں ہے بلکہ کوئی اور بندہ ہے۔ جب ان کے مریدوں نے پوچھا کہ سرکار یہ آپ نے کیا کِیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اس روزے کے بدلے ساٹھ روزے رکھنا مجھے آسان ہے لیکن یہ تو بڑا عذاب ہے کہ اتنے زیادہ لوگ تعریف کرنے لگ جائیں' یہ لوگ تو مجھے اُڑا کے رکھ دیں گے۔ کیوں اُڑا کے رکھ دیں گے؟ کیسے؟

ے کہیں قصّہ دال چپاتی کا
کہیں جھگڑا گھوڑے ہاتھی کا
تم ہم کو سنانے آتے ہو
ہم جو زنجیریں توڑ چکے
تم لا کے وہی پہناتے ہو

ایک تھا جوگی۔ اس نے شہر چھوڑ دیا اور جنگل میں جا کے بیٹھ گیا۔ عرصہ بعد مشہور ہو گیا کہ جوگی جوگی جوگی۔ شہر کے لوگ اس کے پاس آنے لگے‘ وہی قصّے سنانے لگے‘ کہیں میاں بیوی کا جھگڑا ہو گیا‘ میاں کا بیوی کے ساتھ اور بیوی کا میاں کے ساتھ‘ دال چپاتی کا جھگڑا‘ پیسے کا جھگڑا‘ سنگی ساتھی‘ گھوڑا ہاتھی‘ سب کا جھگڑا ـــــــــ اُس نے کہا بات سُنو‘ تم سارے گدھے ہو‘ یہ زندگی تو میں چھوڑ کے آیا ہوں‘ اب تم مجھے اس زندگی کے پرابلم بتا رہے ہو‘ میری زندگی تو اور ہے‘ وہ پرابلم تو اُس زندگی میں حل ہوں گے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ

ے اس نگری کو ہم چھوڑ چکے
اس نگری سے منہ موڑ چکے
اس دنیا سے رشتہ توڑ چکے
ہم جو زنجیریں توڑ چکے
تم لا کے وہی پہناتے ہو

تم وہی کچھ لے کے دوبارہ آ جاتے ہو جو کہ ہم چھوڑ چکے ہیں۔ گویا کہ اس آدمی سے جب وہ چیز مانگتے ہیں جو وہ چھوڑ چکا ہے تو اس سے بچنے کے لیے ملامت

ایک طریقہ ہے۔ ملامت کا اصول یہ ہے کہ ملامت جو ہے یہ تعریف سے بچاتی ہے۔ تعریف اَنا کو تسکین دیتی ہے' گمراہ کر دیتی ہے' بعض اوقات اس شخص کی نجات کو مشکل کر دیتی ہے۔ تعریف سنتے سنتے کچھ لوگ جہنم تک جا پہنچتے ہیں۔ واہ واہ اور ماشا اللہ سنتے سنتے وہ الٹے پلٹے کام کر جاتا ہے۔ ایک تھے بزرگ' Genuine' درویش تھے۔ ان کے بڑے چرچے تھے اور وہ بڑے مشہور تھے۔ ان کا ایک دوست تھا' دنیادار تھا لیکن اچھا دوست تھا۔ اس کو بھی پتہ تھا کہ یہ صوفی صاحب ہیں' درویش ہیں' بزرگ ہیں' اللہ والے ہیں۔ وہ دنیادار جب کاروبار کے سلسلے میں کسی بیرونی دنیا کے سفر پر جانے لگا تو اس نے سوچا کہ میں اپنی بیوی کو کہاں چھوڑ جاؤں' سماج کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ اس نے سوچا کہ چلو صوفی صاحب کے ہاں چھوڑ دیتے ہیں' یہ ہمارے دوست بھی ہیں' بزرگ بھی ہیں' نیک بھی ہیں۔ تو وہ اس بزرگ کے پاس گیا اور کہا کہ یہ ہماری زوجہ ہے' میں باہر پردیس کو جا رہا ہوں' اس کا اکیلا رہنا مشکل ہوگا' آپ کے پاس رہ لے گی۔ تو درویش نے کہا کہ گھر کے اندر رہنا اور باہر' مردانہ طرف نہ آنا۔ خود وہ باہر بیٹھا رہتا اور وہ اندر زنان خانے میں رہتی۔ ایک دن کوئی مہمان آئے تو اس نے پانی مانگا۔ تو اس کے دوست کی بیوی' جو اس کی مہمان تھی' اس نے دروازے میں سے پانی کا گلاس دیا۔ اس نے گلاس والا ہاتھ دیکھا۔ ہاتھ کے دیکھنے سے اس کے ذہن نے اس کی شکل بنالی' کہ اگر یہ ہاتھ ایسا ہے تو کیسی شکل ہو سکتی ہے۔ ایسا کرنا تھا کہ فقیری چلی گئی۔ ابھی اس نے بی بی کو دیکھا نہیں تھا بلکہ خیال نے دیکھا۔ اور وہ خیال اس کی فقیری لے کر چلا گیا۔ درویش نے شور مچا دیا کہ یہ کیا ہو گیا' میں

برباد ہوگیا' لٹ گیا۔ اس طرح وہ سب چھوڑ کے سفر پر روانہ ہوگیا۔ پھر اِس سے پوچھا' اُس سے پوچھا' کہ کوئی Rehabilitate کرے' بحال کرے۔ ایک آدمی نے کہا کہ جو تو چاہتا ہے' تیرا علاج اس شہر میں' اس نگری میں نہیں ہے' اُس علاقے میں ایک مجذوب ہے جو ملامتی ہے' شاید وہ تیرا مسئلہ حل کر دے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے' اس کا پتہ کرتے ہیں۔ وہ اس کے پاس گیا۔ جا کے دیکھا کہ اس بزرگ کے پاس ایک خوب صورت سا لڑکا بیٹھا ہوا ہے' وہ اس لڑکے کو پیار کرتا تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا ایک گلاس تھا' اسے پلاتا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ تو بڑی بکواس سی بات ہے' میں تو یہاں نہیں بیٹھتا۔ جب وہ جانے لگا تو اس بزرگ نے اسے آواز دی ''کدھر آئے تھے صوفی صاحب؟'' اس نے سوچا کہ یہ تو مجھے جانتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں آیا تو کسی کام سے تھا مگر اب طبیعت متنفر ہوگئی ہے' گھبرا گیا ہوں۔ بزرگ نے کہا کہ آ جا' وہ جو ٹوٹا ہوا نقصان ہے وہ پورا ہو جائے گا۔ اس نے سوچا کہ یہ تو سب جانتا ہے۔ پھر اس کے پاس چلا گیا اور ادب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس درویش نے اسی وقت اس کا کنکشن جوڑ دیا اور سب ٹھیک ہو گیا۔ اس نے کہا کہ جناب سب کچھ بجا ہے' آپ کا احسان ہے' ہمارے بزرگ ہیں' پیر ہیں' مرشد ہیں' سب کچھ ہیں مگر میرے سوال کا جواب دیں کہ یہ کیا ہے جو میں نے دیکھا' آپ نے فقیری تو جوڑ دی مگر یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ راز ہے' یہ میں کیسے بتاؤں۔ اس نے کہا کہ آپ کی مہربانی ہوگی' جہاں اتنی مہربانی کی ہے یہ مہربانی بھی کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ یہ لڑکا تو میرا بیٹا ہے اور جسے تو شراب سمجھ رہا ہے یہ شربت ہے' وہ آپ بھی پیتا ہے اور مجھے بھی پلاتا

ہے۔ میں اس سے پیار بھی کرتا ہوں کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے۔ اس نے کہا کہ پھر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے تا کہ کوئی آدمی میرے پاس اپنی بیوی نہ چھوڑ جائے ____ یہ صرف اس لیے ہے تا کہ ہمارا بھی کباڑہ نہ ہو جائے۔ اس لیے ملامت کا ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی وہ امانتیں آپ کے پاس نہ چھوڑ جائیں کہ جن کی خیانت کے خیال سے ہی آپ کا سارا قافلۂ شوق ختم ہو جائے۔ تو یہ کہا گیا ہے کہ ملامت کا ایک فائدہ تو یہ ہے۔

ملامت جو ہے وہ ذہن سے نیک ہونے کا خیال دور کر دیتی ہے اور اگر ذہن سے نیک ہونے کا خیال دور ہو جائے تو وہ ریاکاری کی عبادت سے بچ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اچھے اچھے عابد لوگ جو ہیں وہ آدمی عبادت ریاکاری کی کرتے ہیں اور آدمی خدا کی کرتے ہیں۔ ریا کا مطلب کیا ہے؟ کہ دکھانے کے لیے کرتے ہیں۔ بعض اوقات منہ سے Indirect قسم کی بات نکل جاتی ہے مثلاً وہ کہتا ہے کہ ہم نے عصر شاہی مسجد میں پڑھی اور مغرب داتا صاحبؒ جا کے پڑھی اور میرا خیال ہے کہ عشاء شاہ جمالؒ پڑھتے ہوئے گھر چلے جائیں گے۔ اس طرح کہیں نہ کہیں ذکر ہونا شروع ہو جائے گا اور اس سے اَنا کو تسکین ہو گی۔ اس سے بچنے کے لیے انہوں نے ملامت کا سفر رکھا کہ ہم سیدھے راستے پر چلتے جا رہے ہیں۔ تو ایسے لوگ رہے ہیں جو خود کو ملامتی ظاہر کرتے تھے مگر قاری بھی تھے' حافظ بھی تھے اور بڑے نیک بھی تھے۔ تو ایسے ایسے لوگ تھے کہ دنیا کی نگاہ سے بچنے کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو پھٹے پرانے کپڑوں میں رکھا' غلط ماحول میں رکھا اور اندر سے پاکیزہ تھے' ان کا باطن صاف شفاف تھا۔ انہوں نے ظاہری طور پر اپنا

لباس ملامتی رکھا لیکن وہ بالکل صحیح لوگ تھے۔ یہ اس لیے کیا تاکہ پہچانے نہ جائیں کہ یہ کیا ہیں۔ تو اپنے آپ کو لوگوں کی نگاہ سے بچانے کے لیے ملامت کا خرقہ پہنا جاتا ہے۔ اور یہ ہر آدمی کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس لیے بعض اوقات ملامت اچھی شے ہوتی ہے۔ ملامت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو ریا سے بچاؤ۔ نیک مشہور ہونے والے بے شمار لوگ کچھ نہ کچھ ریا کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خیال نیک نہ ہو تو عمل نیک ہونے کا فائدہ نہیں ہوتا۔ خیال بھی گناہگار ہوتا ہے' ایسے میں عمل جیسا بھی ہو غلط ہے۔ خیال کی نیکی کیا ہے اور خیال کیسے گناہگار ہوتا ہے؟ اس کے لیے ایک کہانی سنو۔ ایک تھا راجہ' ہندو راجہ۔ ایک دن وہ اپنے شہر کے بازار سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ ایک چھت پر ایک خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ راجہ کے دل میں خیال آیا کہ اس کو رانی ہونا چاہیے۔ پھر اسے خیال آیا کہ گُرو جی نے کہا تھا کہ راجہ جو ہے وہ تو مائی باپ ہوتا ہے اپنی پَرجا کا' یہ میں نے کیا سوچا۔ وہ بہت زیادہ گھبرا گیا کہ یہ تو گناہ ہو گیا۔ وہ اپنے سادھو کے پاس گیا اور کہا کہ مہاراج مجھ سے یہ بھول ہو گئی ہے' میرے دل میں یہ خیال آیا تھا' اب میں کیا کروں۔ اس نے کہا کہ اب تیرے پاس ایک ہی طریقہ ہے' یا اگلی دنیا میں دوزخ میں جا یا پھر یہاں پہ زندہ جل جا ______ تو یہ دو صورتیں تھیں کہ اُدھر نرگ ہے اور یہاں زندہ جلنا ہے۔ گُرو نے کہا کہ اگر یہاں بچ جاتے ہو تو وہاں جلنا ہو گا۔ راجہ نے کہا ٹھیک ہے' میں زندہ جل جاتا ہوں' یہ بہتر ہے۔ سادھو نے چتا روشن کی اور راجہ کو ساتھ لیا اور چتا کی طرف چل پڑے۔ جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو سادھو نے روک دیا۔ سادھو کہتا ہے کہ مہاراج بات یہ ہے کہ تمہارا

جتنا گناہ تھا اتنی سزا ہو گئی ہے۔ خیال کا گناہ تھا اور خیال کو سزا ہو گئی ہے' تیرا آ گ تک جانے کا جو سفر تھا اس سے خیال جل گیا جو تیرے دل میں آیا تھا

اس لیے خیال کے گناہ کو خیال ہی میں درست کر دیا۔ تو خیال بڑی چیز ہے۔ مَن کا بہتر ہونا جو ہے وہ ملامتی کے پاس ضرور ہوتا ہے۔ مَن کے بارے میں ایک کہانی سن لو۔ ایک آدمی تھا جو چمڑا رنگنے کا گندا کام کرتا تھا اور ایک اور آدمی تھا جو بڑا نیک تھا' برہمن تھا۔ برہمن کا کہتے ہیں کہ وہ ظاہر کا خوب صورت ہوتا ہے مگر باطن کا پتہ نہیں کہ کیسے ہوتا ہے۔ وہ جو چمڑا رنگنے والا تھا باطن کا تو بہت اچھا تھا مگر ظاہر کا ملامتی تھا یعنی کہ چمڑے کی کڑاہی کے پاس بیٹھنا' رنگ کرنا' بدبو میں رہنا اس کا کام تھا لیکن اس کے اندر بھگوان تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اس کے پاس سے وہ برہمن گزرا۔ برہمن نے کہا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ ہم لوگ تو آپ سے بات کرنے کے قابل نہیں ہیں' آپ ٹھہرے برہمن' اونچی ذات کے لوگ اور ہم چمڑے کا کام کرتے ہیں' بدبو کا مقام ہے' لیکن یہ تو بتاؤ کہ آپ کہاں جا رہے ہو؟ برہمن نے کہا کہ ہم گنگا کا اشنان کرنے جا رہے ہیں۔ کہتا ہے پھر مائی گنگا کو میرا بھی سلام کہہ دینا۔ برہمن کو برا لگا کہ یہ گنگا کو سلام کیسے کہے گا کیونکہ ہم لوگ تو جاتے ہیں' برہمن ہیں' اس کا سلام کیسے لے جاؤں؟ اس نے کہا کہ تو میرا سلام کہہ تو دینا۔ اس نے اپنی میلی دھوتی سے ایک ٹکا نکالا اور کہا کہ اگر ممکن ہو تو مائی گنگا کو یہ میری طرف سے پیش کرنا اور اُسے کہنا کہ گنگوا تمہیں سلام کہتا ہے' وہ جو چمار ہے۔ برہمن نے کہا کہ یہ ٹکا اس گڑوی میں ڈال دو۔ اس نے ٹکا کو ہاتھ تو لگانا نہیں تھا کہ چمار کے پیسے کو کون ہاتھ لگائے۔ اس نے گڑوی آگے کی اور

چمار نے ٹکا اس میں ڈال دیا۔ جب برہمن غسل کرنے لگا تو اسے خیال آیا کہ میں نے چمار کا سلام کہنا تھا۔ تو اس نے کہا مائی گنگا کو چمار سلام کہتا تھا اور پھر اس نے وہ ٹکا اس میں ڈال دیا۔ لکھنے والے کہتے یہ ہیں کہ یہ مشہور واقعہ ہے کہ گنگا دریا کے اندر سے آواز آئی کہ اس کو سلام کا جواب ہو۔ پھر پانی کے اندر سے خوب صورت ہاتھ نکلا اور اس ہاتھ میں ایک طلائی کنگن تھا۔ اس نے کہا کہ چمار کو جا کے یہ میری طرف سے پیش کرنا۔ برہمن تھر تھر کانپنے لگ گیا' اشنان بھول گیا۔ اور چمار کے پاس آیا۔ وہ اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔ برہمن نے کہا "مہاراج گنگوا!" اس نے کہا کہ ہم تو مہاراج نہیں ہیں' مہاراج نہیں' مہاراج تو آپ ہیں' ہم تو چمار ہیں۔ اس نے کہا نہیں نہیں' آپ ہی مہاراج ہیں۔ اس نے پوچھا کہ مائی گنگا کو میرے سلام کا کیا ہوا۔ برہمن نے کہا کہ سلام ہی رہ گیا' باقی تو ہر شے ختم ہو گئی' اس نے آپ کو یہ پیش کیا ہے' کیا کنگن ہے' اس میں ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم ٹھہرے چمار لوگ' یہ ہم نے کیا کرنا ہے' یہ تو ہی لے لے۔ تو وہ تو تھا ہی اللہ والا' اس نے کنگن کا کیا کرنا تھا۔ برہمن اور کانپنے لگ گیا اور سوچا کہ یہ تو اور طاقت ور بندہ نکلا' پہلا تو اس نے یہ حملہ کرایا کہ گنگا سے سلام کہلوایا اور دوسری یہ چیز کہ کنگن بھی دے دیا۔ اس نے گھر جا کے بیوی کو بتایا کہ ایسا ہوا ہے۔ بیوی نے کہا کہ یہ تو کمال کی بات ہے اور کنگن کو دیکھا تو حیران ہو گئی اور کہا کہ یہ ہم جیسے لوگوں کے پاس نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ تو راجہ کے پاس ہونا چاہیے۔ وہاں سے بڑا انعام ملے گا' اکرام ملے گا۔ اس نے خیال کیا جس طرح دنیا دار ترقی کی راہیں سوچتا ہے تو وہ اسی طرح کی ترقی کی راہ کے لیے راجہ کے

پاس گیا اور رانی کو کنگن پیش کیا۔ راجہ کے دربار میں چرچا ہوا' عزت ہوئی مگر رانی تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئی اور کہتی ہے کہ اس کے ساتھ کا دوسرا کنگن بھی چاہیے۔ برہمن نے کہا کہ یہ تو ایک ہی ملا ہے' دوسرا تو نہیں ملا۔ راجہ نے سارے شہر کے زرگر بلائے' لوگ بلائے۔ مگر وہ تو بنا بنایا کنگن تھا' ویسا کون بنا سکتا ہے مقابلے میں۔ سارے شہر کے زرگروں نے اعلان کیا کہ ایسا ہم سے نہیں بن سکتا۔ راجہ نے پھر برہمن کو بلایا اور کہا کہ اس طرح کا دوسرا لاؤ۔ اس نے کہا کہ ہمیں تو ایک ہی ملا ہے۔ راجہ نے کہا کہ کل شام تک لے آؤ ورنہ سَر تن سے جدا کر دیا جائے گا۔ برہمن کانپتا ہانپتا' ڈرتا ہوا پھر گیا اس چمار کے پاس۔ چمار نے کہا کہ برہمن مہاراج آج تو اداس ہو' کیا ہوا؟ کہتا ہے کہ وہ کنگن میں نے راجہ کو دیا تھا اور اس نے بڑی سخت آزمائش ڈالی ہے' کل شام تک کا ٹائم ہے اگر اُسے میں نے دوسرا کنگن نہ دیا تو سرتن سے جدا ہو جائے گا۔ چمار نے کہا کہ یہ کون سی مشکل بات ہے۔ اس نے اپنے پاس سے ایک ٹکا نکالا اور چمڑے والے کڑاہ کے پانی میں ڈال دیا اور کہتا ہے کہ یہیں سے مائی گنگا کو سلام۔ وہیں سے ہاتھ نکلا اور وہیں سے کنگن آیا۔ اس نے کہا کہ مَن چنگا تے گھر میں ہی گنگا۔ بات تو اتنی ساری ہے۔ مَن چنگے کی بات ہے۔ اگر مَن چنگا نہ ہو تو سارا سفر ہی بیکار ہے۔ پھر تمہارا برہمن ہونا تمہارے کس کام آئے گا۔ بہتر ہے کہ تم ملامتی گنگوا ہی ہو جاؤ تا کہ مَن چنگا ہو جائے۔ تو مَن چنگا ہونا جو ہے یہ بڑی ضروری بات ہے۔ ملامتی آدمی کا عام طور پر مَن چنگا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کون ہیں' ہمیں کون پوچھتا ہے' ہم اس قابل ہیں کہ تمہاری مسجدوں میں آئیں' ہم تو باہر بیٹھنے والے لوگ ہیں۔

دراصل وہ بڑے خاص قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ملامت میں عام طور پر ریاکار نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جس دَور میں ملامتی ریاکار ہو جائے تو اس دَور کے نیک لوگ جو ہیں وہ نیک ہونے کی ملامت برداشت کرلیں اور نیک ہو جائیں۔ جس دَور میں نماز پڑھنا تہمت ہو جائے تو پھر یہی ملامت اختیار کرنا۔ کیا کہا؟ کہ اگر نماز ملامت بن رہی ہے تو پھر یہی ملامت تم اختیار کر لینا۔ جس زمانے میں نماز باعثِ شہرت ہو جائے تو پھر جیسے مرضی کر لینا۔ جس زمانے میں نیکی ملامت کا ذریعہ ہو جائے تو پھر اس راستے کو نہ چھوڑنا اور پھر تم نماز والی ملامت برداشت کر لینا' یہ بہتر ہے۔ اس لیے ملامت کے راستے بڑے الگ الگ ہیں۔ ملامت کا فارمولا کوئی نہیں ہوتا۔ ملامت فارمولے سے ہٹ کے ہوتی ہے۔ دل صاف کرنے والا یہ راستہ اختیار کر لیتا ہے کہ میں ان لوگوں سے علیحدہ رہوں گا۔ جیسے کہ رات کو جو لوگ روتے ہیں' آہِ سحر گاہی کرتے ہیں' ان سے اگر کوئی پوچھے کہ تم رو کیوں رہے ہو تو وہ کبھی نہیں کہیں گے کہ میں اللہ کی یاد میں رو رہا ہوں بلکہ ملامت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ رات کو کھانا زیادہ کھا لیا تھا اس لیے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ اسی طرح ملامت والا کوئی آدمی اپنی نیکی کو چھپانے کے لیے کبھی اس گلی سے گزر گیا اور کبھی اس بازار سے گزر گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ دیکھا تھا کہ وہ اُدھر سے آرہا تھا۔ تو وہ اُدھر سے آرہا تھا مگر اُدھر کا آدمی نہیں تھا' بازار سے گزرا تھا' خریدار نہیں تھا۔ تو بات یہ ہے کہ ملامتی لوگ جو ہیں وہ ملامت سے اپنی عبادت کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ اس لیے سوال کا جواب بڑا آسان ہے کہ بعض لوگوں نے ملامت کا راستہ کیوں

اختیار کیا

کافر نہ شُدی لذتِ ایمان چہ شناسی

تو وہ جس راستے سے گزرا ہے اس کے ساتھ ایسا واقعہ ہونا چاہیے تھا۔ تو وہ کہتا ہے کہ

کافرِ عشق ہوں میں بندۂ اسلام نہیں

بت پرستی کے سوا اور مجھے کام نہیں

تو یہ شعر کہنے والا ایک درویش ہے اور جید عالم ہے' صوفی اور پیر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کہہ دیا تو انہوں نے کہا کہ میں کافرِ عشق ہوں' بندۂ اسلام تو یہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کو مارتے پھرتے ہیں' بت پرست تو میں پہلے دن سے ہوں کیونکہ یہ چہرہ جو ہے اس کا اپنا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میرا کام یہی ہے۔ اصل میں یہ ایمان کی ایک راہ ہے۔ کہتا ہے کہ بت پرست تو میں قدیم ہوں' بت پرستی تو اس نے مجھے خود سکھائی ہے۔ پوچھا کہ بت پرستی تو گناہ ہوتی ہے۔ کہتا ہے کہ ہاں' بت پرستی تو گناہ ہوتی ہے مگر ایسا بت پرست ہوں جو انسانوں کا ادب کرنے والا ہے کہ یہ میرے خالق کے بنائے ہوئے ہیں فاینما تولوا فثم وجہ اللہ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ ہے طریقہ کہنے والے کا اور یہ راہ ہے اختیار کرنے والے کی نیت کی۔ آپ اس وقت ملامت اختیار کرنا جب ظاہر داری کی عبادت مشکل ہو جائے اور ریا کے علاوہ اس میں بچت نہ ہو۔ اس طرح آپ ملامت کے راستے کے ذریعے بچ جائیں گے۔ یہ ایک خاص زمانے کی بات ہے۔ آج کل تو خیر خیریت ہے' کوئی خاص فرق نہیں پڑتا ____ آپ لوگ غور کرو کہ ہم سب دینِ اسلام کی بات تو کرتے ہیں لیکن اس دنیا کے اندر جتنے بھی

فنکشن ہیں، جتنے بھی کام ہیں، جتنے بھی پیشے ہیں، جتنے انداز ہائے زندگی ہیں، سارے کے سارے کام غیر اسلامی لوگ بھی کر سکتے ہیں۔ آپ ادب لکھتے ہیں تو وہ بھی لکھتے ہیں، آپ کاروبار کرتے ہیں تو وہ بھی کاروبار کرتے ہیں۔ کیا غیر مسلم کشتی نہیں لڑتا۔ کیا وہ جنگ نہیں لڑتا، کیا وہ فنکار نہیں ہے، بڑے فنکار ہیں، گانا گانے میں ان کا جواب نہیں ہے۔ انڈیا اور پاکستان میں جتنے مشہور گانے ہیں ان میں ہندوؤں کے نام بھی ہوں گے اور مسلمانوں کے نام بھی ہوں گے۔ ہندوؤں کی بنائی ہوئی فلمیں بھی ہوں گی اور مسلمانوں کی بنائی ہوئی فلمیں بھی ہوں گی۔ تو کون سا ایسا شعبہ ہے جس میں مسلمان صرف مسلمان ہونے کی حیثیت سے ممتاز ہے؟ کیا تعمیر میں؟ وہ تو دوسرا بھی کرتا ہے۔ وہ دوسرا پیشے بھی اختیار کرتا ہے، جنگ کرتا ہے، حکومتیں کرتا ہے، سیاست کرتا ہے، گویا کہ کوئی کام ایسا نہیں جو صرف اسلام کی وجہ سے آپ نے کیا ہو۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ میرا مطلب ہے کہ ہر کام اسلام کے بغیر بھی ہو سکتا ہے اور جو کام نہیں ہو سکتا وہ کام جب تک آپ نہ کریں آپ کو اسلام کا فائدہ نہیں ہو گا۔ اب تو آپ کو بات سمجھ آنی چاہیے۔

سوال:

یہ تو بڑی سادہ بات ہے۔

جواب:

کیا سادہ بات ہے؟ اگر آپ نے بسم اللہ پڑھ کے مکان بنایا تو غیر مسلم بسم اللہ کے بغیر بھی مکان بنا سکتا ہے۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کے گاڑی خریدی

اور اس نے بسم اللہ پڑھے بغیر گاڑی بنائی ہے۔ تو آپ کی ''بسم اللہ'' اس کے مقابلے میں کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ اگر آپ امیر آدمی ہیں تو وہ دوسرے تو بہت ہی زیادہ امیر ہیں' ان کا پیشہ ہی امیر ہونا ہے۔ تو آپ مسلمان ہونے کی حیثیت سے کوئی ایسا کام کر کے نہیں دکھا رہے جو غیر مسلم نے نہ کیا ہو۔ آپ نے کرامتوں کے ذریعے جنگ لڑی ہے اور انہوں نے کرامتوں کے بغیر ہی جنگ جیتی ہے۔ اگر آپ نے اسلحے کے ذریعے جنگ لڑی ہے تو وہ اسلحے میں بھی کمزور نہیں ہیں۔ پھر آپ کے پاس مسلمان ہونے کے دعوے میں کیا امتیاز ہے۔ اس امتیاز کو دریافت کریں۔ دنیا میں جتنے شعبے ہیں' مثلاً میڈیسن' ڈاکٹری کا' تو ہندو اور انگریز یہ کرتے ہیں' سائنس بھی ان کے پاس ہے' Space کو بھی Conquest کرتے ہیں' باقی سارے کارنامے وہ کرتے ہیں۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بڑا امیر تھا' بڑی مدد کرتا ہے' وہ آدمی اپنے وقت کا غوث ہے' اپنے وقت کا قلندر ہے اور ابدال ہے اور غریب کی بڑی مدد کرتے ہیں۔ ''غوث'' مدد کرنے والے کو کہتے ہیں' امریکہ کا میں نے دیکھا ہے کہ اس نے پچاس ملین ڈالر کی ایڈ معاف کر دی۔ اور ہم کتابوں میں تذکرہ پڑھتے ہیں کہ کسی غوث نے ایک شخص کی مدد کی اور اسے کچھ پیسے دے دیئے' اس کے بچوں کو خرچہ دے دیا' قرضہ معاف کر دیا' اتنے سخی تھے کہ چار مہمان روز کھانا کھاتے تھے ______ اور ہم نے امریکن لوگوں کو دیکھا ہے کہ پچیس بلین ڈالر کا منصوبہ ہے جو ایک گاڑی بنائی ہے انہوں نے۔ کسی قوم کو ایڈ دے دی' ان کو کہا کہ یہ تمہارے شفاء خانوں کے لیے کروڑوں روپے ہیں ______ مسلمانوں کی دولت ہوتی ہے اور تقسیم وہ

کرتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ کون سی ایسی چیز ہے جو آپ کو سمجھ آنی چاہیے کہ یہ اسلام کی وجہ سے آپ کے پاس ہے اور یہ کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ ابھی تک تو آپ یہ چیز دریافت نہیں کر رہے۔ آپ آپس میں ایک دوسرے کو ڈراتے رہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایسا مکان ہے جو غیر مسلم کے پاس نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم بڑے طاقت ور لوگ ہیں' ہمیں اچھے خواب آتے ہیں۔ اور وہ لوگ پیراسائیکالوجی بنائے بیٹھے ہیں۔ ان کے جوگی' مہاراج اور رجنیش قسم کے لوگ بڑے تماشے کر رہے ہیں۔ تو آپ کے پاس وہ کون سی خصوصیت ہے جس کو دریافت کرنے سے آپ کو پتہ چلے کہ یہ چیز دنیا میں کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ ابھی تک تو آپ وہی چیزیں مانگ رہے ہیں جو ان لوگوں کے پاس زیادہ ہیں جن کے پاس ایمان نہیں ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے وہی چیز مانگی ہے جو غیر مسلموں کے پاس ہے' پھر آپ نے مسلمان ہو کے کیا مانگا؟ اب آپ اپنی دعاؤں پہ ذرا نگاہ دوڑائیں۔ مثلاً یہ کہ یا اللہ صحت دے! یہ ہندو بھی کہے گا' انگریز بھی کہے گا۔ پھر یہ دعا کہ یا اللہ پیسے بھی دے! میرا خیال ہے کہ یہ ساری ورلڈ کا تقاضہ ہے کہ Grow Rich اور Grow Rich تو امیر ہونا' صحت مند ہونا اور اپنی لائف سے زیادہ ٹھہرنا ہر آدمی کا خیال ہے۔ اسی طرح جمع کرنا اور دنیا کی سیر کرنا۔ ہمارے لیے اسلام میں حکم ہے کہ سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین ۔ وہ لوگ ساری دنیا کی سیر کرتے ہیں اور ہم صرف کلمہ پڑھتے رہتے ہیں۔ سیر تو کر نہیں سکتے۔ کیسے کریں کہ گھر کی پابندیاں' ظاہر کی اور باطن کی پابندیاں' دفتر سے دو دن کی چھٹی نہیں لے سکتے کہ

نجانے کیا ہو جائے' کیا قیامت آ جائے۔ پھر زندگی سے چھٹی ہو جاتی ہے۔ تو آپ لوگ اس حد تک زمان و مکان میں پابند ہیں۔ تو انگریز جتنے سارے کام کر رہے ہیں وہی آپ کی تمنا ہوتی ہے اور نام اس کا اسلام رکھا ہوا ہے۔ آپ کسی نان مسلم سے مقابلہ نہیں کر سکتے' آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس مکان ہے تو وہ کہے گا کہ ہمارے پاس بھی ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس بادشاہت ہے تو وہ کہے گا کہ ہمارے پاس بھی بادشاہت ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس ملک ہے تو وہ کہے گا کہ یہ دولخت ہو گیا ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس پہلوان ہے تو وہ کہیں گے کہ ہم نے پہلوانوں کو شکست دی ہے۔ تو آپ کوئی ایسا کام بتا دیں کہ جس سے آپ کا امتیاز قائم رہ جائے۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس اسلام ہے تو وہ کہیں گے کہ اسلام کی فوقیت بتاؤ کہ اسلام کیا ہے۔ پھر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس عاقبت ہے۔ یہ بھی اس وقت جب آپ کو عاقبت کا بھروسہ ہو تو۔ اگر خود کو بھروسہ نہیں ہے تو اس کو بتاتے کیا ہو۔ آپ تو ظاہر پر اپنی عاقبت فروخت کرتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنی عاقبت پر بھروسہ ہو جائے تو ظاہر کی پریشانی ختم ہو جائے گی۔ تو ظاہر کے یہ جو انداز ہیں سارے کے سارے مغربی انداز ہیں' مغربی طرزِ زندگی ہے' آپ کے سارے کے سارے تقاضے وہی ہیں جو کہ نان مسلم ورلڈ کے ہیں اور آپ نے اس کا نام رکھا ہوا ہے اسلامی طرزِ حیات' جو کہ نان اسلامک طرزِ حیات کے برابر ہے۔ جو لوگ اچھے سکولوں میں پڑھتے ہیں' سینٹ انتھونی میں پڑھتے ہیں' وہاں بڑی مشکل سے داخلے ملتے ہیں لیکن اس سے آپ کی عاقبت پہ تو فرق نہیں پڑے گا' گرچہ ظاہر پہ فرق پڑتا ہے۔ مطلب

یہ کہ ظاہر ٹھیک کرنے کے لیے آج بھی ایف سی کالج اور دوسرے اچھے کالجوں میں ہوں گے۔ ان کے ادارے اچھے اداروں میں ہیں' ان کی طرزِ حیات اچھی ہے' ان کے ہسپتال اچھے ہیں اور باقی سارا کچھ ہے۔ اور آپ کے پاس لے دے کے ایک بات رہ جاتی ہے کہ اللہ ان کو غرق کر دے۔ آگے اللہ کی مرضی ہے کہ غرق کرے یا نہ کرے۔ اگر مسلمان معاشرے اور غیر مسلم معاشرے میں مقابلہ کیا جائے تو معاشرتی طور پر وہ لوگ بہتر ہیں۔ وہاں چوری چکاری اور اس طرح کے واقعات کم ہی ہوتے ہیں۔ تو اسلام کے نام پر غالباً مسلمان ہی کچھ بوجھ ہیں۔ یہ دورِ حاضر کی بات کر رہا ہوں' ایک تو اسلام نافذ نہیں ہوتا آپ کا' عجب بات ہے کہ مسلمانوں پر اسلام نافذ نہیں ہوتا۔ یا یہ اسلام وہ اسلام نہیں ہے اور یا پھر یہ مسلمان' مسلمان نہیں ہیں' یا نافذ کرنے والے نافذ کرنا نہیں چاہتے۔ کہیں نہ کہیں' کوئی نہ کوئی بات ہے' اور یہ بڑے غور والی بات ہے۔ اب میں نے آپ کو جو بات بتائی ہے وہ سمجھ آئی کہ مسلمان لوگوں کو اپنے اسلام سے غیر مسلم تقاضے نہیں کرنے چاہئیں۔ آپ اپنے تقاضوں اور دعاؤں کو دیکھو تو سارے تقاضے غیر مسلم ہوں گے' کہیں اسلام کی بات نہیں ہے۔ آپ سارے ترقی چاہتے ہیں۔ تو کیا ترقی مسلمان ہوتی ہے؟ کیا صحت کا نام مسلمان ہے' کیا دولت کا نام مسلمان ہے؟ یہ ساری کی ساری غیر مسلم چیزیں ہیں یا نان مسلم چیزیں ہیں اور ان میں اسلام کی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر کون سی ایسی چیز ہے جو آپ کے پاس ہے اور ان کے پاس نہیں ہے؟ یہ فرق دیکھ لو۔ اس لیے ان باتوں پہ آپ ذرا غور کرو ہم اللہ تعالیٰ سے یہ Request کر رہے ہیں کہ آپ کے پاس

کوئی نہ کوئی تو ایسا شعبہ ہونا چاہیے جو ان کے پاس نہ ہو' جو وہ نہ کر سکیں اور صرف ہم ہی کر سکیں۔ ایسا ہمیں تو نظر نہیں آیا۔ آپ لوگوں کو نظر آیا ہو تو بتاؤ کہ یہ کام ہندو نہیں کر سکتا۔ پرانے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ کوئی مسلمان جھوٹ بولتا تو ہندو اُسے کہتے کہ یہ کیسے' تم مسلمان ہو کے جھوٹ بولتے ہو۔ اب تو مسلمان ہو کے سچ بولنے والی بات مشکل ہو گئی۔ سارے واقعات غلط ہوئے پڑے ہیں۔ اس لیے مسلمان اگر کردار کا نام ہے تو آپ خود سوچو۔ مسلمان طلبِ دنیا نہیں ہے۔ مسلمان کی دعا سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کیا مانگ رہا ہے۔ اگر وہی دعا ایک غیر مسلم بھی مانگے تو پھر وہ مسلمان نہیں ہے۔ آپ اپنی دعائیں اور آرزوئیں دیکھ لیں کہ وہ کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کے جو تقاضے ہیں اگر وہی تقاضے ایک عام غیر مسلم بھی کرتا ہو تو پھر آپ کو مسلمان ہونے کا کیا فائدہ ہوا۔ اگر آپ دنیا کا فروغ چاہتے ہیں تو وہ تو سارے لوگ چاہتے ہیں' اگر استقامت چاہتے ہیں تو وہ بھی سارے لوگ چاہتے ہیں' ترقی بھی سارے لوگ چاہتے ہیں اور آسائشیں بھی سب لوگ چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ کے پاس اسلامی طور پر اللہ سے مانگنے والی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا نہ ماننے والے کو شعور نہ ہو۔ اس بات پہ ذرا غور کریں۔ اپنے آپ کو دریافت کریں۔ مسلمانوں کے اندر انحطاط اور زوال کی یہ وجہ ہے۔ ورنہ تو ان کے پاس سب کچھ موجود ہے مگر انہوں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ وہ کون سی چیز ہے جو اِن کے پاس ہے اور نان مسلم کے پاس نہیں ہو سکتی۔ اس چیز کو دریافت کیے بغیر آپ کی ترقی ناممکن ہے۔ ایک دفعہ ایک پیر صاحب تقریر کر رہے تھے۔ تقریر یوں تھی کہ اے صاحبان' آپ لوگ خدا کو بھول گئے' نماز نہیں

پڑھتے' روزہ نہیں رکھتے' بزرگوں کا ادب نہیں کرتے' قرآن کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتے' میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر آپ لوگ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو تو آپ طاقت ور ہو جاؤ گے' آپ نماز پڑھو' روزہ رکھو اور اپنے اللہ کے راستے پر چلو تو آپ کو بھی یقیناً ایٹم بم مل جائے گا۔ تقریر تو ٹھیک تھی مگر وہاں ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جناب پیر صاحب' اللہ آپ کے درجات میں اضافہ کرے' آپ نے بڑی اچھی باتیں بتائی ہیں' ہمیں یہ بھی بتائیں کہ جن لوگوں کے پاس ایٹم بم ہیں وہ کون سی نماز پڑھتے ہیں' ہمیں ایٹم بم بنانے کے لیے نماز کی شرط کیوں ہے اور وہاں نماز کے بغیر کیوں بن گیا ______ تو بات تو اتنی ساری ہے' سمجھنے والی بات ہے کہ جو چیز آپ اللہ سے مانگ رہے ہیں وہ چیز اس نے بغیر نماز کے انہیں دی ہے اور آپ وہ چیز نماز سے مانگ رہے ہیں۔ وہ محنت کرتا ہے' پیسے کماتا ہے اور آپ پیسے کمانے کے لیے وظیفہ کرتے ہیں۔ یہ کیا قصہ ہوا؟ وہ سارے کاروبار کرتا ہے اور اس کو نتیجہ ملتا ہے اور آپ اس طرح کاروبار نہیں کرتے مگر حاصل ویسا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو بڑی آسائش ہو بھی گئی تو نئے ماڈل کا موٹر سائیکل مل جائے گا' کوئی گاڑی مل جائے گی' ترقی مل جائے گی اور ان کے بچے پیدا ہوتے ہیں تو گاڑیوں سمیت ہی ہوتے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ان کی زندگی میں ہر طرح کے واقعات ہیں' مقامات ہیں' ان کی فی کس اِنکم اور طرح سے ہے۔ یہ بتائیں کہ اب آپ کو اسلام جو ہے یہ Handicap لگ رہا ہے یا یہ آپ کا Asset ہے۔ یہ سوچ۔ ان باتوں پہ آپ لوگ غور کیا کریں۔ آپ اپنی غلطیوں کو صرف دعا سے دُور کرنا چاہتے ہیں۔ ایک آدمی ایک درویش

کے آستانے پر دعا کے لیے گیا' امتحان کا پیپر تھا' کیمسٹری کا یا فزکس کا' سائنس کا۔ دعا کر رہا تھا کہ میری ایم ایس سی ہونی چاہیے اے داتا غریب نوازؒ! ایک مجذوب پاس سے بولا کہ داتا صاحبؒ نے خود ایم ایس سی نہیں کی ہوئی ہے تو تمہیں کہاں سے کرائیں۔ اب یہ مجذوب کی بات ہے اور بڑی زبردست بات ہے۔ وہ مجذوب ملامتی تھا۔ لوگوں نے اُسے وہاں سے نکال دیا کہ یہ تُو کیا کہتا ہے۔ بات تو یہ ہے کہ یا تو داتا صاحبؒ کی طرزِ حیات اختیار کرو تو پھر آپ کو دعا کا حق بنتا ہے۔ وہ طرزِ حیات آپ نے اختیار نہیں کیا اور مانگنے والے بن بیٹھے۔ یہ تو غلط بات ہے۔ توفیض کا حق جو ہے وہ محبت میں ہے' تعلق میں ہے' اطاعت میں ہے یا اس راستے کو اختیار کرنے میں ہے۔ اگر آپ راستہ اختیار نہ کریں تو آپ تو صرف اطاعت کا خراج مانگتے ہیں۔ آپ درویشوں سے آسائشیں مانگتے ہیں اور جس سے آپ مانگ رہے ہیں اس نے اپنی آسائشیں ترک کی ہیں۔ تو آپ کے دماغ کی حالت یہ ہے۔ داتا صاحبؒ لاہور کے رہنے والے نہیں تھے بلکہ غزنی سے آئے تھے۔ غزنی اور لاہور کے درمیان کچھ فاصلہ ہے جو کہ پیدل چلنے والوں کے لیے بہت بڑا فاصلہ ہے۔ اس زمانے میں ہوائی جہاز نہیں تھے' گاڑیاں بھی نہیں تھیں۔ اس زمانے میں چلنے کا سفر ہوتا تھا اور پیدل بھی ہوتا تھا۔ تو وہ وہاں سے یہاں تک کچھ دنوں بلکہ مہینوں کی مسافت کے بعد تشریف لائے۔ وہ سامان بھی نہیں لائے ہوں گے کیونکہ جس سفر پر وہ آئے تھے اس سفر میں سامان کی گنجائش نہیں ہے۔ جب لاہور آئے تو یہ شہر چاردیواری والا شہر تھا اور آپ چاردیواری کے باہر ٹھہرے۔ گویا کہ شہر والوں نے شہر جانے نہیں دیا یا

آنے والے نے شہر کو جانا پسند ہی نہیں کیا اور آرام سے باہر آ کر بیٹھ گئے۔ تو وہ سامان نہیں لائے، آ کر بیٹھ گئے، محبت، اخلاق، خیال اور خلوص کے ساتھ آہستہ آہستہ لوگوں کو مائل اور گرویدہ کیا اور ہند کے ظلمت کدے میں روشنی کی۔ پھر آپ لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق ان کا آستانہ بنایا۔ ان کا جس قسم کا مزاج تھا اس قسم کا مزار اُن کو دینا تھا۔ آپ نے اپنی قسم کا مزار اُس قسم کے آدمی کو دے دیا۔ یہ ہیں آپ! آپ کا مزاج ہی اور ہے۔ آپ اپنے طور پر عمل کرتے ہیں، اپنے دماغ کو اُس پر لگا دیتے ہیں اور دوسرے کے دماغ اور اس کی ضرورت کا آپ کو پتہ نہیں ہوتا۔ آپ نے ہمیشہ ہی ایسا کیا۔ آپ اپنے دماغ کے مطابق ان لوگوں کی خدمت کرتے ہیں جن کو یہ ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کی ضرورت کچھ اور ہے۔ کبھی داتا صاحبؒ کا عرس ہو تو آپ وہاں جائیں۔ ایسے محسوس ہوگا کہ داتا صاحبؒ زور زور سے کہہ رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی میرے پاس نہیں آیا، سارے اپنے اپنے کام پہ آئے ہیں۔ کچھ لوگ قوالیاں سُن کے باہر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بڑا ہی عرس تھا کہ عزیز میاں نے بڑی داد لی ہے، اس کے بعد نصرت فتح علی آ گیا، وہ بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ یہ باہر باہر سے واپس چلے گئے اور داتا صاحبؒ کے پاس نہیں آئے۔ یعنی کہ عرفانیات کون سکھا رہا ہے؟ جو کہ اس خاندان کا پلا ہوا ہے جہاں ''سارے گاما'' ہوتی ہے۔ تو اس قسم کے لوگ عرفان سکھا رہے ہیں حالانکہ وہ عرفان نہیں سکھا سکتے۔ کچھ لوگ بھاٹی گیٹ سے قصور کے ''اندر سے'' والی مٹھائی لے کر چلے گئے، ان کا عرس وہاں ہو گیا۔ کچھ تھیٹر میں ختم ہو گئے۔ کچھ اور واقعات سے، بھیڑ بھاڑ سے ہوتے ہوئے

چلے گئے' کچھ نعت خوانی سے ہو کے چلے گئے' کچھ لوگ نان لے کے' تبرک لے کے گھر چلے گئے۔ داتا صاحبؒ کی زندگی' داتا صاحبؒ کی طرزِ حیات' داتا صاحبؒ کی آرزو اور داتا صاحبؒ کا واسطہ' وسیلہ کسی کو پتہ ہی نہیں ہے۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ان میں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ بس اِدھر سے بھیڑ آتی ہے اور یہ "داتا صاحبؒ زندہ باد" کہتے ہوئے اُدھر سے چلے جاتے ہیں ـــــــ ایک بزرگ نے لکھا کہ ہم ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے' خیال کی محفل تھی' لوگ نعرہ لگا رہے تھے' پکار رہے تھے' رقص کر رہے تھے کسی بزرگ کے نام کا۔ ایک دھمال سی تھی۔ اور پھر وہ بزرگ آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں کا رقص قبول ہوا' اب آپ لوگوں کے لیے میری طرزِ حیات کے مطابق میری راہ میں جان دینے کا وقت ہے' اب شہادت گاہ میں آ جاؤ' آپ کا آنا منظور ہو گیا ہے ـــــــ سارے لوگ "یا علیؓ" کرتے کرتے باہر چلے گئے اور اندر کوئی نہ رہا۔ شہادت گاہ میں آنا جو ہے یہ محبت کی بات ہے۔ محبت اگر شہادت گاہ سے باہر جائے تو یہ تو جھگڑے کی بات ہے۔ داتا صاحبؒ کی راہ اختیار کرنا ہی داتا صاحبؒ کی بات ہے۔ اور داتا صاحبؒ کی راہ اختیار کیے بغیر "گنج بخش فیضِ عالم" کہتے جانا جھگڑے کی بات ہے۔ تم لوگوں نے جن کو مانا ہے تمہارا ان کے خیال کے ساتھ جھگڑا ہے۔ تم نے خیال اختیار نہیں کیا بلکہ صرف ذات کا وِرد اختیار کیا۔ ذات کا وِرد اس وقت تک نہیں چلتا جب تک خیال کا وِرد نہ ہو اور خیال کا وِرد نہیں چلتا جب تک عمل میں داخل نہ ہوں۔ تو آپ ان کی زندگی سے کوئی عمل اختیار کر لو' کوئی خیال اختیار کر لو۔ صرف محبت کا اعلان جو ہے یہ تو آپ کا

کسی کے ساتھ جھگڑا ہوگا۔ آپ لوگ امام حسین علیہ السلام کے قافلے میں نہیں تھے اور جس سے آپ کا جھگڑا ہے وہ یزید کے قافلے میں نہیں تھا۔ آپ لوگ تاریخ پڑھ کے آئے ہیں۔ آپ تو ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ فرض کرو کہ آپ اُن پڑھ ہوتے تو پھر تو جھگڑا نہ ہوتا' پھر تو مشاہدہ ہوتا۔ مشاہدہ ایک خاص چیز ہے۔ مشاہدے کا معنیٰ یہ ہے کہ جس بات کا فیصلہ تاریخ نہ کر سکے اس بات کا فیصلہ نگاہ کرتی ہے۔ ایسا ہوتا ہے۔ جب مشاہدہ تیز ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سماج کو ختم کر دیتا ہے اور پھر نیا سماج پیدا کر دیتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیا کئی دفعہ مکمل ہوئی ہے اور کئی دفعہ ختم ہوئی ہے' اس میں اُتار چڑھاؤ آئے ہیں' بند ہوئی ہے۔ تباہ ہوئی ہے۔ جب لوگ زیادہ حقیقت آشنا ہونے لگ جاتے ہیں تو پھر قدرت کی طرف سے دنیا لپیٹ لی جاتی ہے کیونکہ اس سے آگے سخت خطرہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ جبریلِ امینؑ کو حکم ہوا کہ یونان کی فلاں بستی کو ختم کر دیا جائے کیونکہ یہ قدرت کے معاملات میں دخل دینے لگ گئے ہیں' زمین پر بیٹھے بیٹھے ستاروں کے جوڑ لگا لیتے ہیں' یہ زمانہ ختم کر دیا جائے اور نیا زمانہ پھر سے' Once again' شروع کر دیا جائے۔ تو جبریل امینؑ نے عزرائیلؑ کو ساتھ لیا کیونکہ بڑا معاملہ تھا' پورا سماج ختم کرنا تھا۔ وہاں گئے تو سوچا کہ دیکھیں تو سہی کہ یہ کتنے Developed ہیں۔ دیکھا کہ ایک گڈریا یا ہر چراگاہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے پوچھا کہ تم کچھ حساب جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ حساب تو کوئی خاص نہیں آتا مگر لکیریں لگا لیتا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اس وقت جبریل کہاں ہیں؟ اُس نے کہا کہ یہ کون سی بات ہے' ابھی بتاتا ہوں۔ اس نے لکیریں لگائیں اور حساب کیا۔ کہتا ہے کہ وہ آسمان پر تو

نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھر حساب لگاؤ۔ اس نے پھر حساب لگا کے کہا کہ زمین پر بھی نہیں ہے۔ پھر کہا کہ کوئی حساب بتاؤ کہ وہ کہاں ہے۔ تو اس نے کہا کہ یا تُو ہے یا پھر میں ہوں' نہ آسمان پہ ہے نہ زمین پہ' یا تُو جبریل ہے یا میں ہوں ____ یہ تو گڈریے کی بات تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ بستی ختم کرو۔ جب مشاہدہ زیادہ کُھل جائے تو بستیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے حجاب بھی اچھی شے ہے۔ جہاں پر لوگوں پر بہت حقیقتیں آشکار ہو جائیں تو پھر انکار شروع ہو جاتے ہیں۔ کربلا میں یہی واقعہ ہوا کہ سامنے حقیقت نظر آ رہی تھی' ہر ایک کو نظر آ رہی تھی مگر سب کا ایمان غائب ہو گیا۔ وہاں تو ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ مشاہدہ چاہیے یا ادراک چاہیے یا کوئی غور چاہیے' ان کو پتہ تھا' پہچان تھی' دیکھا ہوا تھا۔ تو ایک دیکھے ہوئے انسان کے ساتھ دیکھنے والوں کا ایمان بند ہو گیا۔ اب اس میں دنیا کے اندر کوئی دو رائے نہیں ہو سکتیں۔ اس میں جھگڑے کی کیا بات ہے۔ ایک دفعہ حضور پاک ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ بتاؤ ایمان کیا ہے' تم نے کیا سمجھا ہے؟ انہوں نے وہ بتایا جیسے کہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ کہا کہ ایمان ہے اللہ پر یقین کرنا' اللہ کے رسول ﷺ پر یقین کرنا اور باقی تمام باتیں۔ ایک آواز اور بھی آئی کہ میں تو یہ سمجھا ہوں کہ ایمان یہ ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے ____ تو ایمان تو یہ ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہو۔ یہ آواز اور ہے۔ اس آواز کو پہچاننا چاہیے۔ یہ گھر کی آوازیں ہوتی ہیں۔ یہ پہچاننے والی' محبت اور آل کی بات ہوتی ہے۔ اگر کسی کو بظاہر سارا اسلام آل نبیؐ کے خلاف استعمال ہوتا ہوا لگ رہا ہو تو ایسے اسلام کی راہ سے ہٹ جانا چاہیے۔ اگر "اسلام" امام حسینؓ کو شہید کرنا چاہتا ہے

تو اُسے چھوڑ دو کیونکہ وہ اسلام نہیں ہے۔تو یہ جو فارمولے کا اسلام تھا لوگ یہاں آ کے غلطی کر گئے مثلاً یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ اولی الامر کا کہنا مانو۔ یہ فارمولے کا حساب ہے۔ جسے وہ اولی الامر کہہ رہا ہے وہ اصل میں اولی الامر ہے نہیں۔تو یہ فارمولے کی باتیں ہیں۔آپ حقیقت کی باتوں کو دیکھیں۔ آپ لوگ بزرگوں کے ماننے والے ہیں' اپنی ذات کے ساتھ ایمان داری کی بات کیا کریں' داتا صاحبؒ سے پوچھو تو سہی کہ وہ کون ہیں' کدھر سے تشریف لائے ہیں' یہاں کیوں تشریف رکھتے ہیں اور آپ سے کیا چاہتے ہیں۔ابھی تک تو آپ نے بتایا ہے کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں' مانگتے چلے جا رہے ہیں' وہ چیزیں مانگتے جا رہے ہیں جو انہوں نے چھوڑ دی ہیں۔ وہ دین کے لیے آئے تھے اور پھر بات چلتی چلتی گئی اور مسلمانانِ ہند نے پاکستان بنا لیا۔آپ لوگوں کا دور آیا تو آپ نے خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ان کا آستانہ بنایا اور وہ اپنی مرضی سے بنالیا______ شہر والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ

شہر والوں کی آنکھیں کھلیں گی پر کب
بند ہونے کو ہوں گی یہ آنکھیں ہی جب
میں بتاؤں تباہی کا کیا ہے سبب
اُٹھ گیا شہر سے نالۂ نیم شب

شہر سے جب شب بیداریاں ختم ہو جائیں تو شہر برباد ہو جاتے ہیں۔اس سے پہلے کہ شہر پر کوئی حملہ ہو یا اس پر کوئی عذاب آئے آپ توبہ کر لیں۔ جب خدانخواستہ کوئی تکلیف آجائے تو آپ داتا صاحبؒ کے آستانے پہ آجاتے ہو۔

آپ سے داتا صاحبؒ کو کیا توقع ہو سکتی ہے؟ کہ آپ نیک ہو جائیں۔ آپ اس بندے کی مدد کرو جس نے شہر کو آباد رکھنا چاہا ہے۔ ان بزرگوں کی آپ مدد کرو جو شہر کی خیریت مانگتے ہیں۔ آپ تو ہر وقت اللہ سے یہ مانگتے ہیں کہ ہمیں دے یعنی اپنے علاوہ ہی کچھ دے۔ اللہ سے یہ مانگتے ہو کہ دنیا ہمیں دے دے کیونکہ یہ تیرے کس کام کی ہے۔ یہ نہ کرنا کہ اللہ سے دنیا ہی مانگو اور اللہ سے اللہ نہ مانگو۔ ایک نظم میں نے آپ کو سنائی تھی' ایک بار پھر سناتا ہوں

بگلا کھڑا ندی کنارے
کہے رام رام رام
ایک مچھلی جو بھیجیو
میں مانوں تم کو رام
مچھلی بولے رام سے
رام رام رام
اس موذی کو ماریو تب ہم جانیں رام
رام کہے دونوں سے
تم دونوں جھوٹے ہو
رام سے مانگو رام کو پھر کچھ اور کہو

تو مجھ سے تم مجھ کو مانگو' تم تو آپس میں جھگڑے کر رہے ہو۔ آپ کی جتنی دعائیں ہیں وہ ارد گرد کی دعائیں ہیں اور آپ نے اللہ سے کبھی اس کی رضا نہیں مانگی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے مانگنے والی چیز یہ ہے کہ اس کی رضا مانگو' زندگی کی آسانی

مانگو۔ آسائش کی بجائے رضا مانگو اور یہ کہو کہ ہمیں اپنی زندگی پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آپ نے تو زندگی کو دیکھے بغیر ہی فارمولا بنا لیا ہے کہ اِدھر جاؤ' اُدھر جاؤ' یہ ہو جائے گا' وہ ہو جائے گا۔ کسی ملک میں' کسی وجہ سے' کسی دور کا' کوئی پرائم منسٹر' کسی غلط انجام سے دوچار ہو جائے تو اس ملک میں دوسرا آدمی پرائم منسٹر بننے کی تمنا کیسے کرتا ہے' مجھے یہ سمجھ نہیں آئی۔ جس ملک کے اندر کوئی ہیڈ آف دی سٹیٹ سرخرو ہو کے باہر نہیں گیا اس ملک میں ہیڈ آف دی سٹیٹ بننے کی تمنا کیوں ہے' مجھے تو سمجھ نہیں آئی۔ قائداعظمؒ کے بعد کسی شخص کی عزت نہیں ہوئی' یہ میں ہیڈ آف دی سٹیٹ کی بات کر رہا ہوں' کہ جسے دنیا نے پہلے زندہ باد کہا ہو اور پھر مردہ باد نہ کہا ہو۔ غلام محمد' سکندر مرزا' ایوب خان' بھٹو صاحب کے بارے میں آپ لوگ جو کہتے ہیں وہ مجھے پتہ ہے۔ اب بھی آپ کی دبی دبی زبانیں کھل رہی ہیں نہ۔ آپ آہستہ آہستہ بند زبانیں کھولنے والے ہیں۔ لوگ کسی نہ کسی واقعہ کے انتظار میں ہیں۔ پہلے انسان نگاہوں سے گرتا ہے' پھر مرتبے سے گرتا ہے۔ اس طرح واقعہ ہوتا ہے۔ نگاہوں سے وہ آدمی گرتا ہے جو صرف اپنے مرتبے کی حفاظت کرتا ہے۔ اور یہی کربلا ہے یعنی ایک طرف مرتبہ ہے اور دوسری طرف اصلی' روحانی ملکیت ہے۔ اب مرتبے والا تو جھگڑا کرے گا۔ اصل مرتبہ تو دلوں میں مرتبہ ہے اور یہ بادشاہی دلوں کی بادشاہی ہے' یہ کسی سٹیٹ کا معاملہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ دعا کیا کرو اور اپنے آپ کا خیال رکھا کرو۔ سوچا کرو کہ زندگی کی یہ جو آسانیاں آپ نے حاصل کی ہیں کیا یہ اسلام کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ اگر آپ کو جو کچھ حاصل ہے اگر یہ اسلام کے بغیر حاصل

ہوسکتا ہے تو پھر اسلام کے ذریعے آپ نے کیا حاصل کیا؟ ان لوگوں کے پاس بھی مکان ہیں' پڑھائی' علم اور مرتبے ہیں' علم ہے ہی ادھر سے' میڈیسن بھی اُدھر سے آتی ہے' دوائیوں کا نام بھی انگریز رکھتے ہیں' آپ کی گاڑیاں جاپان کی بنی ہوتی ہیں' وہ بناتے ہیں اور آپ خریدتے ہیں' پتہ نہیں کہ وہ پاک ہیں کہ ناپاک ہیں مگر گاڑی آپ وہی لیتے ہیں۔ آپ کے پاس مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایسی کون سی خصوصیت ہے جو صرف آپ کے پاس ہے۔ حج آپ کا ہوتا ہے لیکن جہاز اُن کے ہوتے ہیں' سامان ان کا بکتا ہے' جائے نماز بھی وہی بناتے ہیں' دوسری چیزیں بھی وہی بناتے ہیں' یہودیوں کے پاس پیسہ جاتا ہے۔ آپ کو ثواب ہوتا ہوگا لیکن کاروبار سارا اُن کا ہے۔ تیل آپ کا اور کاروبار اُن کا۔ آپ کے پاس تیل ہی تیل ہے اور مسلمانوں کے دِیے ہیں' چراغ میں تیل نہیں ہے۔ تو مسلمان ظالم ہے' مسلمان ہی مظلوم ہے۔ اگر غریب مسلمان ہو تو امیر مسلمان' مسلمان نہیں ہے۔ جس دنیا میں مسلمان غریب ہو یا جس شہر میں مسلمان غریب ہو' جس محلے میں ایک مسلمان غریب ہو' اس محلے کا امیر مسلمان' مسلمان نہیں ہے۔ یہ ظالم لوگ ہیں۔ بس بات اتنی ساری ہے کہ مسلمانوں کے تیل ہیں' مسلمانوں کی طاقتیں ہیں' مسلمانوں کے پاس بلیک گولڈ ہے اور مسلمانوں ہی کے پاس تباہی ہے' بربادی ہے' کچھ بھی نہیں ہے۔ حج کرنے والے کہتے ہیں کہ عرب والوں کی خیر' ان سرزمینوں کی خیر۔ عرب والوں کی تو خیر ہے' وہ تو مالک ہوئے لیکن یہ جو قوم ہے' اونٹ والی قوم ہے' وہی ہے جس کے بارے میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ جو لوگ ہیں اونٹ کی مہار والے' جب ان کے پاس

اونچی اونچی عمارتیں آجائیں گی تو اسلام کے بارے میں ان کا عقیدہ جو ہے کچھ اور ہی ہو جائے گا۔ یہ امت گمراہ تو نہیں ہوسکتی مگر دولت اسے گمراہ کرے گی۔ اب یہی کچھ ہو رہا ہے۔ کوئی آدمی ایسا کہنے والا نہیں ہے کہ مسلمانو تم اپنی دولت سمیٹو۔ ساری دنیا میں' مغربی بینک ان کی دولت سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ مغرب سے لاتے کیا ہیں؟ امپورٹ کیا کرتے ہیں؟ بس یہ بات رہنے دو' مت بتاؤ۔ یہ گناہ امپورٹ کرتے ہیں' خرافات امپورٹ کرتے ہیں اور وجہء تباہی امپورٹ کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس تیل کی دولت ہے۔ یا اللہ یا تو مسلمانوں کو صحیح معنوں میں تیل دے یا پھر تیل بند ہی کردے۔ سیدھی سی بات ہے کہ سارے مسلمانوں کو آسانی ملے۔ دشمن کے جہازوں میں مسلمانوں کا تیل استعمال ہونا بہت بری بات ہے' یہ غلط بات ہے۔ ہندوستان کے جہازوں میں اگر عربوں کا تیل استعمال ہو جائے' خدانخواستہ جنگ ہو جائے تو کیا آپ یہ دعا کریں گے کہ ان کے تیل کی خیر' تیل کے چشموں کی خیر۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ دعا یہ کرو کہ مسلمانوں کی دولت غیر مسلموں کو طاقت نہ دے۔ اس لیے یہ دھیان کرو اور دعا کرو ______ اور کوئی سوال پوچھو ______ پوچھو۔

سوال:

اللہ نے کہا ہے کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے۔ تو مسلمان ہونے کے باوجود اسے جھوٹ کی سند کیوں لگائی جا رہی ہے؟

جواب:

مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ جھوٹ نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان نہیں

ہے۔ جھوٹا آدمی جو ہے اس نے اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لیے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ اتنی سی بات ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ ایک جھوٹا پیر بھی ہوتا ہے اور ایک سچا پیر بھی ہوتا ہے۔ ایک بات تو ثابت ہو گئی ہے کہ پیر کا لباس جھوٹے آدمی کو راس آتا ہے۔ لباس یہی اچھا ہے اور سند ہے۔ جھوٹے کو اس بات کا پتہ ہے کہ میں اسی لباس میں سچا سمجھا جاؤں گا' لہٰذا لباس وہی سچا ہے جو جھوٹا اختیار کر جائے' دین وہی سچا ہے جو جھوٹا اختیار کر جائے۔ کیونکہ جھوٹا کہتا ہے کہ میرا کاروبار اسی دین میں چلے گا' یعنی کہ یہ اتنا سچا دین ہے کہ اس کا جھوٹ بھی اس میں چل جائے گا۔

اس لیے دین یہی سچا ہے۔ اب اس میں سچا آدمی چاہیے۔ اگر شہر میں دو سچے آدمی ہو جائیں تو یہ شہر کے لیے کافی ہے۔ آپ اپنے آپ کو اللہ کے آگے پیش کرو کہ یا اللہ ہمیں اس دین میں سچا آدمی بنا دے' ہم منشائے دین کے مطابق زندگی بسر کریں۔ مگر آپ کو تو جب بھی موقع ملے گا آپ کے ہاتھ دنیا کی طرف لپکیں گے۔ اس لیے ایسا نہ ہو کہ پھر جان نکلنی مشکل ہو جائے۔ جس کی آرزو دنیا ہو اس کی جان نکلنا مشکل ہو جاتی ہے' بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔ میں نے ایک کہانی پہلے بھی سنائی تھی' پھر سُن لو۔ ایک بادشاہ تھا' بڑا امیر تھا۔ جب مرنے لگا تو قومہ آ گیا' سکتے کا عالم تھا' دس دن' بیس دن حتیٰ کہ چالیس دن ہو گئے۔ بادشاہ وقت میں تھا۔ جان اٹکی ہوئی تھی' سورہ یٰسین لوگ پڑھتے رہے مگر جان نہ گئی۔

اس وقت ایک بزرگ تھے' ان کے پاس لوگ گئے کہ بادشاہ سلامت کی جان نہیں نکل رہی ہے' بڑی سخت تکلیف میں ہے' کوئی دعا کریں تاکہ آسانی ہو جائے۔

انہوں نے کہا کہ اس کو وہ خزانہ دکھاؤ جو یہ سترہ حملوں کے دوران ہندوستان سے

لایا ہے۔ اُن لوگوں نے سارا خزانہ اس کے سامنے رکھا' بادشاہ نے دیکھا تو اس کا ہارٹ فیل ہو گیا اور وہ مر گیا' جان نکل گئی۔ مطلب یہ کہ دنیا دار کی موت حسرت بن کے کھڑی رہتی ہے جب تک اُسے یہ صدمہ نہ ہو جائے کہ میں کیا کچھ چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ تو وہ کب مرتا ہے؟ جب اسے صدمہ ہو جائے کہ میں یہ چھوڑ کے جا رہا ہوں _____ ایک آدمی مرنے لگا تو اس نے عزرائیلؑ کو پہچان لیا' اس نے عزرائیلؑ کو کہا کہ یہ جو میری چیزیں ہیں یہ تُو لے لے اور یہ میرے گھر والوں کو نہ دینا۔ کیونکہ اس نے سارا سامان گھر والوں سے چھپا کے رکھا تھا۔ پھر کہنے لگا کہ یا پھر یہ سامان ساتھ لے چلیں۔ عزرائیلؑ نے کہا کہ وہاں سامان نہیں جاتا' تو اکیلا ہی جائے گا۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے یہاں کچھ ضروری کام ہیں' میں نے کچھ شیر بھی پالے ہوئے ہیں' کچھ بکریاں بھی پالی ہوئی ہیں' میرے جانے کے بعد شیر بکریاں کھا جائیں گے' اس کا کچھ علاج ہونا چاہیے۔ عزرائیلؑ نے کہا کہ شیر جانے اور بکریاں جانیں اور مالک جانے' تُو تو چل _____ تو یہ تو بڑا مشکل ہے۔ مرنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ کس بات پہ؟ کہ میرے بعد ان کا کیا بنے گا؟ حالانکہ اُس کی موجودگی میں بھی اِن کا کچھ نہیں بنا۔ بات تو اتنی ساری ہے کہ دنیا دار کی جان مشکل سے نکلتی ہے۔ جان نکلنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ اللہ کے فیصلے کی طرف رجوع کرو اور دین کو اپنی زندگی میں نافذ کرو۔ آپ کو یہ پیغام دے رہا ہوں کہ دین کے نام پر کوئی ایسا کام کر ڈالو جو بے دین آدمی نہ کر سکے۔ سوچو کہ وہ کیا ہے؟ کوئی تو ایسا کام کر جاؤ۔ اور بغیر ایمان کے یہ کام ہو نہیں سکتا۔ تو ایسا کوئی کام کر جاؤ۔ آپ کو سمجھ آ رہی ہے؟ بے دین آدمی ایک تو خیرات کو نہیں مانتا۔ وہ

کہتا ہے کہ یہ میرے پیسے ہیں' میں کیوں دوں' تو خیرات ضرور دینا' صدقات دینا' زکوٰۃ دینا' اللہ کی راہ میں انفاقِ زر کرنا' عاقبت کا خیال کرنا' سادہ لوح باپ کی بھی سچے دل سے عزت کرنا کیونکہ وہ باپ ہے۔ یہ کام بے دین شخص نہیں کر سکے گا۔ آپ بزرگوں کا احترام کرنا۔ یہ کافروں کے پاس نہیں ہے' عاقبت کو ہر حال میں سامنے رکھنا' یہ کافروں کے پاس نہیں ہے۔ اپنے دل میں اللہ کی یاد رکھنا' رضا رکھنا اور سب سے بڑی بات جو ہے وہ کافروں کے پاس نہیں ہے بلکہ کئی مسلمانوں کے پاس بھی نہیں ہے یعنی اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت رکھنا' اور آپؐ کے چاہنے والوں کو چاہنا اور آپؐ کے ماننے والوں کو ماننا۔ یہ کافروں کے پاس نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی کی راہ پر چلائے۔ اپنا جائزہ لیا کرو اور بات کو سمجھا کرو۔

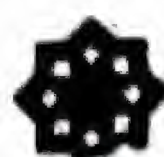
سوال:

یہ جو آپ کا بیان ہوتا ہے کیا اس کا عنوان ''گفتگو'' رکھیں؟

جواب:

''گفتگو'' عنوان کر دو۔ اس کا نام ''گفتگو'' رکھا کرو۔ آئندہ یہ ''گفتگو'' ہی ٹھیک ہے۔ اس کا پروف بھی ریڈ کیا کرو _____ اب سب کے لیے دعا کرو _____

آمین برحمتک یا ارحم الرحمین۔



2

سوالات

1 آپ سے تعلق کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب پوچھنے کے لیے میرے پاس کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ یہ کیا کیفیت ہے؟

2 یہاں اس اجتماع میں بیٹھ کر بہت فیض ملا ہے اور میرا یہ جو ذاتی سفر شروع ہو رہا ہے اس میں اجتماع والی بات ختم ہو گئی ہے!

3 میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے کا دور ایک لحاظ سے جعلی اور جھوٹا تھا لیکن اس لحاظ سے بالکل سچا تھا کہ اس میں اقبالؒ بھی ابھرے، قائداعظمؒ اور محمد علی جوہرؒ بھی اُبھرے اور ایک اعتبار سے گاندھی اور نہرو جیسے لوگ بھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ ماحول جیسا بھی ہو اگر آدمی سچا ہے تو وہ اُبھرے گا۔

4 دو انسان ڈاکٹر ہیں، ایک کافر ہے اور دوسرا مومن، مگر کافر ڈاکٹر بھی بہت کامیاب ہے، وہ بھی شفا دیتا ہے۔

5 دین اور دنیا دونوں کو ساتھ چلانا بڑا مشکل ہے۔

6 اگر ایسی بات ہے جو آپ بتا رہے ہیں تو پھر لوگ کیوں کہتے ہیں کہ مسلمان ہونا مشکل ہے؟

7 اسلام کے حوالے سے زندگی کا مقصد کیا ہے؟

8 آپ کے کہنے پر ہم ٹھیک ہو جاتے ہیں مگر پھر کچھ ایسا ہوتا ہے کہ مشکل آ جاتی ہے۔

9 کیا ہم اپنے حلقے کو ایسا نہ بنا لیں کہ بچے کو اس کے میرٹ پر داخلہ ملنا شروع ہو جائے۔

10 میرٹ کا جو تصور ہے اس کا کیا کریں۔

11 میں نے یہ عرض کیا ہے کہ ہم اس کمی بیشی کی فکر کیوں کریں بلکہ ہمارے حلقے کی طرف سے یہ عبادت ہونی چاہیے کہ وہ خود داخل ہو جائے' ایسا حال Create ہو جائے۔

12 ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ کوئی سسٹم بن جائے۔

13 میں اس سماج کو توڑنا چاہتا ہوں جو مروجہ اصولوں پر آج کل چل رہا ہے۔

14 میں مروّجہ ماحول کو اس حلقے کے حوالے سے توڑ کر ایک نیا حلقہ بنانا چاہتا ہوں۔

15 کیا آپ کسی Living آدمی کی بات کر رہے ہیں؟

16 ہمیں یہ ڈر رہتا ہے کہ دین میں پورے کے پورے داخل ہونے کے بعد اللہ نے اگر محبت کی تو کہیں ہمیں غریبی نہ آ جائے۔

17 اُس زمانے میں اکنامک ورلڈ اتنی پاورفل نہیں ہو گی۔

18 میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے بڑے سکول میں پڑھیں لیکن فیس بہت زیادہ ہے۔ کیا یہ میری اَنا ہے؟

19 ہمارے پاس علم ضرور ہے مگر عمل کمزور ہے۔

20 ہم یہ کیسے سمجھیں کہ ہماری زندگی حضور پاکؐ کی زندگی کے قریب ہے؟

21 متابعت کس طرح سے کی جائے؟

22 آج کی محفل میں یہ پتہ چلا ہے کہ طریقت میں فریڈم آف تھاٹ اور فریڈم آف ایکسپریشن نہیں ہوتے کیونکہ جس بندے کو مان لیں تو پھر صرف اس کی بات ماننی ہوگی۔

23 بعض اوقات غصہ بہت آجاتا ہے۔

24 مجھے تو معاشرے کی کوتاہیوں پر غصہ آتا ہے۔

25 ہم پڑھے لکھے، سمجھ دار اور دانشور لوگ ہیں اور نیکی برائی کو سمجھتے ہیں اور اس پر محاکمہ کرنا چاہتے ہیں۔

26 ہم تو اس علم کے داعی ہیں جس میں کہتے ہیں کہ یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے، یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہمارا اندر جیسا مرضی ہو۔

27 ہم نے اتنا علم حاصل کیا ہوا ہے کہ سچ بات مشکل لگتی ہے۔

28 آپ کے نکتہ نگاہ کے مطابق انفرادی اصلاح ایک بہت وقیع چیز ہے مگر دانشوری کا مسئلہ یہ ہے کہ پورے معاشرے میں انقلاب لانا ہے۔ تو جدید دور میں اسلام کو کیسے Interpret کیا جائے۔

29 اس اعتبار سے تو یحییٰ خاں، غلام محمد، سکندر مرزا، کوثر نیازی اور ضیاء الحق پورے مسلمان ہیں۔

30 یزید سے ٹکر لینے کے لیے اس کی موت کا انتظار ضروری نہیں۔

31 کہا جاتا ہے کہ برے کے عمل کو برا جانو، اُس انسان کو بُرا نہ جانو۔

32 میرا سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کا اور حسینؑ کا درجہ اور ہے۔ وہاں بھی کھڑے ہو کے یہ کام کیا جا سکتا ہے۔

33 حضورؐ کیا عنقریب کوئی واقعہ نظر آ رہا ہے کہ نہیں؟

34 کوشش اور جدوجہد سے ہم کیسے چھٹکارا پا سکتے ہیں؟

35 کیا کسی چیز کی دعا کر سکتے ہیں؟

36 یہ جو اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ سے صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگو۔

سوال:

آپ سے تعلق کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب پوچھنے کے لیے میرے پاس کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ یہ کیا کیفیت ہے؟

جواب:

بنیادی بات یہ ہے کہ جس نے یہ زندگی عطا کی ہے وہ اس کی حفاظت اور اس کی آسودگی کا انتظام کرتا ہے۔ اپنی زندگی میں ہم کبھی کبھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی میں خود اجنبی ہیں' میری زندگی میری مرضی کے مطابق اور اس کی زندگی اس کی مرضی کے مطابق نہیں ہے۔ آپ کی اپنی کوششیں آپ کے اپنے مطلب کو حاصل نہیں ہونے دیتیں۔ مطلب یہ ہوا کہ پھر یہ کس کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ تو آپ کے علاوہ کوئی طاقت ہے۔ جب آپ اس طاقت کو دریافت کریں گے تو وہی طاقت زندگی دینے والی ہے۔ اُس نے اِس زندگی میں آنسوؤں کی' قہقہوں کی' مسکراہٹوں کی' حاصل کی' محرومی کی' کچھ غم کی اور کچھ بے غم ہونے کی مقدار رکھی ہوئی ہے۔ تو انسان کو ہر چیز حاصل ہو گی۔ آپ جتنے مرضی مقامات طے کرلیں' فاصلے طے کرلیں' کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ ہو جانا ہے۔ یہ ہوتا رہتا ہے۔ آپ صحت کی جتنی حفاظت کرتے جائیں کہیں نہ کہیں اس کے

اندر زوال پذیری آ جائے گی۔ اگر اپنی زندگی کو اللہ کے فضل کے حوالے سے دیکھیں تو پھر اس میں کوئی سوال نہیں رہتا۔ یہ ہوتا ہے کہ اب مانگنا کیا ہے کیونکہ ایسے شخص کو مانگنے کا پتہ ہی نہیں ہے۔ آج جس چیز کا آپ گِلہ کر رہے ہیں وہ بھی کبھی آپ نے مانگی تھی۔ آج جس چیز کا آپ کو غم ہے کبھی وہ آپ نے کوشش سے حاصل کی تھی اور اس کے لیے آپ بڑے بیتاب تھے۔ یہ آج سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے۔ جو چیز آپ کو غم دے کے چلی گئی اس کو آپ نے خوشیوں کے لیے پالا تھا۔ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ جس چیز کو آپ نے خوشیوں کے لیے حاصل کیا' اس کے لیے بڑی کامیابی حاصل کی اور بڑی مبارکیں حاصل کیں' اس چیز میں سے کچھ نہ کچھ غم نکل آیا۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ جو چیزیں آپ کو غمگین کر رہی ہیں ان میں خوشی کا کوئی پہلو نکل آئے۔ ایسے میں سوال کا موقع نہیں رہتا۔ پھر جو سوال نہ کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دانائی میں داخل ہو گیا۔ یہ اچھی بات ہے۔ پھر بھی جہاں ہزار جواب ہوں وہاں سوال پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ زندگی میں آپ اللہ کو ہزار بار تسلیم کر لیں' بڑا ہی یقین ہے اللہ پر' لیکن کہیں نہ کہیں شک پڑ جاتا ہے۔ اگر ایمان بہت قوی ہو تو بھی کہیں نہ کہیں اس ایمان میں وسوسہ آ جاتا ہے کیونکہ خیر و شر کی دونوں طاقتیں اپنا عمل کر رہی ہیں۔ انسان کو اپنے آپ پر شک پڑ جاتا ہے۔ اُسے شک پڑ جاتا ہے کہ وہ اپنا مجرم آپ ہے' اپنا چور آپ ہے' اپنا دشمن آپ ہے۔ گویا کہ آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی غلطی آپ کے ساتھ تھی۔ اس لیے پھر انسان بہت پریشان ہوتا ہے کہ وہ کرے تو کیا کرے۔ تو بہت کچھ تسلیم کرنے کے باوجود تسلیم میں کہیں نہ کہیں شک رہ جاتا ہے۔ اس لیے آپ

آخری دم تک کوشش کرتے جانا کہ شک نہ پڑے اور اگر کامیاب زندگی کے ہزار نسخے مل جائیں تو بھی ناکامی کا ڈر ضرور رکھنا۔ کامیابی کے بے شک ہزار فارمولے ہوں مگر ناکامی کا خوف دل سے نہ نکالنا۔ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور دنیا کی طرف سے بڑی یقین دہانی ہے لیکن یہ بھی دیکھو کہ اندیشہ بھی ہے' Threat بھی ہے۔ پھر عین ممکن ہے آپ اس راہ سے ہٹ جائیں' عین ممکن ہے کہ آگے آپ کے لیے کوئی گڑھا ہو۔ اس لیے یہ بڑا آہستہ آہستہ چلنے والا مقام ہے۔ تو غور کے ساتھ چلنا' فکر کے ساتھ چلنا۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے سطحی سوال ختم ہو گئے ہیں مگر کئی سوال ابھی باقی ہیں۔ تو سوال ختم نہیں ہوئے۔ وہ تو ظاہری سوال تھے کہ ہوا کیسے چلتی ہے' موسم کیسے بدلتے ہیں' کیا کِیا جائے' کیا نہ کِیا جائے' ضدی بندے کو معاف کریں یا نہ کریں ______ وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ سوال ختم ہوئے ہیں۔ اصلی سوال تو آگے ہیں۔ اب آپ اگلے درجے کے سوالوں تک پہنچو۔ جواب کے لیے ہم انتظام کر دیں گے۔

اب آپ سوال کریں ______ بولیں ______

سوال:

یہاں اس اجتماع میں بیٹھ کر بہت فیض ملا ہے اور میرا یہ جو ذاتی سفر شروع ہو رہا ہے اس میں اجتماع والی بات ختم ہو گئی ہے!

جواب:

آپ سوال کو مبہم نہ بنائیں۔ یہ نہ ہو کہ کسی کو سمجھ نہ آ رہی ہو کہ آپ نے کیا کہا ہے۔ ذاتی سفر یا کائناتی بات ہو' سوال بڑی وضاحت کے ساتھ کرنا چاہیے۔

سوال:

اس اجتماع میں بیٹھ کر کچھ ایسے سوال ہیں جو نہیں کر سکتے اور انفرادی طور پر کر سکتے ہیں۔

جواب:

تو اس سوال کو آپ انفرادی سمجھیں اور اجتماع میں نہ کریں۔ اگر اجتماع حجاب ہے تو یہ ساری عمر حجاب ہی رہے گا اور اندیشہ ہی رہے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اس کو حجاب نہ سمجھو۔ جو سوال موجود ہے وہ سوال بَرملا کہو۔ کیونکہ وہ تنہائی بھی محفل ہے اور محفل بھی تنہائی ہے۔ یہ آپ کے اور میرے مابَین بات ہو رہی ہے۔ باقی تو سب اپنی اپنی فکر میں گُم ہیں۔ ان کو کیا پڑی ہے آپ کی کہ کچھ سوچتے جائیں۔ آپ سوال کریں کہ سوال کیا ہے؟

سوال:

ایک تو یہ سوال ہے کہ مرشد کی خواہش پیدا ہو گئی ہے یا زیادہ ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

جواب:

ضرورت سے آپ کی کیا مُراد ہے؟

سوال:

اپنی گائیڈنس کے لیے۔ جیسا ابھی آپ نے فرمایا کہ سطحی باتیں جو ہیں وہ تو صاف ہو گئی ہیں مگر اب یہ سوال پیدا ہوا ہے۔

جواب:

اگر آپ پر توجہ ہو جائے تو کیا لوگ آپ کا کہنا مانیں گے؟ کبھی نہیں مانیں گے۔ جس آدمی پر مرشد کی توجہ ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ لوگ اس کا کہنا مانیں۔ جس آدمی پر توجہ ہو جائے یہ ضروری نہیں کہ اس کے پاس پیسہ بھی ہو۔ تو پھر توجہ کا آپ کو کیسے پتہ چلے گا؟

سوال:

مجھے اندر سے کوئی کمی محسوس ہوتی ہے' کوئی تشنگی محسوس ہوتی ہے؟

جواب:

کس چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے؟ کیا میری کوئی کتاب پڑھی ہے؟

سوال:

''کرن کرن سورج'' پڑھی ہے۔

جواب:

پھر کیا محسوس ہوتا ہے' کس چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے؟

سوال:

یہ معلوم نہیں کہ کیا کمی ہے لیکن کوئی کمی ہے ضرور۔

جواب:

یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ انسان کو تو اللہ نے بڑا خاص بنایا ہے۔ بھوک بھی اگر لگے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ کس قسم کی بھوک ہے' نمک کی ہے' شہد کی ہے یا مٹھاس کی ہے۔ تو یہ پتہ چل جاتا ہے۔ ہر آدمی کو کمی کے نام کا پتہ چل جاتا ہے۔

کیا آپ کو نیند کی کمی تو نہیں ہو گئی؟

سوال:

کچھ کچھ ایسا بھی ہے۔

جواب:

اگر اور توجہ مل گئی تو اس سے نیند اور کم ہو جائے گی۔

سوال:

مگر اس نیند کے کم ہونے سے کوئی اور چیز تو مل ______

جواب:

یہ تو اب آپ اور میرے درمیان بحث شروع ہو گئی' آپ کو اپنی کمی کا صحیح طور سے پتہ نہیں ہے۔ اللہ کرے کہ وہ کمی دور ہو جائے۔ عین ممکن ہے کہ وہ کمی ایسی ہو جسے دُور نہیں ہونا چاہیے۔ تو یہ پتہ ضرور چلنا چاہیے کہ کیا کمی ہو رہی ہے۔ آپ پردے میں بات کر رہے ہیں۔ کوئی بات ضرور ہے۔ بولنا چاہیے۔ اس شخص کی طرح نہ کرنا جس نے کہا کہ ٹھہر جاؤ' میری بات سنو۔ تو لوگ اس کی بات سُننے کے لیے ٹھہر گئے۔ اس نے پھر کہا کہ ابھی اور ٹھہرو اور میری بات سنو۔ تو لوگ پھر ٹھہرے رہے۔ پھر کہتا ہے کہ ابھی ٹھہرے رہو' ہم نے بات ابھی سوچنی ہے ______ تو ایسا نہ کرنا۔ آپ نے جہاں سے بات شروع کی ہے وہاں سے آگے بولیں ______

سوال:

بس یہیں تک ہم بات کر سکتے تھے۔

جواب:

کیا باقی لوگوں نے سوال کو سمجھ لیا ہے۔ میرا خیال ہے سوال ہے ہی نہیں۔

سوال:

سوال تو یقیناً ہے۔

جواب:

پھر آپ بتاؤ ______ چلو کوئی اور ان کی مدد کرے اور سوال کرے۔

سوال:

میرا خیال ہے کہ ان کا سوال یہ ہے کہ احساس تو ہے مگر وژن جو ہے وہ Blurred ہے۔

جواب:

ہم تو تسلیم کے سفر پہ جا رہے ہیں۔ اس میں وژن نہیں ہوتا۔ ہمارا سفر ہی اور ہے۔

سوال:

امکانات کا ایک تصور تو ہوتا ہے۔

جواب:

امکانات تو آپ کے اپنے ہیں۔ ہم تو تسلیم کے سفر کی بات کر رہے ہیں۔

سوال:

میں تو ان کے سوال سے یہ سمجھا ہوں۔ پتہ نہیں اب یہ صحیح ہے یا غلط ہے۔

جواب:

کیا پہلے سوال والے کا یہ مطلب تھا؟ وہ خود بتائے۔ چلو بتاؤ۔

سوال:

میں نے جو سوال کیا تھا' میرا جو مسئلہ تھا میرا ایمان ہے کہ آپ یقیناً سمجھ گئے ہیں۔

جواب:

کیا سمجھ گیا ہوں؟

سوال:

جو میرا مدعا تھا۔

جواب:

پھر آپ کو جواب بھی سمجھ آ جانا چاہیے۔

سوال:

یہ تو مجھے سمجھ آ رہا ہے کہ اب سوال موجود نہیں رہے تو یہ دوسری منزل پر آنے کا وقت ہے یا وہاں پہ آ گئے ہیں۔

جواب:

یہ تو Statement ہے' سوال نہیں ہے ____ کوئی اور بولے ____ سوال پوچھیں ____

سوال:

بعض اوقات یہ حالت ہوتی ہے کہ سوال پورے بن بھی نہیں پائے

ہوتے اور سر اُٹھا رہے ہوتے ہیں۔ میں ان کا سوال یہ سمجھا ہوں کہ آپ کی مہربانی سے ایک دائرے کے سوالات ختم ہو گئے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ ہم اپنے مسائل میں سے کسی حد تک نکل گئے ہیں۔ اب آپ نے ہمیں صاف کر دیا ہے اور جس منزل کی طرف لے جانا چاہتے ہیں اس کی طرف اشارہ کیجئے تاکہ ہم اس طرف قدم بڑھا سکیں۔ یہ کیفیت ہے اس پہلے سوال کے پوچھنے والے کی' جو کہ میں سمجھتا ہوں۔

جواب:

اب وہ سوال کرنے والا بتائے کہ کیا ایسے ہی ہے؟

سوال:

جی' ایسے ہی ہے۔

جواب:

اب میں ایک اور آدمی سے یہ سوال Repeat کراتا ہوں تاکہ یہ سب کو سمجھ آ سکے۔ خان صاحب! آپ بتائیں کہ سوال کیا ہے؟

سوال:

ان کا احساس یہ ہے کہ وہ کسی منزل پہ پہنچ گئے ہیں اور اب یہ پتہ نہیں کہ آگے کیا ہے؟

جواب:

خان صاحب' کیا آپ کے ساتھ بھی یہی کیفیت ہے؟

سوال:

میں ابھی اپنے آپ کو Assess نہیں کر سکا کہ میں کسی منزل پہ پہنچا بھی ہوں یا نہیں۔

جواب:

پہلا سوال پوچھنے والے اور آپ میں تھوڑا سا یہ فرق ہے کہ ان میں آگے چلنے کی ایک خواہش کا اظہار ہو رہا ہے اور آپ Reluctant سا Feel کر رہے ہیں۔

سوال:

جی۔ میں محتاط بہت ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ میں ابھی وہ سکت نہیں ہے۔

جواب:

آپ کمال کرتے ہیں۔ ایک چیز کو آپ جانتے نہیں ہیں اور ابھی سے اس کا اندیشہ کر رہے ہیں۔ یہ پتہ نہیں ہے کہ جانا کدھر ہے تو یہ اندیشہ ہے۔ ایک چیز کا پتہ نہیں ہے کہ آگے اندیشہ ہے یا آگے خوشی ہے۔

سوال:

پہلا سوال پوچھنے والا تو خوش نصیب ہے کہ اس کو آگے کی منزل کی آگاہی ہو گئی ہے مگر مجھے تو ابھی تک وہ آگاہی نہیں ہوئی۔

جواب:

وہ سوال پوچھنے والے نے یہ تو نہیں کہا۔ یہ سوال نہیں ہے۔ سوال یہ ہے

کہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم کسی حالت سے نکل آئے ہیں اور اب کیا کرنا ہے۔ کیا آپ کی بھی یہ کیفیت ہے ______ چلو اب کوئی اور بولے ______

سوال:

اس کو یوں کہہ لیں کہ ہم ریلوے اسٹیشن پر کھڑے تھے اور کسی شہر جانا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شہر جانے میں یہ خرابیاں ہیں۔ ہم نے وہ سفر ملتوی کر دیا۔ لیکن ہمیں اب یہ پتہ نہیں چل رہا کہ ہم کدھر جائیں؟

جواب:

یہ مِلی جُلی بات ہے اور ٹھیک ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ محفل ایک پالیسی ہے اور یہ چل رہی ہے ______ کوئی اور بولے گا؟ پیچھے سے؟

سوال:

کیا ہم یوں نہیں کہہ سکتے کہ ہماری ذاتی پرابلم تو ختم ہو گئی ہے مگر اب ایسی پرابلم ہے جو ذات تک محدود نہیں ہے اور اس کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے۔

جواب:

نہیں، سوال یہ نہیں ہے بلکہ اس کے اُلٹ ہے۔

سوال:

جیسا میں نے کچھ دیر پہلے کہا تھا کہ اب آپ کی ذاتی توجہ کی ضرورت ہے اور آپ ہمیں انفرادی توجہ بھی دیا کریں۔

دوسرا سوال:

میری گزارش یہ ہے کہ ذات کی تربیت بھی اجتماع سے ہٹ کے نہیں ہو

سکتی۔

جواب:

ہمارا مسئلہ ذات اور اجتماع کا نہیں ہے۔ ہم اس محفل کو ''اجتماع'' کا لفظ تو دے رہے ہیں مگر یہ اجتماع کی بات نہیں بلکہ ذات کے لیے ہے۔

سوال:

ذات کی تربیت کے لیے اُسے کسی نہ کسی دائرے میں رکھنے کی ضرورت تو ہو گی تا کہ وہ ''راہن سَن کروسو'' نہ رہے۔

جواب:

ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ دائرے میں رکھنے کی تربیت نہیں ہے۔ ہم نے دائرہ پہلے طے کر لیا ہے کہ یہ اللہ کے اَمر کا دائرہ ہے۔ تو ہمارا دائرہ یہ ہے کہ ہم کسی سیاسی' معاشرتی یا معاشی شعبے کی بات نہیں کر رہے کہ سیاسی ورکر کیا کرے گا' سماجی کارکن کیا کرے گا' لیڈر کیا کرے گا' کاروباری آدمی کیا کرے گا' جس نے برانڈ رتھ روڈ پہ دوکان بنائی ہے وہ کیا کرے گا ______ وہ اپنے تجربے کریں گے اور اپنی کامیابی حاصل کریں گے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ کی ذات سے یا اللہ سے تعلق کا سفر اگر کیا جائے تو اس میں جو بنیادی رکاوٹیں ہوتی ہیں وہ تو Adjust کر لی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ زیادہ شور نہ مچاؤ' زیادہ حاصل یا محرومی کی بات نہیں ہے' سب اس کا فضل ہے' کوشش اور چیز ہے' نصیب اور چیز ہے ______ تو ہم یہ ساری باتیں کرتے چلے آئے ہیں اور اس سے بڑا فرق پڑ گیا ہے۔ اس طرح Petty Affairs میں ہماری Involvement کچھ کم ہو گئی ہے۔ اب ہمیں یہ بھی

پتہ ہے کہ ایک دنیا مر چکی ہے اور دوسری ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اس مقام پر اب کیا کِیا جائے؟ مقام تو آپ نے صحیح دریافت کر لیا مگر آپ صحیح علاج دریافت نہیں کر رہے کہ اس میں Further کس توجہ کی ضرورت ہے۔ اس مقام کو اب As it is انجوائے کرو۔ اب تو یہ حالت ہے کہ ایک ہاتھ تو Sell ہو گیا ہے اور دوسرا سوچ رہا ہے کہ میں کیا عمل کروں۔ تو یہ ایک مقام ہے۔

سوال:

کیا یہ برزخ جیسا مقام ہے؟

جواب:

یہ ہوتا ہی برزخ ہے۔ اب اس میں اختر صاحب کا ''رابن سن کروسو'' والا سوال بھی Accommodate ہوتا ہے کہ آپ میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ذاتی کامیابی کو بغیر کائناتی معیار کے مان لے۔ جیسے یہ کہہ رہے ہیں کہ ذاتی کامیابی ہو۔ اگر میں کہتا ہوں کہ آپ کامیاب ہو گئے تو آپ بھی میری بات مان جائیں گے کہ جی میں کامیاب ہو گیا۔ جب آپ سماج میں جاتے ہیں تو وہاں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ تو کامیاب نہیں ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذاتی کامیابی جب کسی اور کائناتی معیار کے مطابق پَرکھی گئی تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ آپ کامیاب ہیں یا نہیں ہیں۔ تو فرد کا ذاتی تجربہ جب تک کسی ماحول سے نہ گزرے ہم اُسے یہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ کامیاب ہے یا نہیں ہے۔ تو ''رابن سن کروسو'' کی کامیابی چاہے کتنی ہو وہ کامیابی نہیں ہے۔ جنگل میں مور چاہے جتنا ناچے وہ وہیں تک رہے گا۔ اب اس سوال پر غور کرنے کے لیے آپ کو میں جو

راستہ بتا رہا ہوں وہ آپ دیکھیں کہ سماج کا کامیابی کا فارمولہ سب کے لیے یکساں ہے۔ سماج میں کامیابی کیا ہوتی ہے؟ ہردلعزیزی ہو' حالاتِ معاشیات بہتر ہوں' وہ کامیاب Activity کرتا ہو' سوشل لائف ہو' سیاسی ہو' سماجی ہو یا تھوڑی بہت روحانی بھی ہو۔ تو یہ سماج میں کامیابی ہے۔ اگر ہم اس کامیابی کو مان لیں تو پھر ہر ایک کے لیے یہ فارمولا ہے۔ مگر ہم تو آپ کو خداوند تعالیٰ کی راہ بتا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ جب آپ اللہ پر راضی ہو گئے تو ہر آدمی کے لیے کامیابی کا تصور الگ الگ ہے۔ تو ہمارا تصور ہی اور ہے۔ ہم کامیابی کو سماج کے حساب سے نہیں لے رہے بلکہ کامیابی کو تقربِ ذاتِ حق کے مطابق لے رہے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ کس مقام پر بندہ اپنے خالق پر راضی ہو جاتا ہے۔ تو کامیابی کا ہمارا تصور ہی اور ہے۔ اگر تقربِ حق سمجھ نہیں آتا تو تقربِ محبوبِ حق ﷺ تو سمجھ آتا ہے۔ کامیابی جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کی دی ہوئی زندگی کے قرب میں ہے اور اس سے جتنا دور ہو گا وہ ناکام ہو گا' چاہے وہ بادشاہ ہی ہو۔ تو ہمارا تصور ہی اور ہے۔ اس لیے نئی زندگی میں' نیا فارمولا سیکھنے سے پہلے آپ یہ سوچیں کہ پھر تو سماج کی کامیابی ہمارا مدعا نہیں ہے۔ اب ہماری کامیابی اور ہے۔ گدھا کب کامیاب ہوتا ہے؟ جب وہ گدھا ہی رہے' اور اگر وہ گھوڑا بننے کی کوشش کرے گا تو ناکام ہو جائے گا۔ اب آپ نے اپنے آپ کو ذاتی طور پر Personal' دریافت کرنا ہے اور اس میں کوئی اور Help نہیں کرے گا کہ اپنے آپ کو کیسے Find Out کریں۔ تو آپ خود کو دریافت کریں ______

کامیاب انسان اگر اپنے کامیاب کہنے والے ماحول سے جدا ہو جائے تو شاید

ناکام گِنا جائے۔ جس ماحول میں وہ کامیاب ہے اگر وہ ماحول بدل جائے تو شاید وہ انسان کامیاب نہ رہے۔ جب تک کامیابی کا ایک معیار طے نہ ہو جائے آپ کامیاب نہ بننا۔ یہ میری نصیحت ہے! بہت سارے لوگ ''کامیاب'' ناکامیوں سے گزر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بڑی کامیابی ہے لیکن وہ ہے ناکامی مثلاً کامیاب بادشاہ ناکام انسان ہوسکتا ہے' بادشاہ اگر بادشاہ رہے تو کامیاب ہوتا ہے لیکن اگر ماننے والوں کے خیال میں آ جائے کہ وہ فرعون ہے' ہے تو بادشاہ لیکن فرعون ہے تو وہ ناکام ہو گیا۔ یزید اگر اپنے مِشن میں کامیاب ہو جائے تو بھی آپ کہیں گے کہ وہ ناکام ہے' نامراد ہے' اس نے کوئی کامیابی حاصل نہیں کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں کامیابی کا معیار بنانا پڑے گا۔ تو آپ دیکھیں کہ آپ کا کامیابی کا معیار کیا ہے تاکہ اس کے لیے آپ کوشش کریں' Strive کریں۔ اور جب تک یہ فیصلہ نہ ہو تب تک کامیابی خطرے کا نام ہے۔ اب آپ یہ بات طے کرلو' یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ آپ کامیابی کا جو بھی تصور دے رہے ہیں وہ تو موت سے پہلے تک کی کامیابی ہے۔ اس کے بعد ایک ایسی لائن آ جاتی ہے جس سے آگے آپ جا نہیں سکتے۔ تو ساٹھ سال کے اندر آپ نے جو کچھ حاصل کرنا ہے اس کا نام ہے کامیابی۔ اور پھر آپ نے اس سب کو چھوڑ کے بھی جانا ہے۔ تو یہ ہے کامیابی حاصل کرنا اور کامیابی کو چھوڑ دینا۔ یہ اس لیے ہے تاکہ آپ خوشی سے اللہ کے حوالے ہو جائیں۔ یہاں بھی خوش خوش رہیں اور خوش خوش آگے جائیں۔ تو یہ کامیابی ہے۔ آپ نے ابھی کہا ہے کہ آپ کو میری سب باتیں سمجھ آ گئی ہیں اور اب میں آپ کو اگلی بات بتاؤں۔ میں

یہ کہہ رہا ہوں کہ جھوٹے ماحول میں شہرت حاصل کرنا بدنامی کا باعث ہے۔ میں یہ کہتا آ رہا ہوں۔ اور یہ کہ شہرت سے گریز کرنے کی خواہش کسی میں نہیں ہے یعنی کہ جھوٹے ماحول میں شہرت حاصل کرنے کی تمنا جو ہے یہ بدنامی کی تمنا ہے۔ اگر جھوٹے لوگ کسی کی بہت عزت کرتے ہیں تو پھر کیا ہوا۔ جب تک ماحول اچھا نہ ہوگا اچھا آدمی اس مشکل میں ہوگا کہ وہ خود کو کامیاب کہے۔

اب آپ کوئی اور سوال پوچھو_____ کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں حنیف صاحب!

سوال:

ذہن میں تو باتیں آتی رہتی ہیں مگر کہنا نہیں چاہتا۔

جواب:

کیا ذہن میں کوئی کہنے والی بات نہیں آئی؟ سُننے والی بات تو آئی ہے؟ کسی اور کے ذہن میں کوئی بات ہو تو_____

سوال:

میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے کا دور ایک لحاظ سے جعلی اور جھوٹا تھا لیکن اس لحاظ سے بالکل سچا تھا کہ اس میں اقبالؒ بھی ابھرے، قائداعظمؒ اور محمد علی جوہرؒ بھی اُبھرے اور ایک اعتبار سے گاندھی اور نہرو جیسے لوگ بھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ ماحول جیسا بھی ہو، اگر آدمی سچا ہے تو وہ اُبھرے گا۔

جواب:

آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر آدمی سچا ہے تو وہ ماحول میں اُبھرے گا۔ سیاست کے میدان میں آپ یہ دیکھیں کہ اُبھرنے والے کے مقابلے میں جو دوسرا اُبھرنے والا ہوتا ہے وہ کون ہوتا ہے؟ یعنی کہ دو ستارے برابر کے اُبھرتے ہیں' آمنے سامنے کھڑے ہوتے ہیں' ایک آدمی اُبھرتا ہے اور دوسرا اس کے سامنے اُبھر جاتا ہے۔ دونوں بیک وقت سچے نہیں ہو سکتے کیونکہ مخالف ہیں۔ یہ اچھا ہوا کہ آپ نے پاکستان کی تاریخ دُہرا دی۔ اس سے پہلے دور کی بات ابھی رہنے دو۔ آپ کے سامنے ایک دور آیا' قائداعظمؒ کے دور کے بعد جتنا دور آیا' ہر دور کو لوگوں نے سماجی طور پر رَد کیا۔ مارشل لاء' پھر مارشل لاء' اور پھر مارشل لاء۔ ایوب صاحب آئے اور انہوں نے ایک اور لیڈر کو جنم دیا اور ان کی زندگی میں جو عبرت نامہ آیا وہ آپ سب کو معلوم ہے۔ اس کے بعد والے کے ساتھ جو ہوا وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ ایک آدمی جو کہ کتنا ہی فیمس تھا' Well Known تھا' لوگ عزت کرتے تھے' ایک گروہ نے نظامِ مصطفیٰؐ کے نام پر اس کے خلاف ستارے بنا لیے۔ کامن مَین' جس کو ہم یہ فارمولا دینا چاہیں گے کہ یہ کامیابی ہے' وہ بیچارہ پریشان ہو جائے گا کہ اصل کامیابی کیا ہے' سماج میں کس کا مقام ہے۔ ہمارے پاس عزت والا ایک آخری نام تھا یعنی نظامِ مصطفیٰؐ تو لوگوں نے کامن مَین کو اس نام پہ چلا دیا اور وہ یا رسول اللہ کہتا ہوا کہاں سے کہاں گزر گیا۔ اس لیے کامیابی جو ہے یہ سماج کی تسلیم کا نام نہیں ہے۔ اس کو اگر آپ مانیں گے تو ساری Divine Wisdom اور Divine Interference ختم ہو جائے گی اور

پیغمبر کا تصور گمنامی میں چلا جائے گا۔ پیغمبر تو اس وقت پیغمبر ہو گا جب اس کو ماننے والے ہوں گے۔ ہر پیغمبر کے ماننے والے اپنے دور میں اقلیت میں رہے اور پیغمبر پھر بھی پیغمبر رہے۔ یعنی کہ ہر دور کا پیغمبر۔ نوح علیہ السلام نے نو سو سال یا غالباً چودہ سو سال اللہ کی خدمت کی اور ان کے ماننے والوں کی کل کائنات ایک کشتی میں سوار تھی۔ یہ ان کے ماننے والوں کی تعداد تھی۔ نو سو سال میں کتنے آدمی ایمان والے ہونے چاہییں؟ اگر سال میں ایک آدمی مسلمان ہو جائے تو کتنے ہی بن جائیں گے۔ اور اس زمانے میں کشتی میں نو سو آدمیوں کا بیٹھنا بڑا مشکل تھا۔ لہٰذا بات کچھ اور ہے۔ تو آپ اپنے اس فارمولے کو نکال دو کہ سماج کی اکثریت یا عوام کی اکثریت کسی کی صداقت کا ثبوت ہے' یا کسی کی کامیابی کا ثبوت ہے' یا کسی کے بہتر ہونے کا ثبوت ہے۔ جھوٹا آدمی جھوٹے سماج میں اس طرح اُبھر کے آتا ہے جس طرح ایک مشہور بلکہ بدنامِ زمانہ ڈاکو اُبھر کے آتا ہے' یا ایک اندیشہ اُبھر کے آتا ہے۔ ملکی سیاست میں دیکھو۔ کبھی کبھی ایسا اندیشہ اُبھر کے آئے گا کہ آپ کو محسوس ہی نہیں ہو گا کہ کیا ہے۔ لوگ اس کے پیچھے لگ جائیں گے اور بعد میں پتہ چلے گا کہ ۔

وہ غارت گرِ ایماں نکلا

ایسا ہو سکتا ہے۔ اب آپ کا فارمولا Change ہو جانا چاہیے کہ سماج میں عزت جو ہے یہ کامیابی کا مقصد نہیں ہے۔ کامیاب وہ ہے جو عِند اللہ کامیاب ہو یا عِند الضمیرِ ذات کامیاب ہو۔ اب آپ فیصلہ کر لیں۔ ہم آپ کو گفتگو کا جو پہلا حصہ بتا رہے تھے' جو آپ کے سوال کے جواب میں تھا' وہ یہ تھا کہ آپ کے ضمیر کو

زندہ کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ضمیر آپ کا ساتھ دینا شروع کر دے تاکہ آپ اپنے ضمیر سے اپنے عمل کا فیصلہ کرنا جلدی جلدی سیکھ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو سماجی Recognition کا انتظار ہو۔ وہ Recognition بھی ہوتی ہے۔

میں پہلے بتا رہا تھا کہ آپ نے جتنے بھی کامیاب چھوٹے چھوٹے عمل کیے آج وہی عمل آپ کے ناسُور ہیں۔ مثلاً وہ عمل جس میں آپ کی محبت کا دخل ہے' اب اُس کے بارے میں کہتے ہیں کہ کچھ نہ پوچھو' وہ انسان پریشان کر گیا جو کہ ہمارا دوست تھا۔ تو یہ آپ کے اعمال کے نتیجے ہیں' آپ کے واقعات کے نتیجے ہیں۔ آج دیکھو کہ پچھلے دور کی ابتلا جو ہے وہ نئے دور میں نئے سرے سے جنم لیتی ہے۔ دَور ختم ہو جاتا ہے لیکن مصیبت ختم نہیں ہوتی۔ وہ بندہ چلا گیا لیکن اس کی دی ہوئی مصیبت اب تک آپ کے پاس ہے۔ تو یہ عجیب کہانی ہے۔ آپ اس کو کسی طریقے سے توڑیں۔ لگتا ہے کہ ابھی تک ہم سوال بنا رہے ہیں اور جواب نہیں دے رہے۔ سوال یہ بنا کہ انسان کرے تو کیا کرے؟ کامیاب کس کو کہتے ہیں؟ ایسا نہ ہو کہ آپ کنکریاں اکٹھی کر لیں' ایسا نہ ہو کہ آپ سانپ اکٹھے کر لیں' ایسا نہ ہو کہ آپ غلطیاں اکٹھی کر لیں۔ دوزخ میں جانے والے سے اگر پوچھا جائے کہ یہاں آنے کا کیا سبب ہے تو وہ کہے گا کہ میرے سارے گناہ کامیاب ہو گئے تھے' کوئی ناکام نہیں ہوا' اگر کچھ ناکام ہو جاتے تو شاید میں یہاں نہیں آتا۔ تو گناہ کے ناکام منصوبے والے جنت میں چلے جائیں گے اور کامیاب گناہ والا آگ میں جائے گا۔ لہٰذا کامیابی مقصد کا نام ہے۔ اگر مقصد بُرا ہے تو کامیابی بُری ہے اور اگر مقصد اچھا ہے تو ناکامی بھی اچھی ہے۔ تو آج کی گفتگو کا

پہلا حصّہ یہ ہے۔ یہ پہلا حصّہ ہے اور یہاں سے بات چلے گی ____

اب آپ کا مقصد کیا ہے؟ اب یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ کامیابی کیا ہے۔اب یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم جس چیز کو کامیابی کہہ رہے ہیں اس کی تلاش اور اس کا حصول ہماری کوشش کہلاتا ہے۔اس کامیابی کا آپ جو سفر کر رہے ہیں اور اس کے لیے جتنی کوشش آپ کر رہے ہیں یہ آپ کی زندگی کا عمل ہے۔تو کامیابی آپ کی منزلِ مقصود ہو سکتی ہے۔ تو کامیابی کو Determine کیے بغیر، Define کیے بغیر آپ کوشش نہ کرنا۔ایک ایسی کامیابی جس میں ایک کافر بھی کامیاب ہو اور ایک مومن بھی کامیاب ہو، یہ کامیابی اگر برابر کی ہے تو اس سے بچو۔ایسی ترقی جو کافر کے پاس ہو تو بھی ترقی کہلائے اور مومن کے پاس ہو تو بھی ترقی کہلائے، اور اس کے اندر ایمان کا فرق نمایاں نہ ہو سکے تو یہ کامیابی جو ہے اس سے بچنا چاہیے۔بات سمجھ آئی؟ کہ جو چیز کافر کے پاس ہو اور وہ کامیاب کہلائے، مومن کے پاس ہو تو وہ کامیاب کہلائے، تو کامیابی کا یہ معیار غلط ہے۔ کامیابی وہ ہے جس میں آپ کا تشخص برقرار رہے۔اگر آپ دنیاوی ترقی کریں جیسا کہ کافر کرتا ہے اور اس میں آپ کا ایمان نہ ہو تو وہ ترقی جو اس کے برابر کے معیار میں ہے وہ ہمیں قبول نہیں ہے۔ دین کو بیچ کے اگر دولتِ دنیا ہمیں مل جائے تو ہمیں قبول نہیں ہے، ہر چند کہ دنیا میں یہ ضروری ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز ہے جو آپ کو اضافی ملی ہوئی ہے تو آپ اسے ضائع کیوں کرتے ہیں۔تو یہاں آپ اپنے کام کریں اور عاقبت خراب نہ کریں۔ بڑی آسان سی بات ہے۔آپ وہ حاصل کریں جو حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اس جواز کے

ساتھ کہ یہ ہمارے اللہ کی دی ہوئی ہے' محنت ہماری ہے لیکن نام اللہ کے ہے۔ حاصل اپنا ہے اور نام اللہ کے ہے۔ اسے اپنی ذاتی کاری گری نہ سمجھنا۔ آپ تو وہ ہیں جو پچاس سال بھی لگے رہیں مگر اپنے گھر سے آپ مکھی نہیں ہٹا سکتے۔ آپ کی کاریگری تو اتنی ساری ہے۔ آپ کی کائنات میں قوتِ بازو کُل اتنی ہے کہ پچاس سال کی مسلسل محنت کے بعد اپنے گھر سے' جس پر آپ کا قبضہ' اختیار ہے' مکھی مچھر ختم نہیں کر سکتے۔ آپ کا شہر مٹی سے بچ نہیں سکتا۔ مقصد یہ کہ آپ زندگی کے سارے راز جانتے ہیں مگر موت کے راز کا پتہ نہیں۔ اس طرح زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اتنا لمبا ہنگامہ ہے ہی نہیں۔ تو اپنی زندگی کو کسی ایسے مقصد میں مبتلا کرو جس میں آپ کا دین محفوظ رہے۔ دین کا آپ کو پتہ ہے کہ یہ کیا ہے' اسے اور Define تو نہیں کرنا۔ ورنہ جو سیکولر کامیابی ہے اس سے آپ گریز کریں' بچ جائیں۔ یا پھر سیکولر کامیابی حاصل کر کے کسی طریقے سے اسے کلمہ پڑھا دو۔ تو آپ کے لیے یہ کامیابی ہونی چاہیے۔

سوال:

دو انسان ڈاکٹر ہیں' ایک کافر ہے اور دوسرا مومن' مگر کافر ڈاکٹر بھی بہت کامیاب ہے' وہ بھی شفا دیتا ہے۔

جواب:

ڈاکٹر کی شفایابی اور اس کا دستِ شفا ہو جانا' یہ Sufficient نہیں ہے۔ امریکہ ایک ملک ہے جو ساری دنیا کو پیسہ دیتا ہے' قرضہ دیتا ہے۔ اس کے اس طرح مخیرّ ہونے سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ فلاح پا گیا بلکہ وہ تو ہم قطعاً نہیں

مانتے۔ یعنی کہ خیرات دینا' لون دینا' فنڈ دینا یا ایڈوانس دینا یا کچھ معافی دے دینا' اس سے مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بہتر ہو گیا۔ بُرا آدمی بُرا ہے۔ اب اچھائی یا برائی کو آپ سماجی Morality میں نہ ماپیں۔ پھر آپ مجھے کہتے ہیں کہ آپ کی پہلی باتیں سمجھ آ گئی ہیں لیکن وہ پہلی بات بھی سمجھ نہیں آئی۔ میں نے کہا تھا کہ Morality اور Religion میں یہ فرق ہے کہ اگر Morality میں Divinity شامل کریں تو پھر Religion بنتا ہے۔ آپ صرف Morality تک رہتے ہیں اور Divinity کو شامل نہیں کرتے۔ آپ اچھے کو ضرور اچھا کہیں اور بُرے کو بُرا کہیں لیکن یہ اچھا بُرا اللہ کے حوالے سے سمجھیں۔ اب آپ بتائیں کہ جو مریض کا علاج کرتا ہے' اس کے جسم کا علاج کرتا ہے اور اس میں روحانی ابتلاء پیدا کر دیتا ہے' گناہ ثواب کی باتیں ختم کر دیتا ہے' اسے گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے تو اس آدمی نے انسانیت کی کتنی خدمت کی؟ انسانیت کی خدمت جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے کرو اور اللہ کے پیغمبروں کے حوالے سے کرو۔ اب بتاؤ کہ انسانیت کی خدمت کیا ہوتی ہے؟ انسانوں کو گم راہ کرنا تو خدمت نہیں ہے۔ غریب کو اگر غریبی کے حوالے سے گمراہ کر دو تو یہ تو خدمت نہ ہوئی۔ اگر کر سکتے ہو تو غریب کی ویسے ہی خدمت کر دو' اپنی طرف سے۔ اب آپ کا سوال کیا ہوا؟ کہ ایک ڈاکٹر کافر ہے' وہ میڈیسن اچھی طرح جانتا ہے' مومن جو ہے وہ اچھی طرح نہیں جانتا' کافر جو ہے سچ بولتا ہے' کافر جو ہے وہ جھوٹا وعدہ نہیں کرتا' لیکن کافر' بہر حال کافر ہے۔ مومن اگر اچھے کام نہیں کرتا تو بہر حال غلطی کرتا ہے' اُسے سزا دو۔ مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ایمان سے کفر بہتر ہے۔ ہمارا ایمان میں کم ہونا' یہ

الگ مسئلہ ہے۔ ہمارے پاس وہ ایمان نہیں آیا یا ہم اس ایمان میں داخل نہیں ہوئے' ہمارے پاس سچا ڈاکٹر پیدا نہیں ہوا' مومن ڈاکٹر پیدا نہیں ہوا کہ وہ ڈاکٹر بھی ہو اور مومن بھی ہو۔ اللہ کرے ہمارے بچوں میں پیدا ہو جائیں۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ کافر ڈاکٹر اچھا ہے۔ کافر جو ہے وہ ڈاکٹر کے طور پر اچھا ہو سکتا ہے' ہزار بار اچھا ہو سکتا ہے' آپ اس سے علاج کرائیں' ہم منع نہیں کر رہے۔ آپ انگریزوں کی بنائی ہوئی چیزیں استعمال کرو' ہم منع نہیں کر رہے۔ لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مذہب سے لامذہب بہتر ہے۔ تو یہ نہیں کہہ سکتے۔ تو اتنی سی بات ہے' ہم اور کیا کہہ رہے ہیں۔ اب آپ کا یہ مسئلہ طے ہو گیا کہ کامیابی یہ ہے کہ اللہ کے حکم اور اس کے حبیب ﷺ کے احکامات کے قریب قریب زندگی بسر کرنا۔ دور رہنے والا چاہے دنیاوی طور پر جتنا بھی کامیاب ہو ہم اس کو کامیاب نہیں کہتے۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ کامیابی یہ ہے کہ یہ زندگی بھی ٹھیک ہو اور اس زندگی کے بعد ایک زندگی ہے' ایک مابعد ہے' وہ بھی ٹھیک ہو۔ اس زندگی پر ہم ایمان رکھتے ہیں اب نئے سرے سے آپ نے ایمان تو نہیں لانا کہ ہم Hereafter پر یقین رکھتے ہیں' ایمان رکھتے ہیں کہ بعد میں ایک مقام آئے گا____

اب آپ بتاؤ کہ سوال کیا ہے____ اب سوال پیدا ہونا چاہیے____ پہلے آپ کی بے سوالی نقلی تھی۔ سوال اب موجود ہے۔ پوچھو____ حنیف صاحب آپ بولو۔ ایسا سوال پوچھو کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری زندگی بھی کامیاب ہو اور ہمارا اسلام بھی محفوظ ہو۔ یہ نسخہ میں

آپ کو بتاتا آ رہا ہوں' بڑی دیر سے بتاتا آ رہا ہوں_____ اب سوال کرو_____

سوال:

سوال آپ نے اس طرح بنا دیا ہے کہ اسی سوال میں ہی جواب ہے کہ زندگی ایسے گزارو کہ دین اور دنیا دونوں کامیاب ہوں_____

جواب:

آپ جو پیچھے بیٹھے ہیں وہ بھی بولیں۔

سوال:

دین اور دنیا دونوں کو ساتھ چلانا بڑا مشکل ہے؟

جواب:

ہاں' یہ بڑا مشکل ہے۔ اسی مشکل کو آسان کرنے کا تو ہم نسخہ بتا رہے ہیں۔

سوال:

وہ تو ضرور بتائیں۔

جواب:

بات صرف اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کا جو عمل ہے کسی انسان کے سامنے اس کی وضاحت کرنے کی ضرورت کوئی نہیں۔ اللہ کو ماننے کا عمل یہ ہے کہ اللہ کو مانتے جاؤ۔ اللہ کو ماننے میں آپ کے لیے کوئی دِقت نہیں ہے۔ اللہ کو آپ نے ماننا ہے۔ آپ کا دین بہت آسان ہے کہ اللہ کو صرف ماننا ہے اور اُسے جاننے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ یعنی صرف ماننا ہے کہ اللہ اس کائنات کا خالق ہے اور

اپنی مخلوق سے ہمہ حال باخبر ہے' وہ بندے کو بھیجنے پر قادر ہے اور اُسے واپس بُلا لینے پر ہر حال میں قادر ہے۔ ہر ایک کو رزق دینے پر قادر ہے اور رزق دیتا ہے۔ رزق پیسے کا نام بھی ہے' آنکھوں کی بینائی کا نام بھی ہے' ذہن کے خیال کا نام بھی ہے' آپ کی رگوں میں چلنے والے خون کا نام بھی ہے' آپ کی روح کا نام بھی ہے' دل کا نام بھی ہے ایمان کا نام بھی ہے۔ یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ دیتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہے اس چیونٹی کے حال سے بھی باخبر ہے جو سیاہ رات میں کالی چٹانوں پر رات کے پچھلے پہر چل رہی ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ اس میں کوئی دِقت نہیں ہے۔ یہ جو میں نے بیان کیا ہے آپ اس کو مان لو۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ دنیا بنائی ہے تو اس کے اندر وہ گمراہ کرنے والا اور اصلاح کرنے والا بھیجتا رہتا ہے۔ اب یہ نہ کہنا کہ برائی ہو جاتی ہے یا اصلاح ہو جاتی ہے' اس کو چھوڑ دو۔ گمراہ کرنے والا بھیجا گیا' اب اس کو Foreign element سمجھو۔ گمراہ کرنے والے کو ایک الگ ایجنسی بنا دیا گیا' اس کو شیطان کہہ دیا گیا۔ اور اصلاح کرنے والے کو آپ پیغمبر کہہ لو۔ ہم انسان ہیں اور یہ دونوں طاقتیں ہیں۔ کبھی وہ Temptation دیتا ہے اور کبھی پیغمبر آ کے اصلاح فرماتے ہیں۔ انسان کبھی گناہ میں ہوتا ہے اور پھر توبہ کر کے واپس آ جاتا ہے' کبھی اس کنارے' کبھی اس دیوار سے ٹکراتا ہے' یوں ٹکراتے ٹکراتے سماج کی زندگی بسر ہوتی جا رہی ہے۔ کوئی پہلے مر گیا' کوئی حالتِ گناہ میں مر گیا اور کوئی حالتِ توبہ میں مر گیا۔ یہاں ہم نصیحت یہ کر رہے ہیں کہ آپ حالتِ توبہ میں مرنا۔ کامیاب نسخہ یہ ہے کہ جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ توبہ کر لے تاکہ اس کو موت حالتِ گناہ میں نہ۔

آئے۔ یہ By the way ایک الگ نسخہ ہے کیونکہ حالتِ توبہ میں مرنے سے بخشش کے امکان ہو سکتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ جو چیزیں بھیجی ہیں' ایک تو ابلیس کو بھیجا جو ہمیشہ سے آ رہا ہے اور پھر اس کے پیغمبروں نے اصلاح کی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی اس دنیا میں اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ اب یہاں پر یہ راز ہے کہ اگر اللہ یہ کرنا چاہتا ہے تو کر لے۔ اللہ سب کو مسلمان بنانا چاہتا ہے تو بنا لے۔ کیا بنا نہیں سکتا؟ ضرور بنا سکتا ہے۔ کیا قادر ہے؟ ضرور ہے۔ کیا وہ نہیں چاہتا؟ چاہتا بھی ہے' قادر بھی ہے مگر یہ کرتا نہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس نے یہ کام تم پر چھوڑا ہوا ہے۔ یہ چھوٹی سی بات ہے کہ اگر وہ چاہے تو یک لخت سب کو دین عطا فرما دے۔ آپ کا مسلمان ہونا ایک حادثہ ہی ہے ناں۔ ایمانداری سے بتاؤ۔ آپ نے اس کے لیے کون سی انویسٹمنٹ کی ہے۔ کافر کا کافر ہونا بھی ایک حادثہ ہے۔ تیسرا حادثہ یہ ہو سکتا ہے کہ سارے کافر ہو جائیں۔ چوتھا حادثہ یہ ہو سکتا ہے کہ سارے مومن ہو جائیں۔ ایسا ممکن تو ہے۔ اللہ تعالیٰ اس چیز کو انجوائے کرتا ہے کہ اس نے کچھ لوگوں میں ایمان رکھ کے انہیں چھوڑ دیا اور کچھ لوگوں میں اس نے کفر رکھ کے چھوڑ دیا' چلو اپنا اپنا کام کرو۔ دنیا تو میلہ ہے' رونق ہے' اِدھر چرچ بنا دیا' اُدھر مسجد بنا دی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اپنے اپنے دین میں رہ کے منافق کون ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ ممکن ہے کافر بچ جائے' بخشا جائے' مومن کا بھی ممکن ہے کہ بخشا جائے لیکن منافق کا بخشا جانا ناممکن ہے۔ منافق وہ ہے جو اسلام میں رہے اور اسلام سے بیزار ہو۔ ایسا شخص نکل جائے تو بہتر ہے۔ بے شک کافر ہو جائے۔ اگر کافر ہونا گوارا نہیں ہے' اسلام میں رہنا مشکل نظر آ رہا ہے تو یہ

کھری منافقت ہے۔ اور کسی مذہب میں یا کسی سماج میں ایسے شخص کی بخشش کا کوئی مقام نہیں۔ یہ تو ایسے ہے کہ انسان ایسے گھر میں رہے جس گھر سے نفرت ہو' اور ایسے حال میں رہے جو حال خود اس کو ناپسند ہو۔ اس لیے اے صاحبانِ عقل و بصیرت! آپ نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کس حال میں ہیں۔ اگر اسلام میں ہیں تو پھر پکے رہیں۔ اگر نہیں ہو تو اس کو چھوڑ دیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ضرور اسلام میں داخل ہوں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی بات پسند نہیں آتی تو کافر ہونا منافق ہونے سے بہتر ہے۔ میں تو بالکل اور علم بتا رہا ہوں ______

بہرحال یہ دو طاقتیں آئیں' پیغمبر اور شیطان۔ بات چلتی رہی۔ اللہ نے مداخلت کرنا نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ بڑا خوش ہوتا ہے کہ چار بندے کلمہ پڑھ جائیں۔ لیکن اس کی کائنات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کروڑ ہا مخلوق کافر ہو کے چلی گئی۔ اسلام سے پہلے بھی چلے گئے' پتہ نہیں کہ کوئی تھا بھی کہ نہیں۔ آپ کے لیے خوشی کی بات ہے۔ آپ اپنے جذبۂ شوق کو آزمائیں۔ یہ آپ کی زندگی ہے۔ اگر محبت کی کمی آ جائے' زندگی میں تھوڑا سا فاقہ آ جائے تو آپ جذبۂ دل کو آزماتے رہتے ہیں' اِدھر آزماتے ہیں' اُدھر آزماتے ہیں' تاکہ کچھ نہ کچھ واقعہ ہونا چاہیے۔ اگر آپ کی Speech میں کمی آ جائے تو پھر کوئی پلیٹ فارم مل جاتا ہے' پیسے اگر گنتی میں کم ہو جائیں تو کچھ اور جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو آپ ایمان کے حوالے سے جذبۂ شوق کو آزمائیں آپ اپنے ایمان کو آزمائیں کہ یہ کیسا ہے۔ کسی کو اُس کے رب سے بے یقین نہ کرنا۔ ایمان کی میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ اپنے رب پر بھروسہ رہنے دو۔ ایک ہے شیطان کی طاقت اور دوسری ہے پیغمبروں کی طاقت

اور انسان درمیان میں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش ہی نہیں کرنا بلکہ اپنا فرض بھی پورا کرنا ہے کہ آپ اپنے ایمان کو آزمائیں' آپ لوگوں کے لیے خیر خواہی کا پیغام دیں۔ اب اگر یہ ایک بار زندگی میں آ گئی تو پتہ چل جائے گا کہ کامیابی کا معیار کیا ہے اور کامیاب انسان کون ہے۔ دین میں دنیا کی کون سی بات مشکل ہے؟ کوئی مشکل نہیں ہے۔ آپ اپنے کمزور حالات میں بھی اللہ کو یاد رکھیں۔ غریب اگر اللہ کے قریب ہے تو بہت بہتر ہے۔ آپ غریبی کو ضرور دور کرو' ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ غریب رہو' حالات کو بھی ٹھیک کرو' پیسے کو بھی ٹھیک کرو اور خیرات بھی کرو مگر یہ نہ ہو کہ ماننے میں دِقت ہو۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیسہ نہیں دیا تو یہ بھی مان لو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پیسہ چھینا بھی نہیں ہے۔ آپ کماؤ جو مرضی کماؤ مگر جس طرح ماں باپ کا شکریہ ادا کرتے ہو آپ اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا کرو' اس کے قریب رہو اور یہ کہو کہ یا اللہ تعالیٰ ہمیں باقی دین کا تو پتہ نہیں لیکن یہ جو آنکھوں میں بینائی ہے اس کا شکریہ۔ اس طرح آپ کا ایمان پورا ہو جائے گا۔ اگر آپ میں آئینہ دیکھ کر غرور پیدا ہو جائے تو اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ آپ نے خود تو اپنی شکل نہیں بنائی۔ کیا آپ کو اپنی زندگی میں کوئی چیز اچھی لگتی ہے؟ کوئی تو اچھی لگتی ہو گی۔ تو جو چیز اچھی لگتی ہے اس کا شکر ادا کرو۔ اور اس شکر کے لیے اللہ کو اپنا شکر بھیجو۔ یا رب العالمین تیری مہربانی ہے' میرے قریب کے لوگ چلے گئے' مر گئے' میں ابھی نہیں گیا' یہ بھی تیری مہربانی ہے۔ اگر اس کی کسی مہربانی کا شکر ادا کر لو تو ایمان پورا ہو جائے گا۔

سوال:

اگر ایسی بات ہے جو آپ بتا رہے ہیں تو پھر لوگ کیوں کہتے ہیں کہ مسلمان ہونا مشکل ہے؟

جواب:

یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان ہونا مشکل ہے تو دراصل لوگوں نے مسلمان ہونے ہی نہیں دیا لوگوں کو۔ وہ ٹھیک کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی میں تمہارا مسلمان ہونا مشکل ہے۔ اصل بات یہ ہے' فقرہ یہ ہے۔ آپ نے ان کی بات کا پورا ترجمہ نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ہیں تو تم جنت میں نہیں جاسکتے۔ تو وہ آدمی جواب دیتا ہے کہ تم ٹھیک کہتے ہو کیونکہ تم نے خود جنت میں نہیں جانا۔ آپ سارے سمجھ دار ہیں۔ ایک Logical بات ہے کہ جب کوئی نیا دین آئے گا اور لوگوں کو قریب بلائے گا تو کیا ڈرانے کے لیے بلائے گا؟ وہ تو مٹھائی لائے گا' وہ تو ان کو Temptation دے گا' ان کو کہے گا کہ زندگی بھی اچھی ہوجائے گی' آخرت بھی اچھی ہوجائے گی۔ یہی کہے گا ناں۔ یہ جو ڈر کا پہلو ہے یہ بعد کے واقعات ہیں۔ یہ ڈر مسلمانوں نے دوسرے مسلمانوں کے لیے پیدا کیا۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو آگ سے ڈرا رہا ہے تو جنت میں پھر کون جائے گا؟ مسلمان مولوی ان لوگوں کو مسجد میں کھڑا ہو کے ان لوگوں کو ڈرا رہا ہے جو آئے بیٹھے ہوتے ہیں بیچارے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج پھر کس منہ سے مسجد میں آگئے ہو' تمہیں شرم آنی چاہیے' کل تم نہیں آئے تھے۔ بعض مولوی عید پڑھنے والوں کے لیے یہ تقریر کرتے ہیں کہ روزوں میں تو

نہیں آیا' ساری تراویح تو نہیں آیا اور آج کس منہ سے آ گیا______ مطلب یہ کہ آپ کو ڈرایا ہے مسلمانوں نے۔ آپ کو ڈرایا آپ کے ظالم انجام نے۔ آپ کو ڈرایا حبِ دنیا نے۔ دنیا کی محبت آپ میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ تباہی کہاں سے ہوئی ہے؟ ایک ظالم آدمی' رشوت لینے والا' ناجائز کمائی کرنے والا یہ کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر مہربانی کی ہے۔ تب غریب آدمی کہتا ہے کہ اگر اللہ بھی اسی کا ہے تو پھر میرا اللہ کون ہے۔ غریب کو ان لوگوں نے ایک نئے اللہ کا تصور دے کے اس کو اللہ کے تصور سے محروم کر دیا۔ یہ ساری شرارت یہاں پہ ہوئی ہے۔ آپ نے اس کو ایسا اللہ بنا کے دے دیا کہ اللہ امیروں کا ہے۔ رشوت کے پیسے ہوتے ہیں' ناجائز کمائی ہوتی ہے اور وہ حج کرنے چلا گیا' روز عمرہ کرنے چلا گیا۔ غریب آدمی کہتا ہے کہ میرے مولا بلا لو مدینے مجھے۔ مدت سے وہ تڑپ رہا ہوتا ہے۔ سارے سماج میں کسی نے اس کی Help نہیں کی۔ غریب کو جب یہ پتہ چل جائے کہ اللہ امیروں کا ہے تو غریب تو ویسے ہی مر گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے امیر آدمی سے اللہ کا بیان چھین لو' جھوٹے عالم سے اللہ کا بیان چھین لو' اس کو مصلّے سے ہٹا دو لیکن خود بھی تو مصلّے پہ چڑھو۔ یہ نہ کہنا کہ وہ جھوٹا ہے اور میں سچا ہوں لیکن میں مصلّے پہ چڑھوں گا نہیں اور اسے آنے نہیں دوں گا۔ تو یہ ہے One world dead and other powerless to be born تو وہ طاقت پیدا نہیں ہوگی۔ اللہ کو ماننے والے مصلّے پہ کیوں نہیں چڑھتے۔ آپ اذان دو' پھر دیکھو کہ کیسے ایمان پیدا ہوتا ہے۔ یہ تو سب کہتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔ تو جھوٹے کو نکال دو اور سچا آدمی اذان کہے۔ یہ نہ کہنا کہ وہ جھوٹا ہے' اس لیے اذان

کے قابل نہیں ہے اور ہم تو ویسے ہی اس قابل نہیں ہیں۔ ہم معذرت میں ہیں۔ نتیجہ کیا ہوگا؟ سب خالی۔ یہ ہے مسلمانوں کا حال۔ مسلمانوں کو مسلمانوں نے ہمیشہ نقصان پہنچایا۔ اب میں ایک ایسی بات کرنے لگا ہوں' آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کیا بات کرنے لگا ہوں۔ کہ اللہ کو ماننے سے آپ کی ذاتی' گھریلو زندگی میں کوئی فرق تو نہیں پڑتا' کوئی چیز آپ کے ہاتھ سے چلی تو نہیں جائے گی۔ تو آپ اللہ کو مان لیں۔ فرض کریں ہم سب اجنبی ہیں' اس دنیا میں نو وارد ہیں' تو اللہ کو سب مانیں کہ اللہ خالق کائنات ہے۔ آپ کہیں کہ ہم مانتے ہیں۔ کیا کائنات آپ لوگوں کی تخلیق ہے؟ کیا سورج چاند آپ نے تو نہیں بنائے؟ تو جس نے یہ بنائے ہیں اس کا نام ہے اللہ۔ اب اس کو ماننے میں کیا دِقت ہے۔ تو اس کائنات کا مالک اللہ ہے' خالق اللہ ہے' ہمارا مالک اللہ ہے' ہمارا خالق اللہ ہے' ہم یہاں اس کی مرضی سے آئے ہیں اور ہم یہاں سے بُلا لیے جائیں گے اس کے حکم سے۔ اتنی بات ماننے میں کوئی دِقت ہے؟ انسان کو اس کی بہبود کا راستہ دکھانے کے لیے اللہ نے جس کو نامزد فرمایا اس کو پیغمبر کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ آج کل نہیں ہے۔ باقی تو یہ ہے کہ آپ دفتر جائیں۔ کیا کسی خیال نے آپ کو دفتر جانے سے روکا؟ آپ جا سکتے ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری رسولؐ ہیں اور کائنات کے سب سے اشرف انسان ہیں۔ ساری دنیا اس بات پہ متفق ہے' کافر اور مومن سارے' کہ .The Best ever man جو ہیں وہ حضور پاک ﷺ ہیں۔ اس میں کسی کو شک نہیں۔ آپؐ واحد ذات ہیں جو صادق ہیں اور امین ہیں۔ کافر بھی یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کی بات سچ ہے' آپ کا فرمانا سچ ہے۔ یہ

بات ماننے سے آپ لوگوں کی ذاتی زندگی میں کوئی فرق پڑا ہے؟ آپؐ نے یہ فرمایا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یہ کتاب سچی کتاب ہے اور یہ قرآن پاک ہے۔ آپ اسے بوسہ دے کے سر پہ رکھ لیں۔ آپ عربی نہیں جانتے' چلو اس کے معانی پڑھ لیں' میں تفسیر پڑھنے کی دعوت نہیں دے رہا' آپ تفسیر مت پڑھو۔ کیا قرآن نے کہا ہے کہ آپ دفتروں میں نہ جایا کریں۔ آپ جا سکتے ہیں۔ یہ تو ماننے کی بات ہو گئی۔ پھر اپنی ذاتی زندگی کو مانو جو کہ گزری چلی جا رہی ہے۔ اس زندگی کو آسانیاں دو' دقت کیوں پیدا کر رہے ہو۔ آپ کو پتہ ہے کہ پریشانی کہاں پہ ہو رہی ہے؟ آپ مسلمان ہیں اور جب آپ تاریخ کا کوئی چیپٹر نکالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اول خلیفہ راشد نے یہ فرما دیا۔ یہ آپ کے اوپر نافذ الحال ہے۔ پھر دوم خلیفہ اور سوم خلیفہ کا حکم بھی نافذ الحال ہے۔ پھر خلیفہ چہارم علیہ السلام کا حکم نافذ الحال ہے۔ کربلا کا حکم نافذ الحال ہے۔ پھر امام اعظمؒ اور سارے آئمہ کرام کا حکم نافذ الحال ہے' غوث الاعظمؒ کا' خواجہ صاحبؒ کا' داتا صاحبؒ کا' حتیٰ کہ ہر بزرگ کا حکم آپ کے اوپر نافذ الحال ہے۔ اور زندگی آپ کے اوپر الگ سے نافذ ہوئی پڑی ہے۔ ایک چھوٹی سی زندگی جائے تو کہاں جائے۔ آپ کو دفتر بھی جانا ہے' زندگی گزری چلی جا رہی ہے' سمجھ نہیں آتی کہ کیا ہے' پیسے کم ہیں' خرچ زیادہ ہے' عقیدت آپ کے پاس تھوڑی سی ہے اور عقیدت کرانے والے زیادہ ہیں۔ میری بات مانو تو آپ کہو کہ اللہ سچا' اللہ کے حبیب ﷺ سچے اور اب آپ خود سچے بن جاؤ۔ آپ کو یہ راز بتا رہا ہوں اور آپ سمجھ نہیں رہے۔ تو ان تین کے حوالے سے زندگی گزارنا۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اگر حضرت امام غزالیؒ کا نام

آ جائے تو ان کو سلام کرو اور ان سے کہو کہ یہ تقلید کرنا میرا فرض نہیں' آپ کو امام غزالیؒ بنانے والے نے یہ بنا دیا اور مجھے وہ جو بنانا چاہے گا میں وہ بن جاؤں گا۔ کسی کو پڑھنے سے تو امامت کا مقام نہیں ملتا۔ سقراط نے کیا پڑھا تھا کہ وہ سقراط بن گیا؟ وہ پڑھتا پڑھاتا نہیں تھا بلکہ وہ تو خود سقراط تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اس سے پہلے ضرور کوئی سقراط تھا تو آپ کہو کہ اس سے پہلے کوئی سقراط نہیں تھا۔ وہ خود ہی سقراط تھا۔ وارث شاہؒ سے پہلے کون وارث شاہ تھا۔ وہ خود ہی تھا۔ اور آپ وہ آدمی ہیں کہ جب تک آپ کے پانچ سو استاد نہ ہوں تب تک آپ کو علم نہیں آتا۔ تو آپ علم میں اتنے غریب ہیں۔ یہ آپ کا حلقہ اربابِ ذوقیت جو ہے وہ آپ پہ سوار ہے۔ مثلاً ایک نے کچھ کہہ دیا تو دوسرا وہیں جان چھڑا گیا کہ بس اس نے یہ کہہ دیا ہے۔ بس ایک نام ایسا لے لیا کہ سب حیران پریشان ہو گئے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ نئی کتاب چھپی ہے' فرانس میں چھپی ہے' کیا بات ہے؟ اگرچہ اس بے چارے نے پڑھی نہیں ہے لیکن ٹائیٹل اور عنوانات کا نام لے کے سب کو ڈرا دیا۔ اور گھر آ کے امتحان میں فیل ہو گیا۔ تو آپ خدا کے لیے اتنی عقیدتیں بس کرو۔ بس اپنے آپ کو مانو۔ زندگی کا سمے گزرتا جا رہا ہے اس کو مانو

اب آپ دیکھو کہ اس سوال کی کیا نیچر ہے۔ سب کو سلام کرو۔ جب تک آپ اسلام میں کچھ نہ کچھ نہیں کرو گے تو آپ مسلمان بچ نہیں سکتے۔ سارے آئمہ کرام ٹھیک ہیں' بزرگانِ دین ٹھیک ہیں' ہم سب کو سلام کرتے ہیں مگر میری ایک زندگی ہے اور میں کتنے بزرگوں کو مایوس کروں۔ زندگی اپنے تقاضے لے کے کھڑی ہے' دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے کہ دیکھو بچے کو کسی جگہ داخل کرانا ہے' کسی کالج میں واقفیت

ہے؟ پھر یہ نہ کہنا کہ میں اس وقت امام غزالیؒ کو پڑھ رہا ہوں' "کیمیائے سعادت" پڑھ رہا ہوں۔ اب آپ کے مسائل اور طرح کے ہیں' وہ کتاب آپ کو کیا سعادت دے گی۔ اس لیے اے صاحبان ! آپ غور کرو کہ ماننے کے بعد ان بزرگوں کو آپ اللہ کے حوالے کرو اور آپ بھی ان کے حوالے ہو جاؤ۔ ان کو زیادہ جاننے کی کوشش نہ کرنا۔ مثلاً یہ کہ روحانیت کا کیا راز ہے' گیان کا کیا راز ہے' دھیان کا کیا راز ہے' کرشنا مورتی کیا کہتا ہے' وہ دوسرا کیا کہتا ہے_____ ہر آدمی آ کے نئی بات کرتا ہے۔ اب ایک جگہ پہ وابستہ رہو۔ Concentration کرو' زندگی گزارو تا کہ خیریت سے یہ سفر پورا ہو جائے' بقولِ حسنِ خاتمہ۔ تو زندگی میں دِقت نہ ہو۔

اب آپ سوال کرو۔ اشفاق صاحب آپ بولو_____ کوئی اور بولے_____

سوال:

اسلام کے حوالے سے زندگی کا مقصد کیا ہے؟

جواب:

ہم یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون عبادت کے لیے پیدا کیا۔ اب عبادت کی تشریح اور تفسیر جو ہے یہ لمبی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ میں نے عبادت کے لیے بھیجا۔ اس پہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر عبادت صرف مسجد میں خاص قسم کی Ceremony کرنے کا نام ہو تو جب یہ صلوٰۃ نافذ ہو گئی تو اس

کے بعد زندگی کی دِقت ختم ہو جانی چاہیے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ بڑی تکلیف ہے' اب عصر کی نماز ہونے والی ہے' اس کے بعد تکلیف ختم ہو جائے گی۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ دشمن نے حملہ کر دیا مگر کوئی بات نہیں کیونکہ مغرب کی اذان قریب ہے' مغرب ہو جانے دو پھر حملے والے غائب ہو جائیں گے۔ تو مسجد کے اندر بھی بم گر رہا ہے اور نمازی لوگ اپنے گھر اور وطن چھوڑ کے آپ کے پاس افغان ریفیوجی بنے بیٹھے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر اللہ کا عبادت کا مدعا یہی کچھ ہوتا تو زندگی نافذ نہ فرماتا۔ تو اس نے زندگی نافذ کر دی ہے اور آپ اس زندگی کو اس کے حکم کے مطابق گزارو تو یہی عبادت ہے۔ جو فنکشن اس نے عطا کیے ہیں اگر یہ پورے کرو تو عبادت ہیں۔ جھوٹ نہ بولنا اور جو چیز نہیں ہے اس کا اظہار نہ کرنا' جو چیز ہے اس کو چھپانا ناں۔ تو آپ اتنا کام تو کر لو۔ اللہ تعالیٰ کا دین سچا ہے اور جھوٹے آدمی کے پاس یہ دین آ نہیں سکتا۔ جھوٹا مولوی اگر سچا قرآن بولے گا تو قرآن کی تاثیر واپس لے لی جائے گی اور یہ تاثیر واپس ہو چکی ہے' آپ دیکھ رہے ہو' کہ قرآن بولا جا رہا ہے مگر تاثیر نہیں ہے۔ قرآن بھیجنے والے کا حکم ہے کہ اگر میں یہ قرآن پہاڑوں پر نازل کرتا تو وہ اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ اور آج کے مسلمان کو خوفِ خدا نہیں ہے' وہ قرآن کے نام پر قسم کھا جاتا ہے' جھوٹی قسم کھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ تاثیر واپس چلی گئی ہے۔ علم کتاب میں چلا گیا اور روحانیت مزار میں چلی گئی۔ تو آدمی جائے تو کہاں جائے۔ روحانیت کا آپ کو جب بھی شوق ہوگا تو کہاں جائیں گے؟ مزار پہ۔ اور علم کہاں ہے؟ کتاب میں۔ حالانکہ علم آپ کا نام ہونا چاہیے مگر آپ ابھی تک

طالب علم ہیں' کبھی تو آپ دین میں داخل ہو جائیں کہ جہاں سے اصلی علم آیا کرتا ہے۔ اور روحانیت بھی آپ کا اپنا نام ہونا چاہیے۔ پھر آپ کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ آپ بات پہ غور کر رہے ہیں؟ اس میں دقت کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کو عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ عبادت ہے اپنی ذات کے ساتھ صداقت۔ جس کو اللہ نے جو گفٹ عطا فرمایا وہ اس کی حفاظت کرے۔ جس کو اللہ نے کوئی صفت دی ہے وہ اس صفت سے ان لوگوں کی خدمت کرے جن کے پاس وہ صفت نہیں ہے۔ اس طرح عبادت پوری ہو جائے گی۔ آپ اپنے بزرگوں کا' جیسے اللہ نے کہا ہے ادب کرو اور احترام کرو۔ اس کے لیے اسلام کا منشا یہ ہے کہ الا لیعبدون آپ کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ عبادت اس صفت کی حفاظت ہے جو آپ کے نام منسوب کی گئی ہے۔ میں نے پہلے بتایا تھا کہ شاہین کا کام ہے پرواز کرنا اور شاہین اگر نماز ہی پڑھتا جائے اور پرواز نہ کرے تو پھر شاہین عبادت نہیں کر رہا۔ مردِ مومن اگر اندیشے میں مبتلا ہے تو مومن نہیں ہے چاہے وہ مسجد میں بیٹھا ہوا ہے۔ اگر اسے لاخوف کا مقام نہیں ملا تو سمجھو کہ اس کے ایمان میں کمی ہے کیونکہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون تو مومن کا Norm ہے۔ یعنی کہ اس کو آنے والے وقت کا خوف نہیں اور گزرے ہوئے کا ملال نہیں۔ تو آپ اتنی سی بات تو کرلو۔ یہ صرف ولی اللہ کا کام نہیں ہے بلکہ ہر آدمی کا کام ہے۔ تو جو آ رہا ہے اس کا خوف نہ کرو' وہ بہتر ہی آئے گا اور جو گزر گیا سو گزر گیا۔ آپ حال میں رہیں۔ مستقبل کو Discuss نہ کریں اور ماضی کو Discuss نہ کریں۔ تو آپ اتنی دیر میں اپنی یہ Activity کرلو کہ ماضی کو

چھوڑ دو، مستقبل کو چھوڑ دو اور حال کو دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے، یہ منظر دوبارہ پھر نہیں آئے گا۔ گزر جائے گا یہ سماں سارا۔ اب آپ مومن ہو گئے۔ مومن کون ہے؟ علیٰ حال، حال کے اندر ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی آدھی زندگی ماضی کا گلہ ہے اور باقی کی آدھی زندگی مستقبل کے خواب ہوتے ہیں، اور پھر انا للہ و انا الیہ ____ تو آپ مستقبل کے خواب چھوڑ دو، ماضی کی یادوں کو ماضی کے ساتھ ہی رخصت کر دو اور اب دیکھو کہ کیا حال ہے ____ اب حال ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال:

آپ کے کہنے پر ہم ٹھیک ہو جاتے ہیں مگر پھر کچھ ایسا ہوتا ہے کہ مشکل آ جاتی ہے۔

جواب:

ہاں، مشکل آ جاتی ہے۔ پرانی یادیں آ جاتی ہیں اور آ کے دبوچ لیتی ہیں۔ مستقبل کے اندیشے آ جاتے ہیں اور دبوچ لیتے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ جب مستقبل کا کام اللہ نے کرنا ہے تو پھر آپ کو اندیشہ نہیں آئے گا۔ اگر آپ نے مستقبل ٹھیک کرنا ہے تو کر لو۔ کہتا ہے میں کر نہیں سکتا اور تجھ پر میرا اعتبار نہیں ہے۔ پھر تو اندیشہ ہو گا۔ تو وہ خود بھی نہیں کر سکتا اور دوسرے پر اعتبار بھی نہیں کر سکتا۔ اگر خود نہیں کر سکتے تو دوسرے پر اعتبار تو کرو۔

سوال:

کیا ہم اپنے حلقے کو ایسا نہ بنا لیں کہ بچے کو اس کے میرٹ پر داخلہ ملنا شروع ہو جائے۔

جواب:

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بچہ اگر داخلے کے قابل نہیں ہے تو بھی کرادیں۔ میرٹ پہ تو وہ خود داخل ہو جائے گا۔ اگر کسی وجہ سے نمبر کم آئے ہیں تو بھی داخل کرادیں۔ وہاں کون سی پڑھائیاں ہو رہی ہیں۔ آپ رعایت کریں۔

سوال:

میں یہ رعایت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

جواب:

پھر تو بچہ داخل نہیں ہوگا۔ یہ تو آپ انصاف سے چل رہے ہیں مگر ایسا انصاف جو ہے یہ معافی کو نہیں سمجھ سکتا' توبہ کو نہیں سمجھ سکتا۔

سوال:

مگر میرٹ کا جو تصور ہے اس کا کیا کریں۔

جواب:

آج کل جو طالب علم Deserve کرتا ہے اس کو اتنے نمبر نہیں دیتے۔ آج کل میرٹ کارگر نہیں ہے۔ فی الحال آپ بچوں کو داخل کراؤ جس طرح کرا سکتے ہو۔ یہ اصلاح اوپر سے ہوگی۔ بہت سارے بچے مختلف صاحب اقتدار لوگوں کی سیٹوں پر آجاتے ہیں اور جو سیٹیں بچ جاتی ہیں وہ میرٹ پہ ہوتی ہیں اور آپ لوگ منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں کہ ہوا کیا۔ ہوا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو پہلے ہو چکا ہے۔ آپ میرٹ کا ٹھیک کہتے ہیں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر نمبروں میں کوئی کمی بیشی ہو تب بھی ان کو داخل کرانے کا انتظام ہونا چاہیے۔

سوال:

میں نے تو یہ عرض کیا ہے کہ ہم اس کمی بیشی کی فکر کیوں کریں بلکہ ہمارے حلقے کی طرف سے یہ عبادت ہونی چاہیے کہ وہ خود داخل ہو جائے' ایسا حال Create ہو جائے۔

جواب:

میں یہ کہتا ہوں کہ ایسا حال کیسے Create ہو جائے کیونکہ بچے نے عام کالج یا سکول میں پڑھنا ہے اور وہاں سے وہ تھوڑے نمبر لے کر آ گیا۔ اگر وہ تھوڑے نمبر لے کر آ گیا تب بھی اس کو داخل کرانے کے قابل کر دو۔ مگر وہ آپ مانتے نہیں۔

سوال:

اس کو میرا ذہن قبول نہیں کرتا۔

جواب:

آپ کا ذہن کیسے قبول کرے گا کیونکہ آپ اپنے انصاف کے مطابق سوچ رہے ہیں۔ ایسے انصاف میں سفارش حرام ہے۔ پھر سب چلنے دو۔

سوال:

ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ سسٹم بن جائے۔

جواب:

وہ آگے کی بات ہے اور بچے کا داخلہ آج ہے' اب ہے۔ آج اس کو داخل کرانا ہے کہ نہیں کرانا۔ جو نہیں ہونا چاہیے تھا وہ آج ہے۔ آپ اپنے بچے

کے ساتھ جب انصاف کا اتنا لیول رکھ رہے ہیں تو پھر اس کو آج کل سماج سے کچھ نہیں ملے گا۔ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ بچوں کو چھوڑو اور پہلے حالات درست کرو۔ یہ تو ایسے ہے کہ پیاسا بے شک پیاس سے مر جائے لیکن پہلے ٹیوب ویل کا انتظام کرو۔ اس غریب کو پانی تو پلاؤ۔ پہلے آپ اتنی قوت بنا لو کہ وقتی طور پر آپ کے چھوٹے چھوٹے مسائل حل ہوں' بڑا مسئلہ پھر بڑے وقت میں حل کر لینا۔ آپ کہتے ہیں کہ اصول کے مطابق چلو کیوں کہ سماج اصول کے مطابق چل رہا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ سماج اصول کے مطابق نہیں چل رہا۔

سوال:

میں اس سماج کو توڑنا چاہتا ہوں جو مروجہ اصولوں پر آج کل چل رہا ہے۔

جواب:

پھر بچہ کب داخل کراؤ گے؟

سوال:

بچہ بے شک داخل نہ ہو۔

جواب:

پھر وہ بچہ آپ کا نہیں ہوگا۔ بات یہ ہے۔ آپ کا سوال یہ تھا کہ ایسا ماحول ہونا چاہیے کہ لوگوں کے مسائل آج حل ہونے چاہئیں۔ اور اب کہہ رہے ہیں کہ مسائل کو وقت کے مطابق حل ہونے دو۔

سوال:

میں مروّجہ ماحول کو اس حلقے کے حوالے سے توڑ کر ایک نیا حلقہ بنانا

چاہتا ہوں۔

جواب:

یہ حل نہ کرنے کا طریقہ ہے۔ آپ کے اصول کے مطابق بچہ داخل ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ بالکل نہیں ہوتا۔ پھر آپ اپنے بچوں کو انصاف کے حوالے کرو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ جیسے حالات چل رہے ہیں' چلنے دو۔ ایک وقت آئے گا جب سارے سماج کی اصلاح ہو جائے گی۔ ہم یہ بات پہلے Define کر کے آئے ہیں کہ سماج کی اصلاح اللہ کے حکم کے مطابق ہونی چاہیے۔ اور کامیابی کیا ہے' کامیاب زندگی کیا ہے؟ وہ حضور پاکﷺ کی زندگی کے قریب قریب رہنی چاہیے۔ اب آپ چل پڑیں۔ کامیابی کا تصور آپ کو مل گیا۔

پہلا سوال:

میں نے تو صاحبِ حلقہ کی گائیڈنس میں یہ کرنے کو کہا ہے۔

دوسرا سوال:

سر! میری ان سے یہ عرض ہے کہ یہ اپنی نظر سے مسئلے کو دیکھ رہے ہیں اور اپنی جگہ صحیح ہیں مگر اس وقت ان کو صاحب حلقہ کی نظر سے اس مسئلے کو دیکھنا چاہیے۔ صاحب حلقہ کا ایک بالکل واضح نکتہ نظر ہے کہ جو مصیبت اور مسئلہ اس وقت ہے' اس کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ اور جو پورے معاشرے کو درست کرنے کا مسئلہ ہے وہ اس حلقے کا مسئلہ نہیں۔ آپ کا خیال صحیح ہے لیکن آپ اس حلقے کو بیچ میں نہ لائیں اور حلقے کا حوالہ صاحب حلقہ سے لینا چاہیے۔

جواب:

میں تو آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ اپنے بچے کو داخل کرائیں۔

سوال:

ہم کیسے کرائیں۔ یہ میری استطاعت میں نہیں ہے۔

جواب:

اس کے لیے آپ لوگ آپس میں بیٹھ کے سوچ لیں' فیصلہ کر لیں کہ موجودہ حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ کیا کوئی تعاون ہو سکتا ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ ایسی کوئی صورت نکل آئے۔ اب اس کی صورت یہ نہیں ہے کہ سب کو اُڑا دو' پھر نیا ماحول آ جائے۔ اس میں بڑا ٹائم لگتا ہے۔ وہ ہمت والوں کا کام ہے اور ہمت والے معذرت کے ساتھ کام نہیں کرتے۔ ہمت والے کر ڈالتے ہیں۔ اس سے پوچھو کہ تو نے کیوں توڑا' تو وہ کہتا ہے کہ وہ غلط چیز تھی اس لیے میں نے توڑ دی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ میرا جی توڑنے کو تو کرتا ہے مگر میرے پاس کلہاڑی نہیں ہے' ہتھوڑا نہیں ہے' دو چار آدمی میری مدد کریں۔ ایسے آدمی کا دل کمزور ہے۔ توڑنے والے توڑ کے بتاتے ہیں کہ میں نے توڑ دیا۔ تو اس میں اگر خرابی ہے تو توڑ دو۔ یہ سماج کی بات ہے۔ اگر ہمت ہے تو توڑ دو۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ توڑنے میں گمراہی نہ پیدا ہو جائے۔ اللہ کے ہاں آپ کی جواب دہی ہے۔ اگر آپ کا ایمان کہتا ہے' دل کرتا ہے تو توڑ دو۔ اگر ایمان نہیں کہتا تو اِسے چھوڑ دو' اس کے حال پہ چھوڑ دو۔ موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ حکم دیا گیا کہ فرعون کو جا کے توڑ دو تو پھر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ کیا کِیا جائے' میں اکیلا ہوں' تنہا ہوں ______ انہوں

نے جا کے توڑ دیا۔ اُن سے اللہ نے پوچھا کہ فرعون کو بھیج دیا؟ انہوں نے کہا کہ جی بھیج دیا۔ اللہ نے کہا اب آپ بھی آ جائیں۔ تو وہ بھی چلے گئے۔ اور واقعہ ختم ہو گیا۔ توڑنے والوں کو جب حکم مِلتا ہے تو وہ توڑ دیتے ہیں۔ اپنے سے زیادہ کسی نصب العین کو اپنے لیے مقرر کرنا ہلاکت کی ابتدا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ سورج کی گرمی کم ہو جائے تو اسے کہو کہ اگر یہ گرمی کم ہو جائے تو بڑی پریشانی ہوگی' زندگی آگے پیچھے ہو جائے گی۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ استعداد سے زیادہ خواہش جو ہے یہ ہلاکت ہوتی ہے۔ یا خواہش کم کر یا استعداد بڑھا۔ میں تو اس کو ایمان کہتا ہوں جب کوئی استعداد کے مطابق کام کر رہا ہو۔ تو جو اپنی استعداد کے مطابق کام کر رہا ہے' بڑی خوشی سے کام کر رہا ہے' تو میں Enjoy کرتا ہوں کہ بڑا نیک آدمی ہے' صحیح کام کر رہا ہے۔ اگر استعداد نہیں اور شوق زیادہ ہے تو اس کو میں اچھا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ کہے گا کہ شوق بہت ہے مگر میرے حالات ایسے نہیں ہیں۔ یا تو حالات کو بڑھا یا پھر شوق کو گھٹا۔ کسی طرح Adjust کر۔ مطلب یہ کہ ایسا بھی کہتے ہیں کہ مجھے دین کا بڑا شوق ہے لیکن مجھ میں گناہ کی رغبت ہے۔ اگر گناہ کی رغبت ہے تو گناہگاروں کی سی دعا اور استغفار کر۔ اگر دین سے محبت ہے تو دین پہ چلتا جا۔ جہاں منافقت کا اندیشہ ہو وہاں منافقت سے ضرور بچنا۔ اس کا آسان نسخہ بتاتا ہوں۔ وہ کام جو آپ محنت سے کر رہے ہیں اس کام کے ہو جانے سے رضا کس کی مقصود ہے؟ اس سوال کا آپ کے پاس جواب ہونا چاہیے۔ جب آپ کوئی کام کر رہے ہیں' محنت کر رہے ہیں' کوشش میں مصروف ہیں تو جب وہ کام ہو جائے تو یہ ضرور سوچنا کہ رضا کس کی

ہے؟ Whom are you going to please by that action?

سوال:

اپنے آپ کوخوش کرنے کے لیے۔

جواب:

یہ تو اَنا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کا عمل اَنا ہے۔ تو آپ کا عمل کیا ہے؟ وہ اَنا ہے۔ اور اگر اَنا کا عمل نہ کرو تو یہ میرے لیے آپ کی مہربانی ہے' چاہے وہ عمل کامیاب ہی ہو۔ اگر آپ نے وہ عمل اپنی اَنا کے لیے کرنا ہے تو بہتر ہے کہ پہلے ہی Step پر وہ عمل Withdraw کر جاؤ۔ وہ نہ کرو۔ اگر وہ عمل کسی کی رضا کے لیے ہے اور وہ رضا والا یہ کہہ دے کہ آپ اس کام کو بس کر دو' تو وہ کام بند کر دو۔ کیا یہ مشکل ہے؟ اب اُسے یہ نہ کہنا کہ کل آپ کا حکم اور تھا اور آج اور ہے۔ یہاں پہ بڑا اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات دُور لے جاتی ہے۔ تو یہ دیکھو کہ رضا کس کی ہے؟ اگر اللہ کی رضا ہے تو آپ اللہ کے لیے کرو۔ پھر آپ کوئی فاؤل نہیں کرو گے۔ پھر اللہ آپ کے عمل میں آپ کے ساتھ شامل ہے۔ اپنی رضا کو تھوڑی دیر کے لیے روک دو' یہ اَنا کہلاتی ہے۔ اس لیے اگر حلقے کے حوالے سے میں آپ کو کوئی بات کروں تو آپ میرے کہنے کے مطابق عمل کرو۔ میں آپ کو چھوٹا سفر بتا رہا ہوں کہ اپنی زندگی پر راضی ہونا سیکھ لو۔ پہلا کام تو یہ کر لو۔ اپنے گردوپیش پر فی الحال راضی ہو جاؤ۔ جو ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے۔ جب تک آپ کی استعداد نہیں ہے' یہ ٹھیک ہو رہا ہے اور جب استعداد پیدا ہو جائے گی' آپ کے اندر خود بخود عمل پیدا ہو جائے گا۔ اگر زمین پیاسی ہے تو آپ پرواہ نہ کرو' اللہ

سبب بنا دے گا' دریا چل پڑیں گے اور پانی کی پیاس بجھ جائے گی۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اللہ کے کام کو اللہ کے حوالے سے آپ دیکھو کہ وہ کیسے انتظام فرماتا ہے' کیسے پیاس بجھاتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی آدمی کا عمل بڑا کامیاب ہوتا ہے مگر نتیجہ نہیں نکلتا۔ کتنی موومنٹ بنیں مگر کامیاب نہ ہوئیں۔ آج کل کئی جماعتیں ہیں' بڑی کامیاب جماعتیں ہیں مگر نتیجہ نہیں نکلا۔ اسلام کے حوالے سے دیکھو تو افغانستان میں اسلام موجود ہے لیکن نتیجہ کیا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں اسلام موجود ہے مگر نتیجہ کیا ہے۔ بنگلہ دیش میں دیکھو' ایران میں دیکھو کہ نتیجہ کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی خاص بات ہے اور وہ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے خاص بات ہے۔ میں بار بار یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ کسی وجہ سے ابھی تک محفوظ ہو۔ تو وجہ کوئی ہے' اور وہ وجہ مجھے معلوم ہے۔ آپ کے ساتھ افغانستان کے مسلمانوں سا سلوک نہیں ہوا۔ الحمد للہ کہ نہیں ہوا۔ ایران کے مسلمانوں جیسا سلوک نہیں ہوا۔ عراق جیسا سلوک نہیں ہوا۔ ہندوستان کا مسلمان وہ ہے کہ جس بیچارے کے پاس کچھ ہے ہی نہیں' رونے کے لیے آنسو بھی نہیں رہ گئے' اس جیسا سلوک بھی نہیں ہوا آپ کے ساتھ۔ بنگلہ دیش جیسا سلوک نہیں ہوا۔ آپ ابھی تک بچے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی حادثہ گزر جائے آپ لوگ توبہ کر کے ٹھیک ہو جاؤ۔ اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرو کہ سب مسلمانوں پر کوئی نہ کوئی ابتلا آ گئی مگر آپ مجموعی طور پر محفوظ ہیں۔ ہم دعا یہ کر رہے ہیں کہ محفوظ رہیں۔ اگر آپ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے تو پھر بڑی مشکل ہو جائے گی' کوئی نہ کوئی واقعہ بن جائے گا۔ اس لیے اے صاحبان

عقل وبصیرت! آپ اپنے ہونے کا شکر ادا کریں۔ دنیا میں آپ ''نہ ہونا'' دیکھ رہے ہیں۔ آپ ابھی موجود ہیں' اس کا شکر ادا کریں۔ اس شکر کے حوالے سے اپنا کوئی عمل تجویز کریں' اپنا کوئی نیا نام رکھیں کہ آپ اللہ کے سپاہی ہیں یا پھر کون ہیں۔ آپ نے اگر دین کو مانا ہوا ہے تو دل سے مان لو' منافق نہ بننا۔ ایک بات یہ کرنا کہ جس آدمی کو آپ اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں اس کا ادب دل سے کرنا۔ چاہے وہ کہیں ہو' کوئی ہو۔ اور جس آدمی کو اپنے سے کم سمجھتے ہیں اس سے محبت ضرور کرنا۔ یہ دو کام ضرور کرنا۔ کوئی Rival پیدا نہ کرنا۔ برابر کی ٹکر آپ نہ لگایا کریں۔ یا کسی آدمی کو ادب کے ساتھ Acknowledge کرلو یا پھر کسی آدمی کو محبت سے Accommodate کرلو۔ اتنی بات تو مان لو میری۔

سوال:

کیا آپ کسی Living آدمی کی بات کر رہے ہیں؟

جواب:

میں Living آدمی ہی کی بات کر رہا ہوں۔ میں کتابوں کی بات کر رہا ہوں۔ آپ کو دو طرح کے آدمی ملیں گے۔ ایک وہ جو علم میں آپ سے بہتر ہوں گے' ان کو ادب کے ساتھ ملو' Respect کرو۔ اور دوسرا وہ جو آپ سے ذرا کمزور ہو' چاہے کسی وجہ سے ہو' اس سے محبت میں کمی نہ کرو۔ اتنی سی بات ہے۔ تو آپ یہ کام کرو۔ آپ برابر کی ٹکر چھوڑ دیں۔ یہ نہ کہنا کہ وہ ہمارے برابر کا آدمی ہے۔ برابر کا کوئی بھی نہیں ہے۔ آپ اسے سلام کر دو اور اگر وہ سلام کر دیتا ہے تو آپ اسے محبت سے جواب دے دو۔ تو کمزوروں کو ڈانٹنا نہیں اور بڑوں سے

ڈرنا نہیں۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ سے جو بڑے ہیں وہ آپ کو اس وقت خوفزدہ کریں گے جب آپ اپنے نوکر کو خوف زدہ کریں گے۔ اس طرح وہ آدمی آپ کو ڈانٹے گا اور ایسا ڈانٹے گا کہ آپ کے اندر سوزش پیدا ہو جائے گی اور آپ بے دل ہو جائیں گے۔ دل کے ناکام ہونے کا ایک سبب یہ ہے کہ آپ چھوٹے آدمی کو ڈانٹنا بند نہیں کرتے۔ جب آپ چھوٹے کو ڈانٹنا بند نہیں کرتے تو بڑا آپ کو چھوڑتا نہیں ہے' پھر اس کی ڈانٹ سے آپ میں ناسور پیدا ہوتا ہے اور وہ ناسور دل کے اوپر ہوتا ہے۔ تو بڑوں کے خوف سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹوں کو خوف زدہ نہ کرو۔ یہ نمبر ون نسخہ ہے۔ خوف زدہ ہونے سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ خوف زدہ کرنا چھوڑ دو۔ چھوٹے کو راضی کرو تو بڑا آپ کو راضی کر کے جائے گا۔ مخلوق سے محبت کرو تو خالق آپ کو اپنی محبت دے جائے گا۔ اُمت کے لیے مجموعی طور پر دعا کرو کہ یا اللہ' یارب العالمین! حضور پاک ﷺ کی امت کو فلاح دے۔ تو جن کی اُمت ہے وہ تم پر کوئی نہ کوئی جلوہ آشکار کر جائیں گے۔ یہ کام بھی آپ نہیں کرتے اور کہتے یہ ہیں کہ اگلا کوئی سبق بتائیں۔ اس سے اگلا سبق ہے ہی نہیں۔ تو تم لوگ سرکار کی امت کے لیے دعا کرو۔ یہ کہو کہ یا اللہ ہم جیسے بھی ہیں' کچے ہیں' پکے ہیں' بریلوی ہیں یا دیوبندی ہیں' کچھ بھی ہیں' سب کی خیر ہو جانی چاہیے۔ مسلمان سارے پریشان ہیں' رحم کے قابل ہیں' نادان ہیں لیکن اُس کے نام لیوا ہیں۔ یا اللہ اب اس کھیل کو بس کر' اسے تُو ختم کر دے' ہمارا بن اور ہمیں اپنا بنا' ہمیں معافی دے دے۔ اگر آپ اسلام کے لیے یا مسلمانوں کے لیے یہ کام کرتے ہیں تو جس کی اُمت کے لیے یہ کام کر رہے ہیں وہ الحمد للہ

بڑے باخبر ہیں۔ آپؐ پر سلام ہو۔ وہ تمہارے ہر حال سے باخبر ہیں‘ ہمہ حال باخبر ہیں۔ تو آپ دل سے اُمت کے لیے دعا کریں۔ آپ روز مجھ سے فارمولا پوچھتے ہیں کہ کوئی گُر بتائیں‘ جاگنے کا نسخہ بتائیں یا وظیفہ بتائیں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اور کچھ نہ کرو‘ صرف اُمت کی فلاح کے لیے دعا کرو اور کہو کہ یا اللہ اُمت پریشان ہے‘ اس پر رحم فرما‘ یہ حضور پاک ﷺ کی اُمت ہے۔ دعا کرو کہ وہ وقت کبھی نہ آئے جب حضور پاک ﷺ کو ہمارے حوالے سے یہ سُننا پڑ جائے کہ حضور پاک ﷺ‘ کیا یہ آپ ہی کی اُمت ہے؟ تو ہم کیا جواب دیں گے کہ آپؐ ہی کی اُمت ہیں۔ میاں محمد صاحبؒ نے کہا ہے کہ

؎ آکڑتے مغروری ساری نکل جاوے گی تیری
جس دن پاک محمدؐ کہیا اے نئیں اُمت میری

آپ اپنی بڑی ''دانائیاں'' بند کر دو اور چھوٹی دانائی کے ساتھ چلو۔ چھوٹی دانائی یہ ہے کہ آپ درود شریف پڑھتے جاؤ اور اس اُمت کی فلاح کے لیے دعا کرتے جاؤ۔ اگر اُمت میں ایسا آدمی ہے جس کے اسلام میں کمی بیشی ہے‘ اسے ایمان کی کمی ہے‘ عارضہ ہے تو اسے بھی Accommodate کر لو۔ تو سب کو ساتھ لے چلو‘ اِس کو بھی اور اُس کو بھی ساتھ لے چلو۔ تو ان کے لیے دعا کرو۔ ساری کی ساری اُمت کی مجموعی طور پر فلاح کے لیے آپ دعا کرو۔ آپ اُمت کی دعا کے لیے اگر رات لگا دو تو میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ جس کی اُمت ہے وہ آپ کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ جو آپ کے عقیدے ہیں سیاست کے‘ سوشلزم یا کمیونزم‘ یہ سارے آپ کے کھیل ہیں اور آپ

سارے پکے مسلمان ہیں' کسی کا دادا پیر تھا اور کسی کا نانا پیر تھا۔ میں سب کو جانتا ہوں۔ یہ ساری صرف آپ کی باتیں ہیں۔ یہ اس لیے ہوا کہ امیر آدمی آپ کو ظالم نظر آیا تو آپ نے کہا کہ اس کو توڑنا ہے۔ تو یہ سوچا کہ یہ امیر جو ہے یہ ظالم ہے' یہ ہمارا دُکھ نہیں باٹنا تو اس کا سکھ بانٹو۔ بس یہ آپ کی پریشانی ہے۔ اگر وہ آپ کا دُکھ بانٹنے والا ہوتا تو آپ اس کا سکھ بانٹنے کی تمنا نہ کرتے۔ اس لیے آپ نے اس نظریے کی کتاب پڑھی ہے۔ اگر تقلید کرنی ہے تو کیوں نہ پرانی تقلید کریں۔ یا پھر آپ نئے انسان بن جاؤ' دین کو محفوظ کر کے سماج کا کوئی اور فارمولا بنا دو' معاشیات کا بنا دو۔ دین جو ہے وہ محفوظ ہے' اپنی جگہ پر قائم ہے' اس کو جو چھیڑے اُسے باہر نکال دو۔ یہ اللہ کا حکم ہے' فرمانِ الٰہی ہے' کہ اللہ کی زمین اللہ کے حوالے کرو' اللہ کا مال اللہ کو دو اور ہمیں اپنا مال دو۔ کتنی آسان سی بات ہے۔ پھر سب سوشلزم اور کمیونزم ختم ہو جائیں گے۔ پھر جو چیزیں لے وہ اپنے پاس نہ رکھے بلکہ تقسیم کر دے۔ پھر بات برابر ہو جائے گی۔ آپ کا سربراہ وہ آدمی ہو جو اپنے گروپ کے کمزور ترین آدمی کے برابر زندگی بسر کرے۔ تو اس کو سربراہی دے دو۔ اگر کوئی انسان اینٹ کا سرہانہ' تکیہ بنا کے لیٹا ہوا ہو تو ویسے ہی سب پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے کہ یہ اس قوم کا سربراہ ہے۔ تو ایسے شخص کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ہوا نہیں ہے۔ ایک سربراہ نے یہ محسوس کیا تو سائیکل پہ سواری کی۔ اس نے گھر جا کے سوچا ہوگا' خود کو سمجھایا ہوگا کہ یہ میں نے کیا کام کیا ہے' ایسی بات آئندہ نہ کرنا۔ اگر وہ اچھی بات تھی تو جاری رکھتے۔ تو یہ نہیں ہوا۔ اسلام کچے آدمی کو راستہ نہیں دیتا۔ نقلی آدمی اس میں

چل نہیں سکتا۔ اصلی آدمی کو اسلام بڑا فروغ دیتا ہے۔ اگر آپ اپنے دین کے ساتھ سچے ہو جائیں تو آپ کو رونقیں مل جائیں۔ کسی انسان کے آگے جواب دہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ تو میں اللہ کے ساتھ ہوں اور اللہ میرے ساتھ ہے۔ آسان سی بات ہے۔ میں اللہ پر راضی ہوں تو اللہ مجھ پر راضی ہے۔ اللہ کو آپ ایسے سمجھو جیسے آئینے کا عکس ہے۔ آپ سامنے ہوں تو وہ سامنے ہے' آپ آگے بڑھیں تو وہ آگے ہے' آپ پیچھے ہٹیں تو وہ پیچھے ہے' آپ چھپ جاؤ تو وہ چھپ جائے گا' آپ ہنسو گے تو وہ ہنسے گا' آپ روؤ گے تو وہ روئے گا' آپ قریب ہو تو وہ قریب ہے' تم اس کے اندر شامل ہو جاؤ تو وہ آپ کے اندر شامل ہو جائے گا۔ نہیں تو نہیں۔ اللہ آپ کے احساس کا نام ہے۔ جو قریب ہو جائے وہ اس کے قریب ہو جائے گا۔ وہ کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں جو Palpable ہو' وہ تو اللہ ہے' ماننے والے کے ساتھ ہے اور نہ ماننے والے کو نظر نہیں آتا۔ ماننے والا دیکھتا ہے اور نہ ماننے والا نہیں دیکھتا۔ وہ آپ کا ایمان ہے اشفاق صاحب!

سوال:

ہمیں یہ ڈر رہتا ہے کہ دین میں پورے کے پورے داخل ہونے کے بعد اللہ نے اگر محبت کی تو کہیں ہمیں غریبی نہ آ جائے۔

جواب:

اللہ کے ماننے والے' اللہ کے چاہنے والے' اللہ کے قریب رہنے والے' غریب تو ہوئے لیکن ان کی ضرورت میں کبھی کمی نہیں ہوئی۔ غریبی ان کی ضرورت

میں ہے۔ آپ کی ضرورت میں اگر دولت مندی ہے تو وہ آپ کو دولت دیتا ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ نہیں ہوتا ہے کہ غریبی اس کو دے دے جس کو خرچ کرنے کی ضرورت ہو۔ وہ جو اللہ والے غریب تھے' غریب رہنا ان کی ضرورت تھی' ان کا مزاج تھا' وہ ان کی خواہش تھی۔

سوال:

ہمارا تو یہ مزاج نہیں ہے۔

جواب:

بات تو آسان ہو گئی۔ آپ کا جو مزاج ہے اس مزاج کے اندیشوں سے بچنے کے لیے آپ اللہ کو پکارا کرو۔ اس مزاج میں تکبر ہے۔ پیسہ ضرورت کے لیے نہیں ہوتا بلکہ پیسہ نمائش کے لیے ہوتا ہے' پیسہ اکثر حالات میں لوگوں پر رُعب کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں سے اس دنیا میں رہنے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ یہاں سے یہودیت پیدا ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ غرور اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ یا اللہ ہمیں وہ دے جس سے ہماری ضرورت پوری ہو تی جائے۔ ضرورت سے ماسواء یا ماورا رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ غریب کرنے میں خوش نہیں ہوتا' اللہ تو خزانوں کا مالک ہے۔ وہ آپ کو کیوں غریب کرے گا۔

سوال:

یہ ہمارے مشاہدے سے گزرا ہے۔

جواب:

اللہ والا بظاہر غریب نظر آئے گا مگر وہ تو خزانے لُٹاتا ہے، وہ ہیرے جواہرات کا مالک ہوتا ہے۔ ان کے لیے زمینوں اور آسمانوں کی افواج ہیں، لشکر ہیں۔ آپ غور تو کریں۔ پیسہ تو ان کے لیے بات ہی کوئی نہیں۔ آپ کو مشاہدے کی ایک چھوٹی سی بات بتاتا ہوں۔ جو لوگ یہاں پہ ابھی بیٹھے ہوئے ہیں ان میں شہر کے دانش ور اور شہر کے بڑے خاص لوگ ہیں۔ آپ سے بات کرنے اور یہاں پر بٹھانے کے لیے اگر کسی اجنبی کو یہ کہا جائے کہ اتنے لوگ تمہاری بات اس طرح سے سُنیں گے، تو یہ کتنی دولت کا منصوبہ ہونا چاہیے؟ اگر میں آپ کو کراچی بھیجوں کہ وہاں کے صحیح دانش وروں سے آپ اس طرح بات کرو جیسے میں اس وقت لاہور کے دانش وروں سے بات کر رہا ہوں، تو اس کے لیے آپ کتنا Invest کریں گے؟ یعنی اس کام کو حاصل کرنے کے لیے کتنا پیسہ انویسٹ کر سکتے ہو؟

سوال:

یہ تو اور طرح کی انویسٹمنٹ ہے۔

جواب:

اب آپ بات سمجھ رہے ہیں۔ جس کو شوق ہو وہ کروڑوں روپے لگا سکتا ہے مگر یہ خزانہ ہے، پیسے کے بغیر _____ تو اللہ جو نعمت عطا فرماتا ہے اس میں پیسے کا تصور نہیں ہوتا۔ یہ بات سمجھ رہے ہیں؟

سوال:

کچھ کچھ سمجھ رہے ہیں۔

جواب:

مطلب یہ ہے کہ پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہے۔ وہ کام جو پیسے سے نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ خود کرا دیتا ہے۔ اگر کوئی محبوب ہو اور وہ کسی سے ناراض ہو جائے تو اُسے راضی کرنے کے جو جتن کیے جاتے ہیں ان کے لیے کتنا پیسہ چاہیے؟ اس میں تو زندگی لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایک ادا پر آپ کو ہزار ہا روپے معاف فرما دیئے۔ جس آدمی کے ہاں بیٹا نہیں ہے وہ بیٹے کے لیے کتنی دولت Invest کر سکتا ہے؟ کچھ نہ پوچھو کہ وہ کیا کر سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا کر دی اس نے پیسے کیا لینے۔ جس کو اُمت کا سربراہ بنا دیا گیا وہ پیسے کیسے مانگے گا۔ اس کو تو مالک بنا دیا گیا۔ آپ کا نام ہے اور ورفعنالک ذکرک کر دیا گیا' لوگوں کا ایمان بنا کے رکھ دیا گیا۔ تو وہاں پیسے تو نظر انداز ہو جائیں گے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ غریب نہیں ہوتے بلکہ وہ اس شعبے سے لا پرواہ ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں کیا غریبی آنی ہے۔

سوال:

اُس زمانے میں اکنامک ورلڈ اتنی پاورفل نہیں ہوگی۔

جواب:

اس زمانے میں بڑی پاورفل تھی۔ زمین کے خزانے کبھی کم نہیں تھے اور اب زیادہ نہیں ہیں۔ زندگی تو اپنے Span میں رہنی ہے۔ کمی کیسے ہونی ہے؟

ساٹھ سال یا زیادہ سے زیادہ تریسٹھ سال کی زندگی ہے۔ اس زندگی کے خزانے تھے' قیصر و کسریٰ تھے' کئی دوسرے واقعات تھے۔ یہ جو آپ کے ہاں غریبی کے اندیشے ہیں یہ آپ کا سماج ہے' آپ کے ہاں بے شمار آلائشیں ہیں۔ یہ غریبی امیری کی بات نہیں ہے' یہ سماج کی بات ہے۔ یہ جو آپ کا سرسری سماج ہے۔ امیر آدمی کو اصلی امیر نہ سمجھنا' خدا جانے کتنا مقروض ہوگا۔ چُپ ہی کر جاؤ۔ اور جو آپ جیسے غریب نظر آتے ہیں پتہ نہیں بینکوں میں کتنے پیسے ہوں۔ بظاہر غریب لگتے ہیں اور اندر خاص بات ہوتی ہے۔ تو یہ واقعات چلتے رہتے ہیں۔ اس لیے آسان بات یہ ہے کہ آپ اس دولت کو دولت نہ سمجھیں۔ عزت کی دولت بہت بڑی دولت ہے' آسودگی کی دولت بہت بڑی دولت ہے' قناعت کی بڑی دولت ہے اور سکون کی دولت بڑی ہے۔ اگر کسی آدمی کو سکون کی نیند آ جائے تو اس نے کیا پیسے گننے ہیں۔ یعنی آرام سے نیند آ جائے' لوگ باتیں کرتے رہیں اور وہ آرام سے سو جائے۔ یہ کیسا خوب صورت آدمی ہے جس کو ایسے نیند آ جاتی ہے کیونکہ لوگوں کو دوائیاں کھا کے نیند نہیں آتی۔ آپ شکر کریں کہ آپ کی نیند Undisturbed ہے' آرام سے نیند آتی ہے۔ شکر کرو کہ آپ کو اندیشے نہیں ہیں۔ یہ سب نعمتیں ہیں' دولتیں ہیں______

سوال:

میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے بڑے سکول میں پڑھیں لیکن فیس بہت زیادہ ہے۔ کیا یہ میری اَنا ہے؟

جواب:

اَنا کو آپ یوں سمجھیں کہ اگر آپ سب سے کہتے ہیں کہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے لیکن آپ ایک آدمی سے یہ قطعاً نہیں کہیں گے۔ دوسروں کو بھی کہیں گے کہ اس کو نہ بتانا۔ اُس کے سامنے آپ کی اَنا ہے۔ جس آدمی کے سامنے آپ کمزور ثابت نہیں ہونا چاہتے اس کے سامنے آپ کی اَنا ہے۔ ایسا ایک آدھ آدمی ضرور ہوتا ہے' بعض اوقات کوئی گروہ بھی ہوتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ سب اندر سے غریب ہیں مگر کوئی آدمی یہ برملا کہنے کو تیار نہیں ہے کہ میں غریب ہوں۔

سوال:

یہ تو کہہ دینا چاہیے۔

جواب:

کہہ تو دینا چاہیے مگر نہیں کہتے۔ یہ کہنا مشکل ہے۔ وہ نہیں کہہ سکتا۔ یہ جو اَنا ہے یہ سماجی رنگ ہے' ایک لباس ہے۔ بات کو چُھپا کے رکھا ہوا ہے۔ غریبی کو چھپانا نیکی کی بات ہے۔ اپنے گناہ کو بھی چھپایا کرو' غریبی کو بھی چھپایا کرو۔ مہربانی کر کے اپنی مایوسی کو بھی چھپا جاؤ' بیماری کو چُھپا جانا' صرف ڈاکٹر کو بتانا اور اپنے آپ کو کسی وجہ سے بھی Pitiable نہ بناؤ۔ اپنے آپ پر مہربانی کرو۔

سوال:

ہمارے پاس علم ضرور ہے مگر عمل کمزور ہے۔

جواب:

یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن پر غور کرنے کا وقت ہے۔ ہمارے پاس ٹائم تھوڑا ہے، عمر کے حساب سے بھی۔ اللہ تعالیٰ بہت سارے نیک اعمال پہ اگر Insist کرتا تو بہت طویل زندگی دیتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ کوئی ایک عمل، حسنِ عمل، حسنِ نیت کے ساتھ اگر کر دیا جائے تو وہ کافی ہے۔ آپ ذاتی طور پر یہ کریں کہ اس کے حوالے سے یہ نہ کہنا کہ ہم بات کو ضرور سمجھتے ہیں مگر اس قابل نہیں ہیں کہ اس پہ عمل کر سکیں۔ آپ کی بے عملی کے لیے یہ جواز پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کبھی یہ بات نہ کرنا کہ ہم سے عمل ہونا مشکل ہے۔ آپ اگر عمل کر سکتے ہیں تو عمل کرتے جائیں اور اگر نہیں کر سکتے تو خاموشی سے معافی مانگتے جاؤ۔ علم اچھا ہے تو عمل اچھا۔ اچھے عمل کا ایک صحیح نکتہ ہو تو کافی ہے اور صحیح عمل کا ایک قدم ہو تو وہ کافی ہے۔ زیادہ عمل کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے، اگر ایک سجدہ قبول ہو جائے تو آپ کی سب نمازیں قائم ہو گئیں۔ تو عمل، قبولیت کا نام ہے۔ قبولیت اس کا اپنا عمل ہے۔ آپ لوگوں کے عمل نے کامیاب نہیں ہونا بلکہ اللہ کے عمل نے کامیاب ہونا ہے کہ آپ کو کس مقام پہ قبول فرما لے۔ یہ دیکھو کہ اس نے نامنظور تو نہیں کیا ہوا؟ تو آپ اپنے اعمال کو زیادہ طویل انداز سے نہ دیکھو، یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ ایک آدھ ایسا عمل سرزد ہو جائے جو تیری رضا کا باعث ہو جائے، ہمیں اتنا ہی کافی ہے، یا اللہ تو اسے قبول فرمالے، ہماری بے عملی کو قبول فرمالے۔ اللہ تعالیٰ خود معاف فرما دیتا ہے۔ اس لیے جو یہ سوال ہے کہ ہمارے پاس علم تو ہے مگر عمل کمزور ہے، تو اگر کوتاہ عملی ہے تو یہ بجا ہے، لیکن وہ قبول فرمالے تو یہی کافی ہے۔

آپ یہ دیکھتے ہیں کہ ہر آدمی کو ہر آدمی تو قبول نہیں کرتا لیکن کچھ آدمیوں کو کچھ آدمی قبول کرنے والے مل جاتے ہیں۔ میں آپ کے گھروں کی اس بات کی نشان دہی کر رہا ہوں جہاں قبول کرنے کے بعد جھگڑا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ میری بات سمجھے ہیں؟ قبول کرنے کے بعد' رشتہ قبول کرنے کے بعد جھگڑا' دوستی قبول کرنے کے بعد جھگڑا' اُستاد شاگردی قبول کرنے کے بعد جھگڑا ____ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ جو قبول کر لیا اُسے اب نبھاؤ۔ قبول کرنے سے پہلے جو مرضی تحقیق کرو مگر جب قبول کر لیا تو نبھا جانا ہی کمال ہے۔ آپ نے زندگی میں جو Relations طے کیے ہیں ان کو آپ پورا کر لو۔ جو ذمہ داری ہے اُسے پورا کر لو۔

سوال:

ہم یہ کیسے سمجھیں کہ ہماری زندگی حضور پاک ﷺ کی زندگی کے قریب ہے؟

جواب:

اس سوال کا ایک حصہ اور یہ ہو سکتا ہے کہ جب تک ہم احادیث مبارکہ نہ پڑھیں ہمیں کیا پتہ کہ حضور پاک ﷺ کی رضا کیا ہے۔ آپ سوال سمجھ گئے؟ سوال مشکل ہے۔ اور اس کا جواب بڑا آسان ہے کہ جس شخص کو حضور پاک ﷺ سے نسبت ہو جائے اس نسبت کے فیض سے اس کو قریب ترین راہ کا خود بخود ہی اندازہ ہو جاتا ہے۔ سورج سے ثبوت ملے نہ ملے' اگر نسبت ہو جائے تو وہ آدمی ضرور دھوپ میں رہتا ہے کیونکہ اُسے نسبت ہو گئی اور روشنی میں رہا۔ اس میں مشکل بات یہ ہے کہ ایک آدمی جس نے حضور پاک ﷺ کی سیرت کو سٹڈی نہیں

کیا' ایک آدمی جس نے احادیث مبارکہ کا تفصیلی جائزہ نہیں لیا' کیا اُس کو عشقِ نبیؐ عطا ہوسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب آپ دیں ______

سوال:

یہ ہوسکتا ہے بلکہ ایسا ہوا ہے۔

جواب:

ٹھیک ہے' یہ ہوسکتا ہے۔ ایسا ہوا۔ ثابت یہ ہوا کہ عشق اور محبت کے لیے عرفان اور سیرت آپ کو سمجھ نہ آئیں تو بھی کوئی بات نہیں۔ عشق جو ہے یہ روح کا مقام ہے اور یہ عطا ہو جائے تو ساری زندگی بن جاتی ہے۔ ایک آدمی اگر ساری زندگی حضور پاک ﷺ کی سیرت کو سٹڈی کرتا رہے تو یہ ہوسکتا ہے کہ عشق سے محروم ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی پر کتابیں لکھنے والا' ہوسکتا ہے کہ کافر ہو۔ کتاب لکھنے سے یہ علم نہیں آتا' کتاب پڑھنے سے یہ علم نہیں آتا۔ علم جو ہے یہ محبت کے ساتھ آتا ہے اور محبت جو ہے یہ عطا ہوتی ہے۔ یہ عطا کا علم ہے' عطا کرنے والے راستے الگ ہیں۔ کوئی یہ عطا کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ علم اس وقت ملتا ہے جب کوئی عشق عطا کرنے والا ہو' محبت عطا کرنے والا ہو۔ تو یہ عشق' محبت اور حضور پاک ﷺ سے نسبت عطا ہے۔ یہ کیسے ملتی ہے؟ کوئی عطا کرنے والا ہوتا ہے تو ملتی ہے۔ اس لیے اس کا کوئی باعث نہیں ہے کہ آپ کیا کیا مطالعہ کریں۔ آپ محبت سے درود شریف پڑھیں' نسبت رکھیں اور حضور پاک ﷺ کی امت کے لیے دعا کرتے جائیں تو آپ کو ضرور کوئی نہ کوئی بات مل جائے گی۔ کائنات میں بہت سی باتیں ہیں جن سے اللہ خوش ہوسکتا ہے۔ اللہ کے کسی بندے پر آپ

نے رحم کر دیا تو اللہ خوش ہو جائے گا۔ اگر کسی جانور پر آپ نے رحم کر دیا تو اللہ خوش ہو جائے گا۔ خالق کے حوالے سے اس کی مخلوق پر آپ نے رحم کر دیا تو اللہ خوش ہو جائے گا۔ آپ نے کسی کو معاف کر دیا تو اللہ خوش ہو جائے گا۔ اپنے آپ کو بھی معاف کر دو تو اللہ خوش ہو جائے گا۔ اللہ تو اللہ ہے' وہ خوش ہو جائے گا۔ وہ انسانوں کی طرح ناراض تو نہیں ہوتا۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کو ابھی تک اس دنیا کے اندر داخلہ عطا نہیں کیا' ان کے بارے میں ہمیں پتہ نہیں ہے کہ ان کے ساتھ راضی ہے یا ناراض ہے۔ ہمیں پتہ نہیں ہے کہ وہ لوگ ہیں یا نہیں ہیں۔ وہ ابھی انسانوں کے روپ میں نہیں آئے۔ اللہ جس پر ناراض ہو اس آدمی کی زبان پر اپنے محبوب کا نام نہیں آنے دے گا۔ اللہ جس پر راضی نہ ہو' اللہ جس کو اچھا نہ سمجھے' اس کی زبان پر اپنے محبوب کا نام نہیں آنے دیتا۔ جس شخص کی زبان پر اللہ کے محبوب کا نام ادب سے نہ آئے اس پر اللہ راضی نہیں ہو سکتا۔ جس کی زبان پر اللہ کے محبوب کا نام محبت سے آئے اس پر اللہ ناراض نہیں ہو سکتا۔ اب آپ کو نسخہ مل گیا۔ تو حضور پاک ﷺ کا نام ادب سے لینا آپ کا دین ہے۔ اور آپ دانشوروں کو یہ بات بتا رہا ہوں کہ جب آپ ادب اور محبت سے نام لیں تو یہ یاد رکھنا کہ جن کا یہ نام ہے وہ اُس وقت اُس حال سے باخبر ہیں۔ یہ میں آپ کو واضح بات بتا رہا ہوں۔ میری بات سمجھ آئی؟ جب آپ تنہائی میں اللہ کو پکارتے ہیں تو آپ کو پتہ ہے کہ اللہ باخبر ہے۔ جب آپ درود شریف پڑھتے ہیں' ادب کے ساتھ پڑھتے ہیں تو یہ یاد رکھنا کہ جس ذات پر آپ درود بھیج رہے ہیں وہ آپ کی اس حالت سے باخبر ہیں۔ اور درود شریف کا جواب کب آتا ہے؟ یہ

سوال بھی کیا جاتا ہے کہ درود پڑھتے جاتے ہیں، جواب کب آئے گا؟ درود پڑھنے والے شخص پر درود پڑھنے کے دوران اگر رقت طاری ہو جائے تو سمجھو کہ جواب آ گیا۔ اگر آنسو طاری ہو جائیں، رِقت طاری ہو جائے تو سمجھو کہ جواب آ گیا۔ جب حضور پاکؐ کی توجہ اور بزرگوں کی توجہ آپ کے کمزور دل کے قریب سے گزرتی ہے تو آپ کی آنکھوں میں بغیر سبب کے آنسو آ جاتے ہیں۔ بے سبب آنسوؤں کا آنا، یہ کسی کی توجہ کے ذریعے ہے۔ اور توجہ جو ہے ان کی خاص عنایت ہے۔ اس لیے جب کبھی آپ تنہا بیٹھ کے درود شریف پڑھ رہے ہوں اور آپ کو آنسو آ جائیں، اگر آپ کبھی سجدے میں اللہ کے سامنے ہوں اور آپ پر رِقت طاری ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کا بہت قرب حاصل ہو گیا۔ درود شریف میں رقت ہو جانا بہت قرب حاصل ہونا ہے۔ کسی بزرگ کو اگر یاد کر رہے ہیں اور یاد کرتے کرتے اگر رقت طاری ہو گئی تو سمجھو کہ آپ کے سلام کا جواب آ گیا۔ اگر رقت طاری نہ ہو رہی ہو تو کچھ درویش کہتے ہیں کہ منہ پر کچھ مارو تا کہ کوئی آنسو آ جائے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی طرح سے رونی شکل بنا لو۔ کچھ تو کرو، کہ تم تو ٹھوس ہو گئے، کٹھور ہو گئے۔ تو کٹھور نہ ہونا۔ سب سے بڑا ظلم سنگ دل ہو جانا ہے۔

سوال:

متابعت کس طرح سے کی جائے؟

جواب:

عشق سے محروم ہونا اطاعت کی نفی ہے۔ عشق بڑا کاری گر ہے۔ عشق اطاعت سکھا دیتا ہے۔ عشق جو ہے یہ خود راہنمائی کرتا ہے۔ پھر آپ کو خود بخود

پتہ چلتا جائے گا کہ میرا یہ عمل صحیح ہے' یہ عمل غلط ہے' ہم راہنمائی میں جا رہے ہیں۔ اور جب عشق ٹھنڈا ہونا شروع ہو جائے تو سمجھو کہ غلطی ہو گئی۔ باقی دین تو آپ نے سیکھا ہوا ہے' آپ کو پتہ ہے کہ یہ عبادت ہے' یہ ادب ہے' یہ اللہ ہے' یہ فرشتے ہیں' یہ حج ہے' روزہ ہے' زکوٰۃ ہے ____ تو یہ سب ٹھیک ہے۔ سارے اعمال کا آپ کو پتہ ہے اور معلوم ہیں۔ جب آپ کو عشق کی بات سمجھ آ گئی تو ان پر عمل کرنا صحیح طور پر سمجھ آ جائے گا۔ تو عشق جو ہے وہ راہنمائی کرتا چلا جائے گا۔ اس طرح آپ گمراہ نہیں ہوں گے۔ گمراہ کیسے ہونا ہے؟ اور خدا تو بن نہیں سکتے آپ کے سامنے۔ کوئی پیغمبر بنے تو اُسے کافر کہہ دینا۔ تو اور پیغمبر بھی نہیں بن سکتا۔ اولیائے کرامؒ میں بننا بھی بہت مشکل ہے کیونکہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر آپ اچھے مرید بن جائیں تو یہ بڑی بات ہے۔ اس لیے آپ گمراہ نہیں ہو سکتے۔ آپ کوئی بڑے عزائم نہیں رکھتے۔ حکومت کے خلاف بھی اُٹھ نہیں سکتے۔ حالات کا پتہ نہیں چلتا' بندہ ہی غائب ہو جاتا ہے' سمجھ نہیں آتی کہ کیا ہوتا ہے۔ ایسا وقت بھی نہیں آیا کہ آپ ہنگامے کریں۔ اس لیے آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ صرف اللہ اللہ کر سکتے ہیں۔ آپ نے کیا کرنا ہے۔ آپ کی زندگی بہت آسان ہے۔ آپ پیدائشی اللہ والے لوگ ہیں' ڈرے ہوئے لوگ ہیں' سہمے ہوئے لوگ ہیں۔ سہما ہوا آدمی تو ویسے ہی اللہ والا ہو جاتا ہے۔ آپ نے کیا گمراہ ہونا ہے' آپ کو گمراہی کا موقع ہی نہیں ہے۔ گمراہ ہونے والا تو کہیں یہ فرعون بنے گا' کہیں نمرود ہو گا' کہیں شدّاد ہو گا' اللہ سے مقابلہ کرے گا۔ تو آپ ڈرے ہوئے' سہمے ہوئے' غریب لوگ ہیں' آپ کیا کریں گے۔ کبھی آپ کا

دوست ناراض ہو جاتا ہے' کبھی حالات کمزور ہو جاتے ہیں' کبھی خواہش بڑھ جاتی ہے' کبھی پیسہ گھٹ جاتا ہے۔ آپ کے ساتھ تو یہی ہوتا رہتا ہے۔ آپ کو کوئی نہ کوئی دِقت رہتی ہے۔ دِقت میں رہنے والا آدمی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ وہ بے چارہ تو دِقت میں ہے' اس نے کیا گمراہ ہونا ہے۔ گمراہ ہونے کے لیے بڑی طاقت چاہیے۔ گمراہ ہونے کے لیے عیش والی زندگی چاہیے۔ غریب آدمی کیا گمراہ ہوگا۔ اس لیے آپ گمراہ نہیں ہوں گے۔ آپ لوگ صرف پس ماندہ ہیں۔ آپ لوگ اسلام کی فیورٹ غذا ہیں۔ آپ اپنے کو پریشان نہ کرو اور اللہ کو مانتے جاؤ۔ آپ کا سارا رستہ ٹھیک ہے۔ آپ درود شریف کی اہمیت سمجھو۔ زندگی میں چند آدمی آپ کے واقف ہوتے ہیں' انھی کے اندر آپ کا غم اور خوشی بنتا ہے۔ بیٹے اور بیٹیاں آپ کے غم اور خوشی کا باعث ہیں' رشتے دار غم اور خوشی کا باعث ہیں۔ جس کو آپ نے اپنا دوست سمجھا وہ چلا گیا' ناراض ہو گیا۔ پہلے وہ دوست خوشی تھا' اب وہ دوست غم بن گیا۔ دوست کا نام بدلتا رہتا ہے۔ پہلے وہ کیا تھا؟ وہ خوشی تھا۔ اب کیا ہے؟ اب غم ہے' کیونکہ وہ چلا گیا' ناراض ہو گیا' اب وہ کسی اور جگہ چلا گیا۔ چلو بات ختم ہو گئی' جھگڑا ختم۔ تو یہ ہے آپ کی کل کائنات۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ کو اپنے اندیشوں میں نہ ماپا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی نعمتوں سے دیکھا کرو۔ جس شخص کا یہ پتہ نہیں ہے کہ قیامت کے دن اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اس کے بارے میں پہلے یہ فیصلہ کیوں کرتے ہو کہ وہ بخشا نہیں جائے گا۔ یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر بہت فضل کرے گا۔ جس شخص کو اس نے پیدا ہونے سے پہلے اسلام دے دیا' اب اس کے

ساتھ اللہ نے کیا کرنا ہے۔ اللہ تو آپ پر پہلے فضل کر چکا ہے۔ آپ کو زندگی کی سمجھ نہیں آتی اور اس کا نام آپ نے اللہ رکھا ہوا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ اللہ سمجھ نہیں آتا۔ دراصل آپ کو زندگی سمجھ نہیں آتی۔ آپ کی غریب زندگی ہے' پریشان زندگی ہے۔ تو اپنی زندگی کی اصلاح کرو۔ اللہ تو آپ کے تجربے میں نہیں آیا تو اس نے آپ کو کہاں پریشان کرنا ہے۔ دراصل زندگی آپ کے تجربے میں نہیں آ رہی' زندگی کی سمجھ نہیں آ رہی۔ زندگی کی میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ خواہش کو کم کر دو تو حاصل جو ہے وہ Adjust ہو جائے گا۔ زیادہ پھیلنے کی کوشش نہ کرو' منتشر ہو جاؤ گے۔ اس میں آرام آرام سے چلو۔ اپنی استعداد بڑھا دو تا کہ آپ کو آپ کے عمل کی توفیق مل جائے۔ یہ میں آپ کو آسان آسان بات بتا رہا ہوں۔ جن لوگوں سے آپ ناراض ہیں ان کو معاف کر دیں' پھر آپ کے دل سے مَیل نکل جائے گا۔ جو لوگ آپ سے ناراض ہیں ان کو راضی کر لو' ان سے معافی مانگ لو' آپ سے بوجھ ختم ہو جائے گا۔ آپ اپنے بچوں کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو کیونکہ یہ اپنا مزاج اور اپنی زندگی رکھتے ہیں' انہوں نے اپنے مزاج میں چلنا ہے' اپنی زندگی پوری کرنی ہے۔ اس طرح یہ بات آسان ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے جاؤ اور شکر ادا کرتے جاؤ کہ عبادت کی توفیق ملی ہے۔ کسی اور کو جواب دہی کی بات نہیں ہے۔ اسلام کے بارے میں کبھی پبلک میں Discussion نہ کرو کہ اسلام کیا ہے۔ اسلام آپ کا اپنا نام ہے۔ اسلام مسلمانوں کا نام ہے' مسلمانوں کے گروہ کا نام ہے' مسلمانوں کے عمل کا نام ہے۔ آپ متفقہ طور پر کوئی عمل کریں تو یہ اسلامی عمل ہو گا۔ اگر سارے مل کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ پاکستان

کا نام ہم نے کوئی اور رکھنا ہے تو یہ اسلامی عمل ہو گا۔ کیونکہ سارے مسلمانوں نے مل کر فیصلہ کر لیا ہے اس لیے یہ اسلامی عمل ہے۔ تو مسلمان اگر مل کے کام کر لیں تو یہ اسلامی ہے۔ اگر آپ لوگ مل کر کوئی فیصلہ کر لو تو یہ عین اسلامی ہے۔ مل کے ہوں تو انسان عام طور پر گمراہ نہیں ہوتا۔ گمراہ وہ انتشار میں ہوتا ہے۔

اب آپ اور بات کرو_____ پوچھو_____ کوئی بات؟ آپ بولیں، نہیں تو دعا کراتے ہیں_____

سوال:

آج کی محفل میں یہ پتہ چلا ہے کہ طریقت میں فریڈم آف تھاٹ اور فریڈم آف ایکسپریشن نہیں ہوتے کیونکہ جس بندے کو مان لیں تو صرف اس کی بات ماننی ہوگی۔

جواب:

پھر نبھانا چاہیے۔ میرے کہنے کا یہ مقصد ہے کہ آپ اپنی Discussion پر جتنی Energy ضائع کرتے ہو اگر یہ انرجی صرف Preserve کرو تو یہ عرفان بن جاتی ہے۔ آپ اور کچھ بھی نہ کرو۔ گناہ بھی نہ کرو اور ثواب بھی نہ کرو، آرام سے بیٹھے رہو۔ تیسرے ہی دن آپ پر عرفان ہو جائے گا۔ تو آپ نہ گناہ کرو نہ ثواب، صرف بیٹھے رہو اور پھر تین دن کے بعد آپ کے اندر ایسا واقعہ پیدا ہو جائے گا کہ آپ کہو گے کہ خدا جانے، یہ تو کوئی نئی بات آ گئی۔

سوال:

بعض اوقات غصہ بہت آ جاتا ہے۔

جواب:

اگر مجھے آپ کی اس بات پر غصہ آ گیا تو پھر زیادہ غصہ ہو جائے گا۔ مگر آپ کی کسی بات پر مجھے غصہ نہیں آتا۔ کیوں نہیں آتا؟ کیونکہ میں یہ Relation طے کر چکا ہوں کہ اس بندے پر میں نے غصہ نہیں کرنا۔ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں۔ ورنہ تو آپ کی ہر بات ہی غصہ دلانے والی ہے۔ آپ بات سمجھے؟ مگر یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ اگر آپ کی ہر بات غصہ دلانے والی ہو تو ہمیں پھر بھی غصہ نہیں آنا۔ یہ فیصلہ ہمارا ہے۔

سوال:

مجھے تو معاشرے کی کوتاہیوں پر غصہ آتا ہے۔

جواب:

معاشرہ تو انسانوں کا گروہ ہے بلکہ بے علم انسانوں کا گروہ ہے۔ تو یہ بے علم انسانوں کا گروہ ہے جو آپ کے ذہنوں پہ سوار ہے۔ معاشرہ آپ کا نام ہے۔ اگر کوئی آدمی بیمار ہو تو اس کو کہیں سے صحت کی خبر نہیں آتی۔ جو آدمی بیمار ہو وہ یا تو یہ سمجھے گا کہ صحت والے سارے ظالم ہیں یا پھر سارے ہی بیمار ہیں۔ وہ درمیان میں نہیں رہ سکتا۔ تو جو شخص سماجی طور پر بیمار ہو اس کو معاشرہ ظالم نظر آتا ہے۔ یہ وہ معاشرہ ہے جہاں پیغمبر پلے ہیں۔ یہی معاشرہ ہے جہاں عرفان پلتا ہے۔ یہی لاہور ہے جہاں سینما بھی چلتے ہیں اور مزار بھی ہیں۔ یہ اولیائے کرام کا شہر ہے Saints کا شہر ہے اور Sinners کا شہر ہے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں ہر چیز کثرت سے پائی جائے گی۔ دانش وری یہاں پر ملے گی اور جہالت بھی یہاں پر

ملے گی۔ یہ عجیب قسم کے تضادات کا شہر ہے۔ یہ بند گلیوں کا شہر ہے اور مضافات کا شہر ہے۔ کہیں آپ کی یہ آبادی ''ماڈل ٹاؤن'' ہے اور کہیں یہ ''چوہٹہ مفتی باقر'' ہے۔ پرانے بزرگ لوگ وہاں رہتے ہیں۔ اس میں جہاں گناہ ہے وہاں ثواب ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ آپ فوٹوگرافک کیمرہ تو نہیں ہیں' آپ تو ایک مزاج ہیں۔ اگر آپ کا مزاج گناہ ہے تو لاہور میں آپ کی خیر نہیں کیونکہ پھر لاہور گناہ سے بھرا ہوا ہوگا۔ اگر آپ نیک ہیں تو لاہور اولیائے کرامؒ سے بھرا ہوا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ کیا ابھی فیصلہ نہیں کیا آپ نے؟

سوال:

ہم پڑھے لکھے' سمجھدار اور دانشور لوگ ہیں اور نیکی برائی کو سمجھتے ہیں اور اس پر محاکمہ کرنا چاہتے ہیں۔

جواب:

آپ محاکمہ ضرور کرسکتے ہیں مگر گناہ پر انگلی اُٹھانے والا یہ فیصلہ کرے کہ وہ خود گناہ سے مبّرا ہے۔

سوال:

کیا یہ پابندی ہے؟

جواب:

بالکل پابندی ہے۔ یہی تو آپ کو سکھا رہے ہیں۔ کسی شخص کو سنگسار کرنے میں پہلا پتھر وہ مارے جو اس گناہ سے آزاد ہے۔ اس طرح وہ بندہ تو ہمیشہ کے لیے بچ جائے گا۔ اپنے اندر سے برائی نکالنے کے بعد برائی پر تنقید کر

دو۔اس آدمی کوتو میں منافق کہہ رہاہوں جوخود برائی رکھتاہےاور برائی پرتنقید کرتا ہے۔اس کے لیےتو میں بچت کی راہ نہیں چھوڑ رہا۔کافر بچ سکتا ہے' مومن بچ جائے گا لیکن منافق نہیں بچے گا۔اس لیے اے صاحبانِ بصیرت! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ برائی جو آپ کوسماج میں نظر آ رہی ہے پہلے یہ دیکھ لو کہ آپ کے گھر کے اندر نہ ہو۔اگر گھر کے اندر ہےتو نکال دو۔پھر یہ آپ کا معاشرہ ہے' آپ اصلاح کرو۔ یہ نہ ہو کہ .You find the same evil in yourself۔یہ خیال رہے۔پھرتو یہ آسان بات ہے۔آپ نے غور کیا؟

سوال:

ہم تو اس علم کے داعی ہیں جس میں کہتے ہیں کہ یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے' یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔ہمارا اندر جیسا مرضی ہو۔

جواب:

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب آپ پھنس گئے ہیں۔اب آپ Point of no return پہ ہیں۔ یا آپ افغانستان بن جائیں گے یا آپ ہندوستان کے مسلمان بن جائیں گے' Slave ہو جائیں گے۔ یا تو آپ بانٹ دیئے جائیں گے یا بیچ دیئے جائیں گے' اگر آپ نے اپنی اصلاح نہ کی تو۔دانش وری آپ کو اب آخری مقام تک لے آئی ہےاور یہ پوائنٹ ایسا ہے جہاں سے آپ اللہ کے فضل سے ہی نکل سکتے ہیں' ورنہ عام روٹین سے آپ واپس نہیں جاسکتے۔یہ دانش اب آپ کے کام آنی چاہیے۔میں پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو میرے کام نہ آئے۔اب وقت آ گیا ہے۔اگر آپ سیاست کو اس روٹین سے

چلائیں گے تو وہ وہی نتیجہ دے گی جو اس نے پہلے دیا تھا' فراست بھی روٹین میں چلے گی تو وہی کچھ بنے گی' نئی شادی اور پرانی شادی ایک ہی نتیجہ لائے گی۔ آپ پہلے بھی ایکسیڈنٹ کرتے تھے اور اب نئی گاڑی کا بھی کردو گے۔ مقصد یہ ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کرو۔ اس حالت میں تم نیا سفر کرو گے تو پھر وہی واقعہ ہو جائے گا۔ اس لیے اے صاحبانِ عقل آپ یہ سمجھو کہ اسلام کے ساتھ کیا ہوا پڑا ہے' آپ تاریخ کے کس موڑ پہ آ گئے ہیں اور اب کیا ہونے والا ہے۔ اس کو پہچانو۔ اب وقت ضائع کئے بغیر اپنی اصلاح کرلو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر کوئی یہ کہے کہ بتایا کسی نے نہیں تھا۔ میں اب بتا رہا ہوں آپ کو' آپ گواہ رہنا۔ میں بتا رہا ہوں کہ آپ کے پاس تھوڑا ٹائم ہے۔ تو اتنی بات میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ آپ کے پاس وقت تھوڑا ہے۔ آپ اپنے دانش کدے کی اصلاح کرلیں تو آپ کے لیے بڑی نیکی ہے۔ یہ کوئی شرمندگی کی بات نہیں ہے بلکہ نیکی کی بات ہے کہ ہم اللہ سے ڈر گئے' آخر کوئی ہمیں ڈرا گیا' ہم تائب ہو گئے۔ لوگ کہیں گے کہ تُو بڑا دلیر تھا' بڑی بے باک باتیں کیا کرتا تھا' تو آپ کہو کہ آخری وقت آ گیا ہے' آخری پہر آ گیا ہے۔ اب آپ یہ کرو کہ When all else are failed let us try God. اس میں کیا دِقت ہے۔ اب باقی سارا کچھ فیل ہو چکا ہے' Collapse ہی ہے' آؤ خدا کو آزماتے ہیں' دیکھ لیتے ہیں' خدا تمہیں نہیں چھوڑے گا' بڑھاپے میں بھی نہیں چھوڑے گا۔ بڑھاپے کو بڑھاپا تو کہو ناں' اب اس کو جوانی تو نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے یہ وقت ہے کہ آپ خود کو خدا کے حوالے کرو۔ پھر آپ کی دانشوری کی اللہ حفاظت کرے گا۔ دانش وہ جو آپ کے کام بھی آئے۔ دانش

رعب کا نام نہیں ہے۔ آپ لوگوں کا اپنے ملک میں بڑا مقام ہے۔ آپ توبہ کرو۔ اپنے ساتھ وفا کرو۔ خدا کو مانو۔ اس مقام سے نکلو جس مقام پہ آپ کا ملک پھنسا پڑا ہے۔ ورنہ آپ کچھ کر کے دیکھو' سیاست کر کے دیکھ لو' نتیجہ وہی ہوگا۔ یہ سب دیکھ لو' آپ عقل مند ہیں۔ دیکھنا یہ ہے اور کرنا یہ ہے تاکہ اللہ کا فضل شاملِ حال ہو' سیاست بھی بحال ہو اور ہر شعبہ اپنی جگہ پر نئے سرے سے ٹھیک ہو جائے۔ یہ ہونا چاہیے۔ آپ جب اپنی عزت کریں گے تو پھر آپ کو سمجھ آئے گا کہ آپ کیا ہیں۔ ابھی تک تو کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ مدت ہی ہوگئی ہے۔ اقبالؒ کے ساتھ یہ واقعہ ہوا تھا۔ چلتے چلتے ایک عام آدمی کو خاص علم مل گیا۔ عجب بات ہے۔ اقبالؒ ایسی بات کر جاتا ہے کہ افلاک سے نالوں کا جواب آتا ہے' غلغلۂ الاماں ہو جاتا ہے' حریمِ ذات میں شور ہو جاتا ہے' لامکاں کی بات ہو جاتی ہے۔ پھر جناحؒ کے ہاں اتنی استقامت۔ انگریزی ماحول کا پلا ہوا تھا مگر بڑی بات تھی۔ اس کے بعد کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اور اس کے بغیر آپ کی زندگی گزر نہیں سکتی۔ میں کہہ رہا ہوں کہ آپ ہی وہ واقعہ ہو۔ آپ ذرا ہوش تو کرو' اپنے آپ کو نکالو تو سہی۔ واقعہ کیوں نہیں ہوگا آپ کے ساتھ۔ آپ کے علم میں کوئی اضافی چیز پیدا نہیں ہو رہی۔ کتابوں سے جو کچھ پڑھا ہے' اور کچھ نہیں بنا' اتنا ہی ہے جتنا آپ نے پڑھا ہے اور وہی کچھ آپ کے پاس ہے۔ یہ علم تو کافی نہیں ہے۔ یہ تو اس کتاب میں Better preserved there زیادہ اچھا محفوظ ہے۔ آپ بات سمجھے؟ یہ علم وہ بنا نہیں ہے جو آپ بنانا چاہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کی کمی ہے۔ کمی یہ ہے کہ مستعار لیا ہوا علم آپ کے کام نہیں آ رہا ہے۔ آپ عمل

کو اختیار کریں۔ اگر مصنف سے علم لینا ہے تو پہلے مصنف کا عمل لو۔ یہ بات سمجھ آئی؟ آپ جس سے علم لے رہے ہیں اس سے عمل لیں۔ اگر آپ نے قرآن کا علم حاصل کیا ہے تو قرآن کی منشاء کے مطابق عمل حاصل کرو۔ وہ عمل ملے گا تو قرآن کا علم ملے گا۔ اے امام عالی مقام علیہ السلام کی عزت کرنے والو! اگر آپ شہادت گاہ میں اُترو تو آپ کو سمجھ آئے گا کہ امام علیہ السلام کا مقام کیا ہے۔ آپ کو ذرا تکلیف ہو جائے تو آپ آسمان کو سر پہ اُٹھا لیتے ہو تو آپ کو شہادت کا کیا پتہ۔ شہادت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آنے والے انتہائی مصیبت اور غم کے اندر انتہائی صبر اور شکر سے گزر جانا۔ یہی ہے ناں شہادت۔ اور آپ پر تھوڑی سی ابتلا آئی تو آپ نے شور مچا دیا۔ لہٰذا آپ کو حق نہیں ہے کہ آپ امام علیہ السلام کی بات کریں۔ امام علیہ السلام کو ماننے والا جو ہے وہ ابتلا کے اندر صبر سے گزرے گا۔ تو آپ جس کو مان رہے ہیں اس کا علم لے لو۔ آپ کو میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ آپ عمل کی اصلاح کرو اور علم کی فوقیت چھوڑو۔ اب آپ کو بات سمجھ آئی؟

سوال:

سمجھ تو آ گئی ہے مگر ہم نے اتنا علم حاصل کیا ہوا ہے کہ سچ بات مشکل لگتی ہے۔

جواب:

یہ تو میں نے آپ کو پہلے بتایا ہوا ہے کہ علم یادداشت کا نام ہے وہ یادداشت جو آپ کے پاس ہے۔ آپ عالم لوگ ہیں اور آپ یہ دیکھیں کہ انسان جب اپنی کتاب دوبارہ پڑھتا ہے تو یہ پوچھتا ہے کہ کس نے لکھی ہے۔

اکثر رائٹرز نے یہ کہا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ کس کی کتاب ہے۔ بولا یہ تیری کتاب ہے۔ کہتا ہے Good God! کون سا Genius تھا جو یہ لکھ گیا' اب تو میں وہ نہیں ہوں۔ ساٹھ سال کے بعد تو وہ وقت نہیں رہتا' اپنا بولا ہوا علم اپنے لیے نیا ہو جاتا ہے۔ آپ جو عمل کر گئے ہیں یہی آپ کا انجام ہے۔

سوال:

آپ کے نکتہ نگاہ کے مطابق انفرادی اصلاح ایک بہت وقیع چیز ہے مگر دانشوری کا مسئلہ یہ ہے کہ پورے معاشرے میں انقلاب لانا ہے۔ تو جدید دور میں اسلام کو کیسے Interpret کیا جائے۔

جواب:

اسلام کی وضاحت میں جتنا علم لکھا گیا ہے فرض کرو کہ وہ علم سب نے پڑھ لیا' تو وہ سب کے علم میں ہے کہ کیا کیا لکھا گیا ہے۔ میں آپ کو اسلام کی ایک تعریف بتاتا ہوں اور آپ دانشوری کے ابواب کے طور پر بتاؤ کہ کیا ہم ایسے شخص کو مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ نہیں یعنی ایک ایسا آدمی ہے جو اللہ کو اس کائنات کا خالق اور مالک مانتا ہے' اس خالق کا نام اللہ ہے۔ اس اللہ کے بارے میں یہ موٹی موٹی باتیں ہیں کہ وہ The Truth ہے' پالنے والا ہے' سنبھالنے والا ہے' اس کائنات میں سے کسی چیز کو نکال سکتا ہے' اس میں کوئی چیز شامل کر سکتا ہے' یہ اس کے اپنے کام ہیں۔ اس ذات میں نہ کوئی اضافہ ہے اور نہ کوئی کمی ہے۔ اس ذات کا نام ہم نے اللہ رکھا ہوا ہے۔ میں اس اللہ کو مانتا ہوں۔ آج کی شام تو ساری بات میں یہ بتا رہا تھا کہ جس کو اب Sum up کرنے میں آپ کے سوال کا

جواب آیا۔ یہ آج کی بات کا خلاصہ ہے' Synopsis میں نے پہلے بیان کردیا ہے۔ پھر وہ اللہ اس کائنات کے اندر انسانوں کی بنائی ہوئی اخلاقیات کو' Morality کو جانتا ہے اور کہتا ہے کہ میری طرف سے Morality میں Divinity کو شامل کرلو اور اس کو تم Religion کہا کرو۔ اس کا منشور دینے کے لیے جو آدمی منسوب کیا جائے یا معمور کیا جائے اس کو پیغمبر یا نبی کہتے ہیں۔ ہم نبیوں کو مانتے ہیں اور نبوت کے آخری نبی ﷺ کو مانتے ہیں۔ ہم اس کتاب کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' اس کتاب کو' قرآن مبین کو مانتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل امینؑ لائے اور یہ کتاب ہدایت دے گی بشرطیکہ پڑھنے والا متقی ہو۔ تو متقی کے لیے ہدایت ہے۔ متقی کی تعریف میرے رب نے یہ فرمادی ہے کہ الذین یومنون بالغیب جو جانے بغیر ایمان لائے' دیکھے بغیر ایمان لائے۔ یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون نماز قائم کرتا ہے اور جو ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کردیتا ہے۔ پھر آپؐ پر جو نازل ہوا اُسے مانتا ہے اور جو آپؐ سے پہلے نازل ہوا وہ بھی مانتا ہے۔ ایسے آدمی کو متقی کہتے ہیں اور اسؐ کے لیے اللہ کی کتاب میں ہدایت ہے۔ آپ مانتے تو ہیں کہ اس میں ہدایت ہے تو اب متقی ہونے کی کوشش کریں۔ اتنی بات ماننے کے بعد یہ مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ الیوم اکملت لکم دینکم آج کے دن میں نے تمہارے اوپر دین مکمل کردیا۔ اس کے بعد کے اضافوں کو وہ شخص نہیں جانتا۔ تو وہ یہ مسلمان ہے۔ آپ بتائیں کہ کیا کہتے ہیں۔

سوال:

اس اعتبار سے تو یحییٰ خاں' غلام محمد' سکندر مرزا' کوثر نیازی اور ضیاء الحق پورے مسلمان ہیں۔

جواب:

آپ نے پورے مسلمانوں میں صرف پانچ نام لیے ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ یہ پورے مسلمان نہیں ہیں ورنہ آپ سب کے نام لیتے۔ ثابت یہ ہوا کہ ان پانچوں میں کوئی خامیاں نوٹ کر رکھی ہیں اور آپ کے مطابق وہ نہ ہوں تو یہ پورے مسلمان ہیں۔ آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے۔ یہ آپ کا کمال ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو Morality پر بھی پورے نہ اتریں وہ Divinity کو کیسے سمجھیں گے۔ ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ ورلڈ میں جو Morality ہے اس کو مانو اور اس میں Divinity کا اضافہ کرو۔ اب میں آپ کے لیے پھر Define کرتا ہوں۔ انبیاء علیہ السلام کو مانو اور آخری نبیؐ کو مانو۔ قرآن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھتے ہوئے اسے مانو۔ الیوم اکملت لکم دینکم تک جتنا لٹریچر تھا وہ سارا جان جاؤ۔ بعد کے لٹریچر کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ اُس میں Morality ہو گی Divinity کے ساتھ' اللہ پر یقین ہو گا اللہ کے حبیب ﷺ کے ساتھ۔ تو قرآن کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانو' متقی ہونے کی کوشش کرو اور اپنی زندگی پر اعتبار کرو۔ یہاں اسلام پورا ہے۔ ہم آپ کو صرف دانش وری کی بات نہیں بتا رہے بلکہ اس سے آگے کی بات بتا رہے ہیں' فتویٰ آپ کے لیے ہے۔ آپ ڈرتے ہیں۔ آپ یہ کہیں کہ جو آدمی اس کے بعد کے علم کو اسلام کے لیے ضروری سمجھتا

ہے وہ غیر ضروری بات کر رہا ہے۔ کب کہو گے آپ؟ آپ کہو کہ واصف صاحب نے مجھے کہا ہے۔ اب لکھو آپ کالم۔ اسلام یہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی بول پڑے گا' تیسرا بول پڑے گا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ اس راز کے پیچھے پہلا آدمی ایک فقیر ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ فقراء سے ملتے ہیں۔ آپ بظاہر جیسے بھی ہیں لیکن فقراء سے ملتے ہیں' فقراء سے ڈرتے بھی ہیں۔ مطلب یہ کہ پہل کس نے کرنی ہے؟ کوئی آدمی پہل کر جائے۔ سب کے اندر بات پیدا ہو گئی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ کسی مولوی کا مولوی ازم نہیں چلے گا' کسی پیر کا اِزم نہیں چلے گا' کسی کا کچھ نہیں چل سکتا۔ سب سکّے کھوٹے ہو گئے ہیں۔ لیکن آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام چلے گا۔ آپ جیسے آدمی اب تک ڈر رہے ہیں کہ "اسلام" کے خلاف واضح بات نہ کریں۔ ابہام کے ساتھ یہ تو کہتے رہتے ہیں کہ پیسہ برابر ہو جائے' تقسیم ہو جائے' یہ ہو جائے وہ ہو جائے ______ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام جھوٹا ہے۔ یہ آپ کہہ نہیں سکتے۔

سوال:

کیا یہ کام مرحوم پرویز صاحب نے نہیں کیا تھا؟

جواب:

نہیں کیا تھا۔

سوال:

کیا انہوں نے الیوم اکملت لکم دینکم کے بعد کے علم کو غیر ضروری قرار نہیں دیا تھا؟

جواب:

.No۔ نہیں، نہیں۔ جو چیز نہیں ہو سکتی وہ نہیں ہے۔ اس نے درمیان کی محترم شخصیتوں کا احترام نکال دیا۔ ہم ان شخصیتوں کو سلام کے ساتھ بات کر رہے ہیں، اُن کی اجازت سے بات کر رہے ہیں۔ یہ بڑا فرق ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ فلاں بزرگ کیا ہوتے ہیں۔ ناں! وہ بڑے لوگ ہوتے ہیں اور انہی کی توجہ سے آپ لوگ شاملِ حال ہوتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آئمہ کرام کی توہین کر دو۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کی بڑی مہربانی ہے۔ اب نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ اب ان کی اجازت سے یہ کہا ہے تا کہ پہلے اسلام تو محفوظ ہو جائے

؎ گل کھلیں گے یا اُگیں گے خار دیکھا جائے گا
آندھیوں کی زد سے تو محفوظ ہو پہلے چمن

بعد میں ہم دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ اس لیے ہم ان تمام معزز ہستیوں کی عزت کے تحفظ کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے کے اعلان کے ساتھ یہ کہتے ہیں۔

سوال:

ہوتا یہ ہے کہ درمیان کی جو محترم ہستیاں ہیں ان کے احترام میں نئے سلسلے چلے ہیں۔

جواب:

یہ تو نہ چلنے والوں کے اندیشے ہیں جو گھر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے کسی سے آج تک نہیں کہا ہے کہ یہ واصفیہ سلسلہ ہے۔ اتنے عرصے سے آپ کو سُنا رہا ہوں، آپ کو قابو کر کے ایک جگہ بٹھایا ہے، کیا سلسلے کا نام رکھا ہے؟ نہیں رکھا۔ پھر

یہ اندیشہ کس بات پہ آیا ہے؟ یہ آپ کا بلا وجہ اندیشہ ہے۔ سلسلے سے فرق نہیں پڑتا۔ اگر سلسلہ سمیٹنے والا ہو تب فرق نہیں پڑتا۔ بات یہ ہے کہ نہ چلنے والا جو ہے وہ سفر کی اذیت اور صعوبتوں کا ذکر کر رہا ہے۔ افسوس مجھے اس بات کا ہے۔ چلنے والا بیان کرتا تو اور بات تھی۔ گھر میں بیٹھا ہوا آدمی یہ بیان کر رہا ہے کہ سفر بڑا مشکل ہے۔ وہ سفر پہ چلا ہی نہیں ہے_____ آپ نے پوچھا کہ کس کو اسلام کہیں تو میں نے بتایا کہ اس کو اسلام کہیں۔ کسی مسلمان کو کوئی آدمی معتوب نہ کہے جب تک آخری دن نہ آ جائے۔ جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے کسی کو گناہگار نہ کہو۔ کیا میں کوئی مشکل بات کر رہا ہوں؟ جب تک توبہ بند نہیں ہوتی آپ یہ کیوں کہیں کہ اُس آدمی کی نجات نہیں ہوگی۔ کسی کو کیا پتہ؟

سوال:

گویا کہ یزید سے ٹکر لینے کے لیے اس کی موت کا انتظار ضروری نہیں۔

جواب:

یہ تو آپ کا اپنا اظہار ہے۔ یہ ٹکر نہیں ہے۔ یہ اپنی صداقت کا اظہار ہے۔ یہ Norms ہیں' پیغمبر ایک Norm ہے۔ پیغمبر جو ہے وہ کفر کی موت کا انتظار نہیں کرتا۔ یہ واضح اور پازیٹو ڈائریکشن ہے کہ امرِ الٰہی کے تابع چل رہے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی موت کا انتظار کیا جائے۔ یہ واضح اثبات کی بات ہے۔

سوال:

یزید کو اگر معتوب قرار دیں گے تو بات بنے گی۔

جواب:

ٹکر لینے والوں نے اسے معتوب قرار دیا۔ انہوں نے ٹکر لینے سے پہلے معتوب قرار دیا۔ معتوب قرار دینے کی وجہ؟ بڑی واضح وجہ ہے۔ بات صرف اتنی ساری ہے کہ آپ کے سوال کا جواب اب واضح ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص کو اس وقت تک یزید نہیں کہہ سکتے جب تک آپ امام نہ بنو۔ وہ لوگ جھوٹے ہیں جو یزید تو دریافت کرتے ہیں مگر حسین بننے کو تیار نہیں۔ میں ان کے خلاف بات کر رہا ہوں۔ ان کو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ سفر نہیں کر رہے مگر مسافرت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مسافرت بڑی مشکل ہے' بڑی اذیت ہے' یزید بہت کھڑے ہیں۔ مگر خود حسین بننے کو تیار نہیں۔ تو میں ان کی بات کر رہا ہوں۔ حسینؑ کی صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس کائنات میں واضح طور پر تہہا رہے گا۔ حسینؑ ایک عمل کا نام ہے۔

سوال:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ برے کے عمل کو بُرا جانو' اُس انسان کو بُرا نہ جانو۔

جواب:

یہ تو پہلے طے ہو گیا ہے۔ اللہ نے بتا دیا کہ بُرائی اور اچھائی کیا ہے۔ لوگ دوسرے کو صرف بُرا نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ تیری تو بخشش ہی بند ہو گئی۔ وہ اسے مسلمان نہیں مانتا۔ آپ ان باتوں میں نہ اُلجھو۔ بُرے آدمی کو بُرا جاننا آپ کی مجبوری ہے' برائی کو برائی کہنا آپ کی مجبوری ہے لیکن اس پر بخشش کے دروازے آپ بند نہ کرو جب تک آپ پر نہ کھلیں۔ اپنا پتہ نہیں ہے کہ بخشش کے

دروازے کھلے ہیں یا نہیں کھلے ہیں لیکن اس پر بند کرنے کے لیے تیار ہیں۔ کہتا ہے کہ یہ پتہ نہیں کہ میں کہاں جاؤں گا لیکن اتنی بات ہے کہ اِس کو جنت میں نہیں جانے دوں گا۔ لوگ عام طور پر یہ کہتے ہیں۔ سیاست میں یہ تقریریں ہوتی ہیں کہ پتہ نہیں ہم کیا چاہتے ہیں لیکن وہ نہیں ہونے دیں گے جو تم چاہتے ہو۔ عام حالات میں لوگ ایسا کہتے ہیں ____ اس لیے آپ نے اسلام کی تعریف پوچھی تھی اور میں نے آپ کو بتائی ہے۔ کیا اسلام کی یہ تعریف ٹھیک ہے؟ آپ بیان کرو گے؟

سوال:

میں تو یہ بیان کرتا رہتا ہوں۔ میرا سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کا اور حسینؑ کا درجہ اور ہے۔ وہاں بھی کھڑے ہو کے یہ کام کیا جا سکتا ہے۔

جواب:

وہ وقت اور ہے۔ ابھی ٹائم نہیں ہے۔ یہ ٹائم نہیں ہے۔ اگر وقت کا حسین Available ہو تو بھی آپ اس کے ساتھی اور سامعین ہو کے بات کر سکتے ہیں۔ ابھی وہ اوریجنل ذات Locate نہیں ہوئی۔ جس کے ساتھ فنکشن کا آغاز ہونا ہے۔

سوال:

ہم اپنے طور پر تو Condemn کر سکتے ہیں۔

جواب:

یہ تو صرف Condemn کرنا ہے' بغیر یہ جانے Without

کہ بات کیا ہے۔ مطلب یہ کہ جو آدمی حسینؑ کے سامنے کھڑا ہو وہ knowing
یزید ہوتا ہے۔ اگر آپ نے یزید کو حسینؑ کے علاوہ ڈھونڈ لیا ہے تو آپ نے
جھوٹ ڈھونڈا ہے۔ یہ دونوں بیک وقت Discover ہونے والی شے ہیں۔
آپ نے خالی یزید کو ڈھونڈا ہے' گویا کہ آپ نے کچھ نہیں ڈھونڈا۔ آپ غلطی
میں لگ گئے ہو۔ یہ بیک وقت ظاہر ہونے والے ستارے ہیں۔ کہ پیغمبرؐ کے
سامنے بولہب کا ہونا بیک وقت ہے۔ یہ Simultaneous ہی ہوتا ہے۔ امامؑ
کے سامنے یزید کا ہونا Simultaneous ہے۔ آپ نے ایک دریافت کرلیا ہے
مگر دوسرا نہیں ہے۔ تو یہ بات ہے ______

اور کوئی سوال ______ بولو ______

میری یہ بات یاد رکھنا کہ اچھی نیت سے ہی اچھا تعلق ہوگا۔ یہ نہ کہنا کہ اس طرح تو
ماں باپ سے نجات ہوگئی' اُستاد سے نجات ہوگئی یا دوسرے واقعات سے نجات
ہوگئی۔ زندگی میں اپنی Commitment کے ساتھ آپ قائم رہیں۔ آپ کچے
پکے جیسے ہیں' آپس میں ایک دوسرے کو Accommodate کرو اور دعا کرو۔
اگر آپ کو کوئی اچھا راستہ مل گیا' وحدتِ فکر پیدا ہوگئی' وحدتِ عمل پیدا ہوگیا تو
آپ نجات پا جاؤ گے۔ میرا خیال ہے کہ یہ قوم دنیا کی قوموں میں سب سے اچھی
قوم ہے۔ انتشار اس لیے ہے کہ آپ کے ہاں سَر کوئی نہیں ہے' سربراہ کوئی نہیں
ہے۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ سربراہ بہت زیادہ ہیں۔ لیڈروں کی زیادتی ہو تو سمجھو
کہ لیڈر کم ہوگئے۔ ایک چراغ ہونا چاہیے اور باقی چراغ بجھ جانے چاہییں۔ دعا
کرو کہ جھوٹے لیڈر ویسے ہی ختم ہو جائیں اور سچے لیڈروں کو موقع ملے۔ اب

آخری وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ سے بچائے۔ بچپن میں ایک دعا ہوتی تھی کہ اللہ جھوٹ سے بچائے۔ اب زندگی ختم ہونے کو ہے تو دعا وہی رہ گئی ہے کہ یا اللہ جھوٹ سے بچا، جھوٹے سے بچا، دوسروں کی خدمت کی توفیق عطا فرما، اپنی طرف آنے والے اور اپنی طرف بُلانے والے راستے سے آگاہ فرما، اس زندگی کو اپنی پسند میں رکھ اور ہم اس زندگی کو تیری راہ میں گزاریں۔ اللہ تعالیٰ تو ہم پر رحم فرما۔ ہمارے حال پر رحم فرما، ہمارے ماضی پر رحم فرما، ہمارے مستقبل پر رحم فرما۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ماضی کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔ ماضی کلمہ پڑھ کے اچھے مستقبل میں داخل ہو جاتا ہے۔ یا رب العالمین سب لوگوں کو شاملِ حال کر۔ یا رب العالمین انہیں تقویت دے، ان لوگوں کو یقین دے، نُورِ بصیرت عطا فرما، اپنی راہ دکھا، اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما۔ یا رب العالمین اس زندگی کی پریشانیوں سے نجات دے۔ زندگی آسان بنا دے یا رب العالمین۔ امین برحمتک یا الرحم الرحمین۔ آپ لوگ خوش رہا کریں۔ اُمت کی بہتری کے لیے دعا کیا کرو۔ درود شریف بھی پڑھا کرو اور دعا بھی کیا کرو کہ یا رب العالمین یہ اُمت جیسی بھی ہے اس پر مہربانی فرما، یہ تیرے حبیب ﷺ کی نام لیوا ہے، اس پر رحم فرما ______ اگر کوئی چھوٹا آدمی نظر آئے تو اُسے محبت دو اور اگر بڑا نظر آئے تو اُسے احترام دو۔ پھر جھگڑا نہیں ہوگا۔

سوال:

حضور، کیا عنقریب کوئی واقعہ نظر آ رہا ہے کہ نہیں؟

جواب:

واقعہ عنقریب نظر آ رہا ہے۔ اللہ کے فضل سے نظر آ رہا ہے۔ بالکل نظر آ رہا ہے۔ آپ لوگوں کو ایسے نہیں چھوڑا ہوا۔ دو چیزیں ہیں۔ یا تو آپ پر عبرت ناک سزا آنی چاہیے یا آپ کو سزا سے پہلے والا آدمی ہونا چاہیے یعنی کہ یہاں تک سزا پہنچی ہے اور آگے نہیں پہنچی۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ سزا آپ تک نہیں پہنچتی۔ اس سے پہلے طوفان واپس ہو جائے گا۔ آپ یاد رکھنا یہ بات کہ ایک بار تو طوفان اسلام کو پیس کے نکلا ہے۔ Renaissance نہیں ہوئی ہے' اسلام میں پریشانی ہوئی ہے۔ یہ جو Reformation کا لفظ ہے' اس کی بجائے اسلام کے اندر سے سارے ستون ٹوٹے پڑے ہیں' سارا اسٹرکچر ہی آگے پیچھے ہوا پڑا ہے۔ آپ لوگ بچے ہوئے ہو۔ پاکستان بچا ہوا ہے۔ آپ دعا کرو کہ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ پھر ملک سلامت ہو گیا۔ ملک کی آپ پر بڑی انویسٹمنٹ ہے' آپ نے ملک کا بڑا مال کھایا ہے' اس ملک نے آپ کو مال کھلایا ہے۔ اب آپ جاتے کہاں ہیں؟ اس لیے آپ پر تو قابو پایا جائے گا۔ تو آپ ملک کی انویسٹمنٹ ہیں' آپ مایوس نہ ہونا اور بے تاب بھی نہ ہونا۔

سوال:

بیتابی تو بہت ہے۔ کوشش اور جدوجہد سے ہم کیسے چھٹکارا پا سکتے ہیں!

جواب:

خان صاحب: میں نے پہلے کہا تھا کہ کوشش اور شے ہے' نصیب اور شے ہے۔ میں نے یہ بتا دیا تھا۔ کوشش سے کسی شخص نے اپنی شکل نہ بدلی' کسی

شخص نے اپنا نصیب نہ بدلا' کسی شخص نے اپنی بنیاد نہیں بدلی۔ آپ ایک لائن کے اوپر چلتے چلے آ رہے ہیں۔ کوشش ہوتی ہے اپنے گھر کے اندر ماحول کو درست کرنے کی۔ یہاں تک جائز ہے۔ لیکن جو باہر کے حالات ہیں' وسیع واقعات ہیں' اس میں آپ کی کوشش دخل نہیں دیتی۔ کوئی کوشش آپ کو موت سے نہیں بچا سکتی۔

سوال:

کیا اس میں دُعا کا کوئی دخل ہے؟

جواب:

پچھلی محفل میں میں نے آپ کو دعا کا بتایا تھا۔ یہ مانگو کہ یا رب العالمین جو تو نے ہمیں دینا ہے وہ دعا کے بغیر عطا فرما اور جو نہیں دینا اس کی دعا مانگنے کی توفیق ہی نہ دے۔ پھر دعا کیا ہے؟ اللہ کی مرضی ہے چاہے تو بغیر مانگے عطا فرما دے اور نہ چاہے تو دعا کے باوجود نہ دے۔ اس لیے دعا کرو کہ اگر وہ دینا چاہے تو دے دے۔ چاہے تو یتیموں کو پیغمبر بنا دے اور چاہے تو بادشاہوں کو مردود کر دے۔

سوال:

کیا کسی چیز کی دعا کر سکتے ہیں؟

جواب:

چیز کی دعا آپ کر سکتے ہیں بشرطیکہ دعا سے حاصل ہونے والی شے اچھی ہو۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ دعا سے کیا کیا حاصل ہوتا ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ ہے کہ دعا سے ہر شے حاصل ہوتی ہے' اگر نہ حاصل ہوئی تو پھر گلہ نہ کرنا۔

سوال:

یہ جو اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ سے صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگو۔

جواب:

صبر کا معنٰی یہ ہے کہ ایسی چیز جو شوق میں ہے اور ہاتھ میں نہیں ہے یعنی شوق میں ہے اور پاس نہیں ہے تو اس شے کا نام ہے صبر۔ اس فاصلے کا نام صبر ہے۔ صبر ایک مقام پر وہ جدائی ہے جو گزر گئی اور دوسرے مقام پر وہ انتظار ہے جو ہم آنے والے کا کرتے ہیں۔ وہ ابھی کسی وقت دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ جب تک وہ دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا' آپ کی جو حالت ہے' وہ صبر ہے' وہ بیتابی بھی ہے۔ اسے آپ انتظار کہہ سکتے ہیں۔ یعنی ایک ایسی چیز جس کی آپ خواہش رکھتے ہیں لیکن وہ Available نہیں ہے۔ تو وہ صبر ہے۔ صبر جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کے زمانے کا نام ہے۔ ایک بات اور یاد رکھنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ان چیزوں پر صبر کرو' جب خوف آ جائے۔ دنیا دار آدمی کو جلدی خوف آ جاتا ہے' خوف اس کی دانائی کا نام ہے۔ بے علم کو پتہ نہیں چلتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ پھر بھوک پر صبر کرو۔ جب یہ لگ جائے تو صبر کرو۔ بھوک کہتے ہیں کسی شے کی خواہش کا شدت اختیار کر جانا اور وہ شے Available نہ ہو۔ بھوک صرف کھانے کی نہیں کیونکہ جب آپ کو بھوک لگے گی آپ کھانا کھا لیں گے۔ بھوک کا معنٰی یہ ہے کہ اشتہاء ہو اور وہ شے موجود نہ ہو۔ نقص من الاموال پر صبر کرنا ہے۔ اموال جمع ہے مال کی۔ اگر کوئی سا مال نقصان میں آ جائے' ذہن کا' بینائی کا' علم کا' یادداشت کا' دوست کی جدائی کا' پیسے کا' حالات کا' صحت کا______ تو کوئی بھی

مال جدا ہو جائے اور یہ کہ والثمرات پھل کا نقصان۔ مثلاً محنت کا پھل حاصل ہونے والا تھا' وہ ضائع ہو گیا۔ یہ عام طور پر زندگی میں آپ دیکھتے ہیں کہ پھل کا ضائع ہونا کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معافی دے' کسی کی محنت رائیگاں نہ ہو۔ جو آدمی محنت کے بغیر لیتا ہے وہ اتنا خوش نہیں ہوتا۔ ہمیں اس پہ بڑا افسوس ہوتا ہے جس کی محنت رائیگاں ہو گئی۔ آگے پھر یہ کہ وبشر الصبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام بیان فرمایا ہے۔ کہ ان چاروں مصیبتوں پر وہ صبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی طرف سے ہیں اور اس کی طرف چلے جائیں گے۔ تو یہ ایک مقام بیان فرمایا گیا۔ اس مقام کو صبر کہا اور اس مقام میں اضافہ فرما کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے پر جب تکلیف آتی ہے تو وہ میرے قریب رہتے ہیں شکر کے ساتھ۔ تو صبر جو ہے یہ عام بندے کا فرض ہے' عام آدمی جو اللہ کا بندہ ہو۔ خاص آدمی مقامِ صبر پر مقامِ شکر پیدا کر لیتا ہے۔ تو مقامِ صبر کو مقامِ شکر بنا۔

سوال:

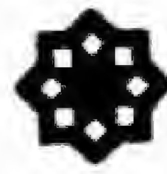
یہ تو ''وڈوں کی وڈی'' بات ہے۔

جواب:

وہ ہوئے جو وڈے۔ تو یہ ان بڑوں کا کام ہے۔ ان کے حوصلے ہیں۔ تو مقامِ صبر کو مقامِ شکر بناؤ' جب زیادہ مصیبت آ جائے تو زیادہ شکر ادا کر۔ اللہ سے کہو کہ تیری رضا یہی ہے تو پھر یہی سہی۔ ایک درویش کے پاس لوگ گئے کہ سیلاب آ رہا ہے' دعا فرمائیں۔ اس نے کدال اُٹھائی اور دریا کے کنارے کاٹنے

شروع کر دیئے، کہنے لگا کہ تیری رضا یہی ہے تو یہی سہی۔ دریا واپس چلا گیا۔ مطلب یہ کہ یہ ایک مقام ہے کہ صبر کو آپ شکر بنا دو تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ صبر کیا ہوتا ہے۔ آپ اس پر بغیر وجہ کے راضی ہو جاؤ۔ پھر سمجھ آ جائے گی____

آپ خوش رہو۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے____ اللہ تعالیٰ آپ سب کو سلامت رکھے____



ع

سوالات

1 ہم آداب کیسے سیکھ سکتے ہیں؟

2 کیا بنیادی ضرورت کے لیے صاحبِ مزار کے پاس نہیں جانا چاہیے؟

3 آرزو اور محبت تو اللہ کی طرف سے آتی ہے۔

4 دو چیزیں میری دشمن ہیں، نفسِ لمّارہ اور شیطان۔ یہ دونوں اللہ سے رابطہ روک دیتے ہیں۔

5 کیا بزرگوں کی روح فائدہ دے سکتی ہے؟

6 انسان اپنی اصلی منزل تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟

7 حضور! توبہ کا کیا مقام ہے؟

یہ جو محفل ہے یہ صرف خیال کی تبدیلی نہیں ہے بلکہ عقیدے کی بھی اصلاح ہے۔ اس کا صرف خیال سے تعلق نہیں ہے کہ آپ کو کوئی فقرہ بتا دیا جائے یا کوئی مضمون بتا دیا جائے۔ مضمون نگاری تو ہوتی ہے مگر اس سے عقیدے کی اصلاح ہوتی ہے۔ عقیدہ آپ کے دین کا نام ہے۔ اس بات پہ غور کریں کہ آپ کا عقیدہ میرے عقیدے سے مطابقت رکھتا ہو' یہ ضروری ہے۔ تبھی بات آگے چلے گی۔ یہ نہ ہو کہ میرے عقیدے کا کچھ حصہ آپ کے عقیدے سے مل جائے۔ ہمارا عقیدہ تو پہلے بیان ہوتا رہا ہے اور اب ایک وقت آ رہا ہے کہ اسے بیان کر دیا جائے۔ کہ ہم لوگوں کا طریقہ تو وہی ہے کہ اسلام ہمارا عقیدہ ہے' کلمہ وہی' دین وہی' نماز وہی' اور پھر اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ اور آپؐ کے تقرب بحال سے نسبت۔ لیکن بتانے والی بات یہ ہے کہ ایک تو یہ طریقہ ہے کہ اسے چلنے دیا جائے جیسے یہ چل رہا ہے اور جو حضرت امام عالی مقامؑ کی یاد منانے کا سلسلہ ہے اس کا ہمیں بڑا احترام ہے' سب سے زیادہ احترام ہے۔ جیسے ہمارے بزرگوں کا یہ شعر ہے کہ

اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیاء
یعنی حسینؑ ابن علیؑ جانِ اولیاء

ایک بات میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم ماتم نہیں کرتے' ہم شیعہ نہیں ہیں' آپ کو بھی نہیں رہنے دوں گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور بھی کئی اس طرح کے لوگ میرے پاس ہوں گے تو وہ As Shia نہیں ہوں گے۔ یہ بات دل میں رکھنا؟ اب آگے چلتے ہیں۔ تو آپ نسبت رکھیں' محبت رکھیں' عقیدت رکھیں' فیض پائیں کیونکہ فیض کا دروازہ وہی ہے۔ میں بار بار سمجھاتا آرہا ہوں کہ اگر تم امامؑ کو مظلوم کہو تو پھر اللہ سے محبت کا مقام اور ہے۔ میں یہی سمجھاتا آرہا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو تقرب عطا فرماتا ہے تو وہ دنیا کی نگاہ میں مظلوم ہوتا ہے مگر اللہ کو وہ بہت ہی عزیز ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے جو واقعہ ہوا وہ بہت صحیح ہوا؟ آپ سے میں نے پوچھا تھا کہ کیا کوئی شخص ایسا ہے جو کربلا کو دوبارہ آسان بنانا چاہے؟ آپ نے جواب دیا تھا کہ کوئی نہیں ہے۔ کربلا ویسے ہی ہونی چاہیے تھی جیسے ہوئی ہے۔ یہی کہا تھا ناں؟ تو مقام وہی ہونا چاہیے جو کہ ہے' عزت وہی ہونی چاہیے جو آپؑ کی کائنات میں ہے' اور ماننے والے ویسے ہی مانتے جائیں جیسے اب ہیں۔ اُن کے ماننے کے طریقے طریقے میں فرق ہے۔ تو ہم ماتم نہیں کرتے' آپ بھی ماتم نہ کیا کریں۔ تو یہ ایک بیان ہے اور اس بیان کی ایک وجہ ہے۔ میں آپ سے بات کر رہا ہوں' تو سارے سن رہے ہیں؟ سارے سن رہے ہیں تو کچھ اور لوگ بھی سن رہے ہیں' جو آپ کو نظر آنے والے ہیں' وہ بھی سن رہے ہیں اور جو نہ نظر آنے والے ہیں' وہ بھی سن سکتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے ناں؟ اس لیے ہمارا طریقہ محبت ہے۔ تاریخ میں ہماری مداخلت نہیں ہے۔ آپ کے سامنے حقیقت موجود نہیں ہے' آپ کو وہ معلوم نہیں ہے' مشاہدہ نہیں ہے' اس لیے

اس میں بحث نہیں ہے۔اپنی محبت سے چلتے جاؤ' نہ کوئی کٹر بنو اور نہ ویسے بنو کہ محرم میں ولیمے کرتے جاؤ۔ یہ کوئی اچھا واقعہ نہیں ہے۔مدعا یہ کہ بڑے حساب سے چلتے جاؤ۔کیا اب میں اس بات کو طے شدہ سمجھوں کہ آپ کا اور ہمارا عقیدہ برابر ہے؟ اب یہ طے شدہ امر ہے ناں؟ اس بات کی میں نے وضاحت کر لی تھی اور وہ ضروری تھی۔تو وضاحت ہو گئی۔اب آپ کوئی بات کریں ____ سوال پوچھیں ____ سوال کریں ____

سوال:

ہم آداب کیسے سیکھ سکتے ہیں؟

جواب:

جنہیں آپ آداب کہتے ہین تو یہ آداب کوئی کوڈ نہیں ہے' ضابطہ نہیں ہے۔مثلاً یہ کہ یہاں ادب کرنا ہے اور یہاں یہ کرنا ہے۔ایک بچے کو تقریر سکھائی گئی اور بتایا گیا کہ جب یہاں پہ یہ فقرہ آئے تو اس فقرے کے ساتھ میز پر ہاتھ ضرور مارنا ہے۔وہ بچہ تھا' فقرہ بول گیا اور ہاتھ نہ مارا۔بعد میں یاد آیا تو ہاتھ مار دیا۔مطلب یہ ہے کہ اگر فقرے کا اتار چڑھاؤ موجود نہ ہو تو میز پر ہاتھ مارنا بیکار ہے؟ ادب' آداب جو ہیں وہ محبت کے اندر موجود ہوتے ہیں۔یعنی کہ احترام جو ہے وہ آپ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔اس کو بتانے والی کوئی بات نہیں ہوتی

دور بیٹھا غبار میرؔ ان سے
عشق بِن یہ ادب نہیں آتا

یعنی کہ وہ ایک ایسا مقام ہے' چاہت کے اندر ایک ایسا مقام آتا ہے کہ مِل کے

بھی روتے ہیں اور جدا ہو کے بھی لوگ روتے ہیں۔ تو یہ الگ مقام ہے۔ اس سے پوچھیں کہ پہلے تُو جدا تھا تو رو رہا تھا مگر اب ملاقات کے وقت کیوں رو رہا ہے؟ تو یہ ایک مقام ہے۔ گویا کہ تعلق کے اندر ادب آداب موجود ہوتے ہیں۔ تو تعلق کی حفاظت کی جائے' اس کو محسوس کیا جائے۔ لیکن ادب آداب کا ضابطہ نہیں ہے۔ کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ وہ نماز پڑھتے ہیں تو رو رہے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ نفلی طور پہ رو رہے ہوتے ہیں' کچھ لوگوں کی اور بات ہوتی ہے۔ وہ مشائخ کرام کے پاس' پیر صاحبان کے پاس بیٹھے روتے جاتے ہیں۔ اُن سے پوچھو کہ کیوں روتے ہو؟ کیا گناہ کا خیال ہے؟ وہ کہیں گے کہ نہیں۔ تو کس بات کا خیال ہے؟ کہتے ہیں کہ بلاسبب رو رہے ہیں۔ پیر صاحب نے منع کیا ہے پھر بھی روتے جا رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ جو ادب آداب ہیں ان کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ صرف اتنی سی بات سمجھ آنی چاہیے کہ محبت جو ہے یہ مزاج آشنا ضرور کرتی ہے؟ اگر انسان مزاج آشنا نہ ہو تو ادب نہیں سیکھ سکتا۔ اس لیے پہلے مزاج آشنائی ہونی چاہیے۔ پھر خود بخود ادب آداب آ جاتے ہیں؟ تو ادب کو کوئی ضابطہ نہ دو کہ ادب کیا ہوتا ہے' کیا یہ خوف کا نام ہے' کیا یہ حجاب کا نام ہے ______ اگر بات سمجھ آ جائے تو یہ ادب ہی ہے' بات اگر آپ کی زندگی میں کارگر ہو جائے تو یہ ادب ہے' آپ کی زندگی آسانی میں آ جائے تو یہ ادب ہے۔ تو زندگی کو آسان بنانا ہے' میلہ تو چار دن کا ہے' آپ کو پتہ ہی ہے۔ اس زندگی میں بغیر عمل کے تنگی آ جاتی ہے' زندگی تنگ نظر آتی ہے' ایسے لگتا ہے جیسے کوئی پریشانی ہے۔ حالانکہ غلطی کوئی نہیں ہوتی۔ بعض اوقات بغیر عمل کے زندگی کشادہ لگتی ہے۔ کبھی کبھی بیٹھے

بیٹھے محسوس ہوتا ہے کہ زندگی بہت اچھی چیز ہے۔ اور کبھی لگتا ہے کہ زندگی بڑا تکلیف دہ کام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا حساب رکھا ہے کہ اس زندگی میں وہ پیسے والے کو بھی غریبی سے آشنا کرے گا اور غریب کو بھی دولت مندی سے آشنا کرے گا۔ غریب بھی کبھی نہ کبھی آسودہ محسوس کرے گا اور وہ کہے گا کہ آج ہماری زندگی بہت آسودہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ کام رکھے ہیں۔ غمگین بھی انسان ہو گا اور خوش بھی وہ ہو گا۔ زندگی روئے گی بھی سہی اور ہنسے گی بھی سہی، جاگے گی بھی سہی اور سوئے گی بھی سہی۔ زندگی میں خوف ضرور آئے گا؟ یہ قدرت نے ایسا بنایا ہے کہ بڑے سے بڑے آدمی کو بھی خوف سے دوچار ہونا پڑے گا۔ بہت Secure آدمی جو ہے، مثلاً جو ملک کا سربراہ ہے اُسے تو خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے مگر پرائم منسٹر اپنی سیکورٹی فورس رکھتا ہے۔ پچھلے دور کے پرائم منسٹر نے سیکورٹی فورس بنائی۔ تو سیکورٹی کا رکھنا جو ہے یہ Insecure ہونے کا خوف ہے۔ تبھی تو سیکورٹی رکھتے ہیں۔ آپ میں سے کچھ لوگ اپنے پاس پستول رکھتے ہیں۔ تو پستول اپنے پاس رکھنا خوف کی ابتدا ہے۔ پستول تمہیں بچائے گا کہ تم پستول کو بچاؤ گے؟ تو خوف یہاں سے شروع ہو جاتا ہے۔ اگر زندگی میں موت کا اندیشہ نکل جائے کہ یہ اللہ کے کام ہیں، جس وقت موت آنی ہے اس وقت آ جائے گی، تو خوف نہیں ہو گا۔ زندگی کے اندر ہی خوف ہے، زندگی کے اندر ہی شوق ہے، زندگی اپنے اندر طلب رکھتی ہے، زندگی اپنے اندر ہی آسودہ ہو جاتی ہے، زندگی اپنے اندر سمٹ جاتی ہے، پھیل جاتی ہے ۔۔۔۔۔۔ ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی کیفیت سے آشنا فرمایا ہے۔ آپ اپنے آپ کا جائزہ ضرور لیا کریں کہ آپ جو کچھ کر رہے

ہیں اس سے کسی اور کو تکلیف تو نہیں ہو رہی۔ کیا آپ جو کچھ کر رہے ہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ہے' کیا آپ کا سفر اس کے مطابق ہو رہا ہے' کہیں اللہ کے حکم کی عدولی تو نہیں ہو رہی' کیا کوئی ایسا عمل تو نہیں کر رہے جو عمل نہیں کرنا چاہیے؟ کیونکہ آپ نے یہاں سے گزرنا ہے' زندگی سے گزرنا ہے اور آپ کے عمل کا انداز آپ کی عاقبت بنے گا اور آپ کا عمل یہیں کا یہیں رہ جائے گا۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ مثلاً آپ جو عمل کر رہے ہیں' یہ عمل کرنے کا جو انداز ہے وہ آپ کی عاقبت ہے اور آپ جو عمل کر کے جا رہے ہیں وہ یہیں رہ جائے گا۔ آپ نے جو تعمیر کی' مکان بنایا' وہ یہیں رہ جائے گا اور بنانے کا انداز آپ کے اعمال نامے میں شامل ہو گیا۔ آپ نے اپنے جسم کو بنایا' صحت بنائی۔ تو جسم یہیں رہ جائے گا اور بنانے کا عمل کام آئے گا۔ اگر اس جسم کو آپ نے عبادت میں کھڑا کیا تو عبادت میں جسم کو کھڑا کرنے کی طاقت آپ کی روح کی طاقت ہے یا خیال کی طاقت ہے۔ آپ نے جو اس جسم کو عبادت میں کھڑا کر دیا تو یہ پوز یہیں رہ جائے گا۔ تو وہ جو آپ کا عمل ہے' نماز کی تیاری کا عمل اور نماز میں کھڑا ہونے کا عمل' وہ اصل عمل ہے؟ وجود تو عبادت نہیں کرتا' وجود تو بے جان چیز ہے' عبادت تو شعور نے یا جان نے کرنی ہے۔ وجود کی جب جان نکل جائے تو وہ نہ عبادت کرتا ہے' نہ مومن ہے اور نہ کافر ہے۔ وجود تو وجود ہی ہے۔ اس لیے وہ جو چیز ہے جو وجود کو متحرک رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ آپ کا رابطہ ہے' اس کے ساتھ آپ کا سارا کاروبار ہے' لین دین ہے' اسی کے ساتھ آپ کا خدائی رشتہ ہے اور اُسی کے ذریعے آپ نے فیض پانا ہے۔ تو آپ اس کو دریافت کریں جو آپ کے ساتھ

چل رہا ہے' وہ جو آپ کو بولنے والا بناتا ہے' وہ جو آپ کو سوچنے والا بناتا ہے' وہ جو آپ کو محفلوں میں تنہا رکھتا ہے اور تنہائی میں محفل بناتا ہے۔ آپ کے عزیز' اولاد ساتھ ہوتے ہیں مگر آپ تنہا محسوس کرتے ہیں۔ تو اس کے اندر کوئی چیز شامل ہوتی ہے۔ روح کا میں نے پہلے بتایا تھا کہ روح مُفرد ہوتی ہے۔ مفرد کا کیا معنٰی ہے؟ نہ اسے کسی نے جنا اور نہ اس نے کسی کو جنا۔ روح کا باپ کوئی نہیں اور روح کی اولاد کوئی نہیں۔ جسم اور روح جب اکٹھے ہوں تو ان کا کوئی باپ ہوگا' ان کی کوئی اولاد ہوگی۔ جب تک جسم اور روح اکٹھے ہیں تو آپ کی اولاد ہے اور جب یہ الگ ہو گئے تو جسم کی اولاد ختم ہو گئی' یہ مر گیا' End ہو گیا۔ تو روح کی اولاد کوئی نہیں ہوتی۔ تمام روحیں غالباً بلکہ یقیناً ایک ہی دن پیدا ہوئی ہیں اور تقریباً تمام ہم عمر ہیں۔ روحیں ایک ہی عمر رکھتی ہیں۔ عالمِ ارواح میں سب کی عمر برابر ہوگی۔ بچوں کی' بڑوں کی' چھوٹوں کی' ماضی کی' حال کی اور مستقبل کی _____ تو ان کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے۔ رشتے آپ کے اندر ہیں' اولاد اور ماں باپ کا۔ جب انسان اپنی روح پر پہنچتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ محسوس کرے کہ میں اکیلا ہوں' میں حق ہوں' میں نہ پیدا کیا گیا اور نہ میں نے کچھ پیدا کیا' نہ میرا کوئی عزیز' نہ میرا کوئی رشتے دار' نہ کوئی ملنے والا' نہ کوئی جاننے والا' میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ روح کے مقام پر ہوتا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ مقامِ روح پر کوئی عزیز نہیں ہوتا' کوئی رشتے دار نہیں ہوتا' وہاں Simple روح ہوتی ہے' وہ اذنِ ربی ہے' اور پھر اس کا رب کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ تو یہ روح کا مقام ہے۔ اس لیے یہ دیکھیں کہ ہر چیز آپ کے لیے آسان آسان بنی ہوئی ہے۔ کوئی آدمی بغیر عمل

کے تکلیف میں آ سکتا ہے اور بغیر عمل کے راہ پا سکتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس کو ہم چاہیں عذاب دے سکتے ہیں یعذب من یشاء و یغفر من یشاء اور جس کو چاہیں ہم معاف کر سکتے ہیں وہ علی کل شی ءٍ قدیر۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ وہ جس کو چاہے عمل کی وجہ سے پکڑ لے اور جس کو چاہے عمل کی وجہ سے نجات دے دے اور جس کو چاہے بغیر عمل کے پکڑ لے اور جس کو چاہے بغیر عمل کے نجات دے دے۔ کیونکہ اس نے علی کل شی ءٍ قدیر کا کہہ دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے تو کیوں فرمایا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ کہہ سکتے تھے کہ اگر نیکی کرو گے تو نیک راستہ ہو گا' نیکی کرو گے تو نیکی پاؤ گے' برا کرو گے تو برا پاؤ گے' یہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہو گا' پھر اس طرح ہو گا۔ مگر سارے کا سارا بیان' اپنے بیان کی رو سے' اپنے منشا کے متضاد بھی ثابت ہو چکا ہے۔ بات مشکل تو نہیں لگی؟ کہ آپ نیکی کریں گے تو آپ خوش رہیں گے۔ عین ممکن ہے کہ نیکی کرو اور پھر بھی خوش نہ رہو۔ تو حقیقت کا جو بیان ہے اس کے برعکس بھی عمل ہو سکتا ہے۔ ایک کہے گا کہ میں نے بہت عبادت کی ہے اس لیے مجھے بڑی راحت ملی ہے اور دوسرا کہے گا کہ میں نے بہت عبادت کی ہے مگر مجھے آج تک تکلیفیں ہی ملی ہیں۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے جب بھی اللہ کو پکارا تو میرے حالات درست ہو گئے اور میرے پاس مال آ گیا۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے جب بھی اللہ کو پکارا تو باقی کا مال بھی گیا۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو اور دونوں ٹھیک کہہ رہے ہوں۔ ایسے ایسے لوگ پائے گئے کہ وہ اپنے اللہ کی نسبت سے دونوں باتیں کہہ سکتے ہیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مہربانی ہے کہ میرے پاس آج اتنے بڑے مکانات ہیں اور دوسرا

کہے گا کہ آج اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ میرے پچھلے مکان بھی گئے۔ اب یہ دونوں مہربانیاں ہیں، بالکل ہیں کیونکہ جس کے پاس مکان ہے وہ سمجھ رہا ہے کہ مجھ پر مہربانی ہے کہ مکان مل گیا اور دوسرا کہے گا کہ مجھ پر اللہ کی مہربانی ہے اس لیے مجھے مکان سے نجات مل گئی، نہ میرا حساب ہوگا نہ کتاب ۔

زِ پادشاہ وگدا فارغم بحمد اللہ

کہ میں بادشاہ اور گدا، ہر شے سے فارغ ہو گیا۔ گویا کہ ہر حقیقت کا بیان اپنے برعکس بھی صحیح ثابت ہو سکتا ہے۔ اللہ جس پر مہربان ہو اُسے کیسا ہونا چاہیے؟ کیا اس کے پاس پیسہ ہونا چاہیے؟ ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی ہوتا۔ آپ کہیں گے کہ آج کے دور میں پیسہ ہونا چاہیے۔ آج کے دور میں اگر پیسے اور خدا کے درمیان کسی ایک کو چُننا پڑے تو آج کا انسان کیا چُنے گا؟ پیسہ چُنے گا، اپنا کام کرے گا، اس کا خدا سے کیا تعلق۔ یہ ہے استقامت! آج کا دَور اور کل کا دَور، یہ سارے دَور اللہ کے دَور ہیں مگر انسان کے لیے یہ ہیرا پھیری کے دَور ہیں۔ آج کے دَور میں کیا ضروری ہے؟ یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ پیغمبروں کے لیے کیا ضروری ہے؟ یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اگر آپ اللہ پر بھروسہ کرنے والے ہوں تو آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا وہی ضروری تھا۔ اور وہی ضروری ہونا چاہیے۔ اگر تم اپنی زندگی آپ بنا سکتے ہو تو بناؤ۔ اگر بنا نہیں سکتے ہو تو صبر کرو۔ صبر بھی نہیں کر سکتے، بنا بھی نہیں سکتے، اللہ پر بھروسہ بھی نہیں ہے اور اللہ کو اپنے فارمولے سے حاصل کرنا چاہتے ہو کہ میں اللہ کے پاس جا رہا ہوں۔ کیوں جا رہے ہو؟ وہاں سے کچھ پیسے لانے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو وہ تیرے پیسے بھی لے

جائے گا۔ وہ تو اللہ ہے ناں۔ اللہ جس کو چاہے دے دے اور جس سے چاہے لے لے۔ وہ جس کو چاہے عذاب دے دے اور جس کو چاہے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام کے مقابلے میں دوسرا کام بھی اللہ کا ہے یعنی بخش دینا یا پکڑ لینا' معاف کرنے والا یا حساب لینے والا' قبض کرنے والا یا بسط دینے والا' تنگی دینے والا یا کشادگی دینے والا' زندگی دینے والا یا موت دینے والا______ تو اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے مقابلے میں اپنی صفت رکھی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ایک صفت کے لیے جائیں اور آگے دوسری صفت ہو۔ مثلاً اگر وہ اللہ کے پاس جائے اور اللہ پوچھے کہ مُورکھ' میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ ہم تو لینے کے لیے آئے تھے۔ وہ تو پوچھ رہا ہے کہ دینے کے لیے کیا لائے ہو۔ اس لیے یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے اللہ کا رحم اس باب میں ہو جس کا تم کہہ رہے ہو۔ اللہ کا رحم اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ پیغمبر بیمار بھی ہو سکتا ہے' امام بھی بیمار ہو سکتا ہے' بظاہر مظلوم ہو سکتا ہے لیکن امام ہو گا۔ اب امامت اور بظاہر مظلومیت کی بات آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔ لوگ کہیں گے کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں کہ بیمار ہو گئے ہیں' ان کے جسم میں کچھ اور واقعات ہو گئے ہیں' پیغمبر کو تو ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ پیغمبری کیا ہے؟ اللہ کا قرب۔ تو اللہ کے قرب کو کسی واقعہ سے جانچنے والا دھوکا کھا جائے گا۔ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ اس شخص پر اللہ کا بڑا کرم ہے' اس کے پاس چار بھینسیں ہیں۔ یہ کیا بات کی اُس نے۔ اللہ کا کرم تو اس پر بھی ہے جس کے پاس بھینسیں نہیں ہیں' اللہ کا کرم اس پر بھی ہے جو فاقے میں ہے۔ اللہ کا کرم تو اس پر ہے جو اللہ پر راضی ہے۔ اللہ

کا کرم اس پر ہے جو اس حال میں راضی ہے جس میں وہ موجود ہے۔ اور وہ حال چاہے کیسا ہو' چاہے غریبی ہو۔ وہ آدمی جو غریب ہے اور چاہتا ہے کہ اللہ کے ساتھ تعلق ہو جائے تاکہ میں امیر ہو جاؤں تو اس کی بچت کی راہ مشکل ہے۔ وہ اللہ کو Use کرنا چاہتا ہے' اللہ کے ساتھ سودا کرنا چاہتا ہے اور یہ بڑی مشکل بات ہے۔ اللہ نے آج کا جو حال دیا اس پر راضی رہنا چاہیے۔ غریبی ہو تب راضی۔ راضی ہونے کی تعریف کیا ہے؟ بڑی آسان سی تعریف ہے' یہ کہ تقاضا نہ ہو۔ اللہ مل جائے تو بھی تقاضا نہ ہو بلکہ اس کے ملنے کا شکر ہو اور راضی رہو۔ یہ نہ ہو کہ وہ مل جائے تو گِلے شروع کر دو۔ تو گِلے شکوے کرنے والا اللہ پر راضی نہیں ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ اللہ اس پر راضی ہے اور وہ اللہ پر راضی ہے جس کو اس کائنات میں اگر ایک دن کا اختیار مل جائے یا اپنے ملک میں اختیار مل جائے یا اپنی زندگی پر اختیار مل جائے تو ایک دن تک اس زندگی کو جوں کا توں رکھے' تبدیلی نہ کرے ____ تو وہ آدمی ہے اللہ والا۔ کہ جو اپنے اختیار کو Exercise نہ کرے۔ تو اللہ پر راضی ہونے والا وہ ہے۔ اسم اعظم کے اختیار کی ایک مثال آپ کو بتاتا ہوں۔ ایک آدمی اپنے شیخ کے پاس گیا اور اسم اعظم مانگا۔ شیخ نے کہا اسمِ اعظم تو ذرا مشکل سی چیز ہے' غور کریں گے' دیکھیں گے' اچھا تم ایسے کرو کہ سیر و تفریح کرو' مشاہدات کرو' ایک آدھ دن کے بعد آنا' میں دیکھوں گا کہ تمہیں اسم اعظم ملنا چاہیے یا نہیں۔ تو وہ آدمی وہاں سے گیا۔ جنگل سے گزر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا لکڑہارا لکڑیاں کاٹ کے بڑی مشکل سے لا رہا تھا' گٹھا بنا کے لے جا رہا تھا۔ اس کو آگے جا کے شہر کا کوتوال مِلا۔ کوتوال نے کہا

کہ بابا یہ لکڑیاں مجھے دے دو۔ اس نے کہا کہ اس کی قیمت مجھے دے دو' ایک روپیہ دے دو۔ اس نے کہا ہم شہر کے کوتوال ہیں۔ بوڑھے نے کہا اگر کوتوال ہیں تب بھی ایک روپیہ دے دیں' میں یہ سب کاٹ کے لایا ہوں۔ کوتوال نے کہا یہ بات نہیں ہوسکتی۔ پھر اس نے زبردستی کی' لکڑی بھی لے لی' پیسہ بھی نہ دیا اور مارا بھی۔ وہ آدمی جو اسمِ اعظم کا طالب تھا اُس نے سوچا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو اُس نے واقعہ دیکھا اور اپنے پیر کے پاس چلا گیا۔ پیر صاحب نے پوچھا کہ تم جنگل بیابان میں گئے تھے' کوئی واقعہ دیکھا؟ اس نے کہا کہ ایک واقعہ دیکھا ہے اور بوڑھے کے ساتھ یہ ہوا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر تیرے پاس اسمِ اعظم ہوتا تو تُو کیا کرتا؟ کہتا ہے جی میں یہ ظلم نہ ہونے دیتا جو بوڑھے کے ساتھ ہوا۔ پیر صاحب نے کہا بات سُن' بوڑھا میرا پیر ہے اور میں نے اسمِ اعظم اُسی سے لیا ہے' وہ اسمِ اعظم بانٹنے والا ہے۔ تو جو اسمِ اعظم بانٹنے والے ہیں' جن کو آپ طاقت والے کہتے ہیں

لافتیٰ الا علیؑ لاسیف الا ذوالفقار

تو طاقت والے جو ہیں انہوں نے اپنی زندگی میں طاقت استعمال نہیں کی۔ آپؑ شہید ہوئے اور آپؑ کی اولاد شہید ہوئی' اور ان کا نام کیا ہے؟ علیؑ مشکل کشا۔ تو مشکل کشا اپنی مشکل کو کشا نہیں کر رہے۔ بس یہ ہے ان کا کمال۔ کہ طاقت آج تک ان کے نام سے منسوب ہے اور طاقت اپنے دفاع میں کام ہی نہیں کر رہی۔ انہوں نے طاقت استعمال نہیں کی حالانکہ طاقت موجود ہے۔ تو طاقت رکھنے والا یہ واقعہ کر رہا ہے' شہادت قبول کر رہا ہے مگر طاقت کو Exercise نہیں کر

رہا۔ مطلب یہ کہ یہ اللہ والوں کی شان ہوتی ہے کہ اللہ کا تقرب ہی ان کو لطف دیتا ہے اور وہ طاقت کو Exercise نہیں کرتے' یہ نہیں کہتے کہ چونکہ تقرب ہے اس لیے ہم یہ واقعہ کر جائیں' مشرق تباہ کر دیں یا مغرب تباہ کر دیں۔ ناں! بس تسلیم! تو اللہ کا قرب کس بات میں ہے؟ تسلیم میں۔ جس نے تسلیم نہ کیا' اس کی وابستگی نہیں ہے۔ تسلیم کا معنٰی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے۔ اس کے ساتھ اپنی زندگی بھی چلاؤ لیکن جہاں دیکھو کہ زندگی کی ایک حد آ گئی ہے اور یہ واقعہ میرے لیے یوں ہے' اللہ نے میرا چہرہ یوں بنایا ہے' تو اپنے چہرے کو قبول کرو۔ چہرہ تمہاری اولاد بھی ہے' چہرہ تمہارے حالات بھی ہیں' چہرہ تمہارا خیال بھی ہے' چہرہ تمہاری زندگی بھی ہے' چہرہ تمہاری استعداد کا نام ہے' اور چہرہ تمہاری عاقبت کا نام ہے ____ جو اس نے بنایا اس کو قبول کر۔ قبول کرنے والا جو ہے وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے قریب نہیں ہوتا' دعاؤں کے ساتھ اللہ کو مانوس کرنا چاہتا ہے' وہ نیک تو ہو سکتا ہے' عبادت گزار تو ہو سکتا ہے لیکن اللہ والا نہیں ہو سکتا۔ اللہ والے جو ہیں وہ یوں سائل نہیں ہوتے کہ اللہ میاں یہ کام کر' اللہ میاں وہ کام کر۔ جو کام آپ کر سکتے ہیں وہ کر لیں اور اللہ پر راضی رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب پیغمبروں پر ابتلا آتی ہے تو وہ گِلہ نہیں کرتے' پیغمبری نہیں چھوڑتے۔ اور آپ لوگوں میں یہ ہوتا ہے کہ ذرا بھی کوئی واقعہ ہو جائے تو تعلق ختم کر لیتے ہیں۔ آپ کو اگر کسی انسان کی خبر ہو جائے کہ وہ اللہ کے حوالے سے خبر رکھتا ہے تو وہاں پر آپ دنیاوی سوال لے کے چلے جائیں گے۔ تو وہ کون آدمی ہے؟ اللہ والا۔ پھر کیا کِیا جائے؟ دنیا والا سوال کر دیا جائے۔ میرا مطلب

ہے کہ جتنے بزرگ آج تک آئے ہیں' بزرگوں کے آستانے پر حاضری والے' بہت کم لوگ ایسے حاضری والے پہنچتے ہیں جو اُن سے ان کے کیے ہوئے سفر کا حصہ مانگیں ۔ ہر ایک نے اپنے سفر کا حصہ مانگا اور کہا کہ آپ تو گنج بخش ہیں' آپ تو مالک ہیں خزانوں کے' میں نے بچے کو داخل کرانا ہے' انگلینڈ بھیجنا ہے' تھوڑا سا مال چاہیے ـــــ مدعا یہ ہے کہ بہت کم آدمیوں نے ان بزرگوں سے ان کی طے کی ہوئی راہ کا حصہ مانگا۔ اور یہی سوال ہے جس کا بزرگ انتظار کرتے رہتے ہیں اور وہ صدیوں انتظار کرتے ہیں کہ آج ایک آدمی آ رہا ہے' ایک شہباز آ رہا ہے' اس کے انتظار میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں' جس کے انتظار میں سارا وقت گزارا ہے۔ تو ایسا کوئی آدمی آتا ہے' اور وہ کنڈا کھٹکھٹاتا ہے جو کہ وہ بات لینے آتا ہے جس کی کیفیت اس بزرگ کے پاس موجود ہوتی ہے۔ داتا صاحبؒ کی بات دیکھو۔ انہوں نے اپنا وطن چھوڑا' گھر سے باہر آ گئے۔ اب ان سے کیا دُعا کرانی کہ دعا کریں کہ ہم وطن میں ہی رہیں' ان سے یہ دعا کرانی کہ ہمارے گھر بار آباد رہیں' تو انہیں گھر بار سے کیا واسطہ۔ ان کے مزار پر آپ پنکھے لگا دیں یا سنگِ مرمر لگا دیں تو اِن سے اُن کا کیا واسطہ۔ ان کا تعلق جس بات سے ہے اس بات کا تقاضا ان کے لیے خوشی کی بات ہے۔ تو میں یہ بتا رہا تھا کہ اللہ کا فضل یوں بھی ہے اور اس طرح بھی ہے یعنی بعض اوقات دولت فضل ہے اور بعض اوقات غریبی فضل ہے' کبھی کبھی خوشی فضل ہے کبھی کبھی غم بھی فضل ہے۔ اکثر غم بھی فضل ہوتا ہے' غم کی خوراک بڑی عجیب ہوتی ہے۔ مثلاً غم کا واقعہ دنیاوی ہو' موت کا غم ہو' تکلیف کا غم ہو' نقصان کا غم ہو اور اندیشوں کا غم ہو' تو ممکن ہے وہ دینی شعور بن

جائے۔ تو ممکن ہے کہ دنیاوی غم جو ہے وہ دینی شعور میں تبدیل ہو جائے۔ اس لیے جن لوگوں کو دنیاوی غم دینی شعور عطا کر گیا ان کے لیے غم جو ہے وہ عبادت سے بہت زیادہ طاقت ور ہے۔ جس کی آنکھ رونے والی بن گئی' جس کو اپنے آنسوؤں میں اور ہی جلوہ نظر آ گیا تو وہ درد اس کو عطا ہو گیا۔ حالانکہ درد پہلے کچھ اور تھا مگر بن کچھ اور گیا۔ پہلے کیا تھا؟ کچھ اور تھا' تلاش کرتے کرتے گھر سے نکلا' اس نے خاص قسم کی کوئی چیز خریدنی تھی' یہاں گیا' وہاں گیا' مگر وہ نہیں ملی۔ پھر اس کا بچہ بیمار ہو گیا' ڈاکٹروں کے پاس گیا' انہوں نے کہا یہ تو مشکل ہے' بیماری ایسی ہے۔ کسی نے کہا کہ اللہ والوں کے پاس جاؤ۔ تو اللہ والوں کے پاس جاتے جاتے' ان آستانوں پر جاتے جاتے' عین ممکن ہے کہ وہ اپنا سوال ہی بھول جائے۔ اور وہاں جا کے وہ وہی ہو جائے۔ عین ممکن ہے کہ اس کی دنیاوی آرزو اسے دینی راستوں پر لے جائے اور وہ آرزو بدل کے نیا چہرہ بنا دے اور انسان کسی اور مقام پر پہنچ جائے۔ عام طور پر ایسے بھی ہوا کہ شروع کا سفر الٰہیات کا نہیں تھا بلکہ اس شخص کا شروع کا سفر ضروریات کا سفر تھا۔ ضروریات کا سفر جب اللہ والوں کی طرف Divert ہوا تو ان لوگوں نے اس شخص کا سوال بدل دیا اور اسے اپنے راستے پر چلا دیا۔ پہلے وہ پوچھتے ہیں کہ کیسے آئے ہو؟ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے تو آپ سے کام ہے' بڑا ضروری سوال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چھوڑ کام کو اور یہ دیکھ کہ کیا ہو رہا ہے۔ تو پھر

؎ نہ اکھیاں موڑیاں بڑیاں
تے وچ دریا دے جا لڑیاں

پھر انسان کو واپس آنا مشکل ہو گیا۔ ایسے بھی فقراء ہوئے ہیں کہ سائل کا سوال بدل دیا اور اس کی منزل بدل دی' Direction بدل دی۔ تو ایسا بھی ہوا۔ دو طرح کے لوگ اللہ کی تلاش کرنے والے ہیں۔ ایک تو وہ جنہیں از خود شوق پیدا ہوا اور دوسرے وہ جنہوں نے دنیا سے فرار کیا کہ یہ دنیا کیا ہے' ساری مصیبت ہے' چلو نکل چلو' جان بچاؤ۔ تو جان بچانے والا بھی اللہ کی طرف پہنچا اور شوق والا بھی پہنچا اور بعض اوقات دنیاوی ضرورت والا بھی وہیں پہنچا۔ اس کا مقصد کیا تھا؟ دنیاوی ضرورت تھی اور کسی کام کے لیے گیا تھا۔ دنیاوی ضرورت آگ لینے کے لیے گئی اور آگے پیغمبری انتظار کر رہی تھی۔ اس سے بڑا اور کیا واقعہ ہو۔ یہ موسیٰؑ کا واقعہ ہے' کہ ضرورت کا کوئی اور مقام ہے اور حاصل کچھ اور ہو گیا؟ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ بعض اوقات آپ کو دنیاوی ضرورتیں دیتا ہے' اور آپ دنیاوی ضرورتوں کے پیچھے بھاگتے ہیں اور آگے سے دینی مقام نکل آتا ہے۔ اس لیے زندگی پر راضی رہنے کی کوشش بھی کیا کرو اور اس کے لیے تیار بھی رہا کرو۔ وہ شخص جو راضی ہو گیا وہ اللہ کے کافی قریب ہو گیا۔ تو راضی رہو' گلہ نہ کرو' جو ہو گیا وہ ٹھیک ہے۔ گلہ کرنے والے یہ کہتے جائیں گے کہ فلاں آدمی مر گیا' اپنے عزیز تھے' اپنے عزیزوں کے عزیز تھے۔ دشمن مر جاتا تو ٹھیک تھا۔ عزیز تو نہ مریں۔ بس بہت افسوس ہوا۔ وہ پھر کہتا جائے گا کہ بڑا افسوس ہوا۔ ایک آدمی کا باپ مر گیا' وہ روتا گیا' روتا گیا۔ پھر پیر صاحب کے پاس گیا اور روتا رہا۔ پیر صاحب نے کہا کیا ہوا؟ کہتا ہے ابا جان فوت ہو گئے ہیں۔ پیر صاحب نے کہا کہ بیٹے تم اتنے نہ گھبراؤ' چار دن کی بات ہے' تو بھی پہنچ جائے گا ان کے پاس'

کیا فرق پڑتا ہے' تیری ان سے ملاقات ہو جائے گی' وہ انتظار ہی کرتے ہوں گے۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ موت ایسی مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ ابا اماں کے پاس پہنچ جائے گا۔ یہاں رہے گا تو اپنی اولاد کے پاس اور وہاں جائے گا تو اپنے ماں باپ کے پاس۔ اس میں دِقت کی کوئی بات نہیں۔ وہاں بزرگ بھی ہوں گے' اور لوگ بھی ہوں گے' بلکہ ساری کائنات ہو گی۔ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ غم بھی آپ کو الٰہیات کی طرف لے جاتا ہے اور خوشی کم ہی لے جاتی ہے۔ راضی رہنے والے عام طور پر اللہ کے قریب ہو جایا کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے زیادہ تقاضے کی بات نہیں ہے بلکہ سمجھنے کی بات کرو' مفہوم کی بات کرو۔ یہ فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہے کہ کس شخص پر اللہ کا فضل ہے جب کہ فضل کے معانی کا پتہ نہ ہو۔ ہم اللہ سے کیا مانگتے ہیں' اس کے مفہوم کا ہمیں پتہ نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ ایک آدمی بڑے انہماک کے ساتھ دعا کر رہا تھا۔ ایک فرشتے کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے پوچھا کہ اتنے غور کے ساتھ کیا دعا مانگ رہے ہو۔ کہتا ہے کہ آپ کون؟ فرشتے نے کہا کہ میں مقرب ہوں' جبریلِ امینؑ۔ وہ کہتا ہے کہ میرا کام بن گیا' اللہ میاں تک میری یہ یہ آرزوئیں پہنچانی ہیں۔ اس نے لسٹ گنوانا شروع کی تو جبریلِ امینؑ نے کہا کہ میں سمجھ گیا۔ اس نے کہا کہ آپ کیا سمجھ گئے' ابھی تو میں نے بات شروع کی ہے۔ جبریلِ امینؑ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو یہ بتا دوں گا کہ اپنے علاوہ مجھے سب کچھ دے دے ____ تو اس کی لسٹ میں اللہ کا نام نہیں تھا۔ آپ اللہ کا فضل مانگو' اللہ سے اللہ کی رضا مانگو اور اللہ سے اللہ کو مانگو۔ پھر آپ کے لیے آسان بات ہے۔ ورنہ اس دنیا کا کوئی اَنت نہیں ہے' کوئی حساب نہیں ہے۔

اپنے خیال کا جائزہ لو۔ بات دل میں رکھو اور کسی کو بتانی نہیں ہے۔ اگر آپ کو دعا کے قبول ہونے کا یقین دلا دیا جائے تو پھر کیا آپ کی دعا دنیاوی ہوگی یا اللہ کے قرب کی ہوگی۔ اگر دعا دنیاوی ضرورت کی ہے تو ابھی خیال کا سفر باقی ہے۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ اے اللہ تُو راضی ہو جا اور میں تجھ پر راضی ہوں' مجھے اپنا بنا کے رکھ' تو پھر آپ سمجھو کہ خیال آپ کو سمجھ آ گیا۔ اگر اللہ سے کوئی اور آرزوئیں مانگنی ہیں' جیب میں پرچی رکھی ہوئی ہے' ساری دنیاوی آرزوئیں ہوں تو پھر بات اور ہے۔ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیاوی بھی تو آخر اللہ کا حکم ہے۔ یہ بالکل حکم ہے اور اللہ کا یہ حکم جن لوگوں کے لیے ہے ان کا زاویہ اور ہے' اللہ تعالیٰ نے پورا حساب رکھا ہے کہ آپ لوگ اپنے بچوں کا خیال رکھیں' عبادت کریں' نیک کمائی کریں' مشکل وقت کے لیے کچھ جمع کریں' اور پھر وہ مشکل وقت بھی آ جائے گا۔ پھر آپ کا اس بات سے کیا تعلق ہے کہ آپ وقت سے زیادہ عبادت کریں۔ میں تو ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جن کی تلاش اللہ ہے' جن کے پاس الٰہیات کی آرزو ہے۔ ورنہ عام زندگی میں عام اصول بہت بہتر ہیں' درمیان کا راستہ اور متوازن زندگی گزارنا۔ لیکن جو لوگ دعویٰ محبت رکھتے ہوں وہ غیر از وصال یار کوئی سوال نہ کریں۔ پھر بہتر ہے کہ وہ دنیاوی سوال نہ کریں۔ اگر وہ سوال کرنے ہیں تو پھر یہ دعویٰ ختم کیا جائے۔ پھر وہ آرام سے چلتا جائے۔ اس لیے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دعویٰ محبت میں بعض اوقات دنیاوی آرزو شامل ہو جاتی ہے اور اس سے طبیعت منقبض ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔ غریبی بھی اللہ کا فضل ہے' دولت بھی فضل ہے' مسافرت بھی فضل ہے' مقیم ہونا بھی فضل ہے۔ اللہ

کے فضل کے بے شمار درجات ہیں کیونکہ اس کی صفات ایسی ہیں۔ اب آپ لوگ بولو ______ سوال کرو ______ پوچھو۔

سوال:

کیا بنیادی ضرورت کے لیے صاحبِ مزار کے پاس نہیں جانا چاہیے؟

جواب:

میں آپ کو بنیادی ضرورت کے لیے صاحبِ مزار کے پاس جانے سے منع نہیں کر رہا ہوں۔ آپ کو دنیاوی ضرورت والا دیکھ کر میں خاموش ہو جاتا ہوں کہ آپ دنیاوی ضرورت والے ہیں' چاہے صاحبِ مزار کے پاس جائیں' اللہ والے کے پاس جائیں یا کہیں بھی جائیں۔ ضرورت آپ کی دنیاوی ہے اور آپ دنیاوی سفر میں ہیں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ آپ میں سے ہیں جو دنیا کے چاہنے والے ہیں اور آپ میں سے ہیں جو آخرت کے چاہنے والے ہیں۔ ہم دنیاوی آرزو کو بند نہیں کرتے لیکن اس کا اپنا مقام ہے۔ تو اس کو قائم رکھو' جاری رکھو۔

سوال:

آرزو اور محبت تو اللہ کی طرف سے آتی ہے۔

جواب:

اگر نہیں آئی تو کوئی بات نہیں' کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

سوال:

اگر وہ وہاں سے مکمل طور پر آ جائے تو پھر دنیاوی آرزو ختم ہو جائے گی۔

جواب:

بے شک سنا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر نہیں آئی تو کوئی بات نہیں ہے۔ پھر دعویٰ نہ کرو۔ لوگ دعویٰ کرتے ہیں مزاروں پہ جا کر کرتے ہیں۔ ایک آدمی خواجہ صاحبؒ کے آستانے پر گیا اجمیر شریف۔ دنیاوی آرزو تھی۔ کہتا ہے کہ خواجہ صاحبؒ پانچ سو روپے چاہئیں۔ میں نے نہیں جانا پیسے لیے بغیر۔ زور زور سے کہہ رہا تھا۔ وہاں ایک بندہ تھا جو مزاروں کو نہیں مانتا تھا اس نے کہا کہ بے جان مزار سے پیسے مانگ رہا ہے کسی جان دار سے مانگ تو بات ہے۔ اس نے کہا تو ہی دے دے۔ اس نے پانچ سو روپے دے دیئے۔ تو وہ کہتا ہے کہ واہ خواجہ صاحبؒ دلوایا بھی تو کہاں سے دلوایا اس مردود سے جو تجھے مانتا ہی نہیں ہے۔ اس نے سلام پھر بھی خواجہ صاحب کو ہی کیا۔ تو یہ ماننے والے کی بات ہے۔ آپ مانگو جہاں سے مرضی مانگو لیکن ایک بات یاد رہے کہ مزار سے دنیا کا مانگنا قابلِ غور بات ہے۔ مزار کا جو صاحبِ مزار ہے اس نے ایک زندگی گزاری ہے اگر آپ لوگوں کی وہ زندگی نہ ہو اور اس زندگی کو آپ قبول نہ کریں تو یہ مانگنا کسی حد تک مذاق کی بات ہے۔ دراصل یہ مانگنا ہے کہ ہمیں وہ چیز دے جو تمہارے پاس بھی نہیں تھی۔ مطلب یہ کہ ان سے وہ چیز مانگو جو ان کی لائن کے مطابق ہو یا ان کی پسند کی چیز مانگو یا ان کی خوشی کی چیز مانگو ان کے سفر کی چیز مانگو کہ ہم پر یہ حجاب آشکار ہونا چاہیے جو ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ کیا مقام ہے؟ تو ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ مکاری کرتے جاؤ۔ ہوا یہ کہ مرید بھی چالاک ہو گئے اور بزرگ بیچارے بھی چالاک ہو گئے کہ اور کیا کرتے۔

مریدوں نے پیروں کو بیچنا شروع کر دیا اور انہوں نے ان کا کاروبار شروع کر دیا۔ مریدوں نے دنیا مانگنی شروع کر دی' پیروں نے کہا کہ یہ تو بڑے سیانے لوگ ہیں' ان کے ساتھ یہ کرو۔ پیری مریدی بڑا آسان سا کھیل ہوتا ہے۔ ایک جگہ پر ایک آدمی' پیر بیٹھ جاتا ہے' عبادت' ذکر و فکر اور دوسرے واقعات ہوتے ہیں اور پھر ہر طرف سے لوگ آنا شروع ہو جاتے ہیں' آپس میں ملنے شروع ہو جاتے ہیں' لوگوں کا لوگوں کے ساتھ کاروبار شروع ہو جاتا ہے' سمبندھ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر وہاں ہیڈ آف دی سٹیٹ آ جائے تو پھر Applications آنی شروع ہو جاتی ہیں' پھر کاروبار چل نکلے۔ پیروں نے سوچا مرید تو بڑے سیانے لوگ ہیں' ہم اللہ اللہ کرتے جائیں گے اور یہ زمینیں الاٹ کراتے جائیں گے۔ انہوں نے پھر غور کیا اور سوچا کہ ہم ان کو کام پہ لگائیں۔ اگر پیر بھی اللہ والے ہوں اور مرید بھی اللہ والے ہوں تو درمیان میں دنیاوی مرتبے والا کوئی بندہ نہیں آ سکتا۔ یہ صاف ستھری کہانی ہے۔ تو شعبہ اگر الٰہیات کا رکھا جائے کہ وہ بھی اللہ والے ہوں اور یہ بھی اللہ والے ہوں تو یہ بات بہت اچھی ہے۔ تو آپ صاحب مزار کے پاس یا پیر صاحب کے پاس دنیاوی آرزو کو Avoid کریں' دنیا خود پوری کریں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ آپ وہ باتیں بھی دعا سے مانگتے ہیں جو انگریز ہاتھوں سے کما چکا ہے۔ خدا کو نہ ماننے والوں کے پاس ہر شے ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یا رب العالمین تیری بڑی مہربانی ہے' یہ دے دے' اگر بس وقت پر آ جائے تو تیری بڑی مہربانی ہے۔ تو آپ کو یہ دعا بھی مانگنی پڑتی ہے کہ بس آ جائے' گھنٹہ ہو گیا ہے کھڑے ہوئے۔ اور یہ دعا کہ ٹیلی فون بند ہو گیا ہے' اس کے لیے

دو نفل پڑھتے ہیں کہ ٹیلی فون کنیکٹ ہو جائے' کل سے ڈیڈ پڑا ہے۔فون اچانک ٹھیک ہو جائے تو کہتا ہے کہ کرامت ہو گئی۔ یہ نااہلی ہوتی ہے ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی اور پھر یہ آپ کی کرامت بن جاتی ہے۔یعنی کہ جائز حقوق کے لیے آپ کو یہ کرنا پڑتا ہے۔یہ ظلم کا زمانہ کہلاتا ہے۔ظلم کا زمانہ وہ ہوتا ہے جب جائز ضرورت بھی دعا سے مانگنی پڑے۔یہ آپ کے جائز حقوق ہیں' مثلاً زندگی کو آسان بنانا' محنت کو انعام ملنا' معاوضہ ملنا' بیماری کو صحت ملنا' گھر کا آسودہ ہونا_____ یہ تو عام ضروریات کی بات ہے اور یہ آپ کے لیے ہونی چاہییں۔اگر یہ دعاؤں سے ملیں تو سمجھو کہ وقت بہت مشکل ہے۔تو آج کل حقوق بھی آپ کو دعا سے ملتے ہیں' حقوق بھی فریاد سے ملتے ہیں_____ لوگ کہتے ہیں کہ یارب العالمین کل مجھے ٹائم پر بس مل جائے' لیٹ نہ ہو جاؤں۔یا اللہ تعالیٰ رحم فرما کہ بجلی نہ چلی جائے۔تو ان باتوں کے لیے بھی انسان کو دعا کرنا پڑتی ہے۔مثلاً یہ کہ بیماری ہے' یا اللہ دوائی میں ملاوٹ نہ ہو' اب یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ تو آپ کو اللہ کی طرف جانے کے لیے Pure اللہ کی خواہش ہونی چاہیے۔یہ میری نصیحت ہے۔اللہ کا سفر برائے اللہ ہونا چاہیے۔عبادت جو ہے وہ ماسوائے عبادت کے بے نیازی ہونی چاہیے۔عبادت کو عبادت کی حد تک رکھو' اللہ کو اللہ سے لَو لگانے کے لیے رکھو اور دنیاوی کام دنیاوی ذریعے سے کرو۔منع تو نہیں کر رہے ہم۔لیکن آپ نے آخر جانا ہے چھوڑ کے۔یہ جو درمیان کے لوگ ہوتے ہیں جو اُدھر جا کے دنیاوی آرزوئیں کرتے ہیں اور دنیا کے ساتھ فقیریاں کرتے ہیں تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔دنیا کے ساتھ دنیا کرو اور دین کے ساتھ دین کرو۔

ضرورت پھر اس بات کی ہے۔ اور پھر سارا واقعہ صحیح ہو جائے گا۔ یہ مشکل بات نہیں ہے بلکہ آسان بات ہے۔ آپ میری بات پہ غور کر رہے ہیں کہ نہیں؟ مثال کے طور پر کچھ لوگ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں' اللہ ھو کا ذکر کر رہے ہیں' اللہ اللہ کا ذکر' لا الٰہ الا اللہ کا ذکر' یا الا اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ ذکر کر رہے ہیں جیسے اللہ کو بلا رہے ہیں۔ ذکر کا منشا کیا ہے؟ منشا دنیا ہے اور پرچی پاس رکھی ہوئی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے بندے مجھے یاد کر رہے ہیں' میں بہت خوش ہوں۔ مگر پھر پتہ چلتا ہے کہ دو چار کاموں کے لیے یہ کر رہے ہیں۔ یعنی کہ اللہ کو بلا کے آپ اس کے آگے پرچی رکھ دیتے ہیں کہ یہ دو کام ضروری ہیں' میں تو یا اللہ آپ سے محبت کرتا ہوں مگر یہ میرے بچوں کے کام ہیں' محلے کے بھی کام ہیں' بچے کہیں نوکر ہو جائیں' آپ تو مالک ہیں۔ اگر بچے کا کام ہے تو اللہ پر چھوڑ دو۔ اگر وہ کر سکتا ہے تو پھر خود ہی کرے گا اور اگر نہیں کر سکتا تو تم نے اس کو کیا کہنا ہے۔ جس نے بن مانگے آپ کو آنکھیں عطا کی ہیں' بن مانگے آپ کو پیدا کیا ہے' مانگے بغیر آپ کو ایمان عطا فرمایا ہے' آپ کو اُمت میں سے پیدا فرمایا ہے' آپ کو چہرہ عطا کیا ہے' آپ کو اچھے حالات عطا کیے ہیں' ایمان عطا کیا ہے' دل و دماغ عطا کیا ہے' آپ کی زندگی کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کے رزق کا ذریعہ بنا دیا اور دودھ کے چشمے جاری کیے۔ تو وہ اللہ ہے' اب اس سے کیا مانگنا ہے آپ نے۔ اس نے تو بن مانگے سب کچھ دیا۔ کیوں نہیں اس پر اعتبار کرتے۔ اب باقی کا سفر اس پر بن مانگے چھوڑ دو۔ ایک آدمی نے دعا کی اور مریض ٹھیک ہو گیا۔ کہتا ہے کہ کمال ہو گیا۔ دوسرا کہتا ہے کب تک؟ سال دو سال بعد وہ ختم ہو گیا۔ پھر وہ ڈاکٹر بھی چلا

گیا۔ بس اتنی ساری بات ہے۔ تو واقعہ تو کچھ نہ ہوا۔ تو یہ جتنی کرامتیں آپ بیان کر رہے ہیں تو کرامتیں بیان کرنے والوں نے ایک انداز اختیار کر لیا' کہ ایک فقیر آیا اور اس نے سارے گھر کو آسودہ کر دیا' کسی کو پانچ سودے دیئے' کسی کو بہت پیسے دے دیئے۔ اس طرح مسلمان محدود ہو گئے' مسدود ہو گئے' خیال پابند ہو گیا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے آپ نے اللہ کو Involve کر دیا' اپنی نااہلی کو بھی اللہ کے سپرد کر دیا' خود کام نہیں کرتے' غلطی کرتے ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں' امتحان دیا نہیں ہے اور کہتے ہیں یا اللہ پاس کر دے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دفن کر کے آ جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ شاید اباجی گھر بیٹھے ہوں۔ حالانکہ ابا کو تو وہ دفن کر کے آیا ہے۔ پھر بھی اللہ نے ایک رحمت کی ہے کہ عین ممکن ہے کہ میں تمہیں بغیر وجہ کے معافی دے دوں' کیونکہ میں قادر ہوں۔ یہاں پہ آپ اللہ سے بخشش مانگو کہ یا اللہ ہمیں ہمارے اعمال کی وجہ سے گرفت نہ آئے کیونکہ ہمارے اعمال صحیح نہیں ہیں' اس لیے ہمارے اعمال کی معافی ہونی چاہیے۔ اللہ سے کہو کہ یا اللہ تیرے فضل کا آسرا کافی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے تفصیل نہ مانگا کرو بلکہ General فضل مانگا کرو۔ اللہ کو یہ نہ بتایا کرو کہ اتنے پیسے یہاں دینے ہیں' اتنے وہاں دینے ہیں' پلاٹ کی قیمت ابھی آدھی دینی ہے' ہاؤس بلڈنگ کا قرضہ دینا ہے' فنانس کارپوریشن کی چٹھی پھر آئی پڑی ہے ____ تو یہ ساری الٰہیات نہیں ہیں۔ انہیں چھوڑ دو' اللہ کے حوالے کر دو' اللہ بہتر کرے گا۔

اب آپ سوال کرو ____ بولو ____ بولیں ____

سوال:

دو چیزیں میری دشمن ہیں، نفسِ لّمارہ اور شیطان۔ یہ دونوں اللہ سے رابطہ روک دیتے ہیں۔

جواب:

آپ آگے آ جائیں اور ان کو وہاں بٹھائیں۔ ایک طریقہ ان سے بچنے کا یہ ہے کہ آپ اپنے ماحول کو چھوڑ کے آگے آ جائیں اور اس ماحول کو چھوڑ دیں جس ماحول میں لمّارہ اور شیطان ہیں۔ لمّارہ اور شیطان، یہ دو چیزیں نہیں ہیں بلکہ یہ ایک ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ شیطان میرا اللہ سے رابطہ نہیں ہونے دیتا تو اس بات پہ غور کریں۔ وہ دراصل اللہ کو نہیں کہہ رہا بلکہ وہ کسی آدمی کو کہہ رہا ہے۔ اس کو کسی آدمی نے دعوت دی ہے کہ تو اللہ سے رابطہ کر، تو وہ کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں، یہ میرا رابطہ ہونے نہیں دیتا۔ یہ دعوت باہر سے آئی ہے۔ اگر دعوت اندر سے آ گئی تو سب خود بخود ہو جائے گا۔ کسی کے کہنے پر یہ رابطہ نہ رکھو۔ آپ اللہ سے رابطہ کیوں چاہتے ہیں؟ یہ کس نے کہا کہ اللہ سے رابطہ رکھو جس کے جواب میں آپ یہ کہہ رہے ہو کہ شیطان کرنے نہیں دیتا۔ تو یہ کہیں سے دعوت آئی ہے۔ یہ دعوت غلط ہے۔ دعوت دینے والا اگر چاہتا ہے تو وہ کروا لے گا۔ اور اگر دعوت اندر ہے تو اللہ خود کر لے گا۔ باقی تو سب سوال جواب ہیں، بحث ہے۔ اگر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ سے رابطہ رکھو تو یہ اس کا کام ہے کہ وہ نفسِ لمّارہ سے نجات دِلوا دے۔ اگر اندر والا یہ کام کرائے گا تو وہ ہر چیز چھڑوا دے گا۔ وہ ایسے ہو گا جیسے کوئی غم میں چیخ مار دے۔ لوگ کہیں گے کہ نہ رو، لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ کہتا

ہے کہ یہ تو غم رو رہا ہے' میں نہیں رو رہا۔ پھر اس کے پاس کوئی بھی Formality نہیں رہتی۔ اسی طرح جس کو نیند آ جائے وہ جاگتے ہوئے لوگوں کے درمیان سو جاتا ہے۔ ابھی تک بول رہا تھا اور پھر کہتا ہے کہ میں سونے لگا ہوں۔ اسے کہیں کہ باقی سارے مہمان جاگ رہے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ بے شک سب جاگتے جائیں' مجھے تو نیند آ رہی ہے۔ اسی طرح نفسِ امّارہ ہر چیز کو چھوڑ کے' ماحول کو چھوڑ کے پیچھے رہ جاتا ہے۔ یہ نفسِ امّارہ ایک جواز ہے اور کسی کی دعوت کا انکار ہے۔ مثلاً آپ کے پاس کوئی تبلیغی مقام آئے' کوئی جماعت آئے اور کہے کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں تو آپ کہیں گے کہ میرے ساتھ تو نفسِ امّارہ لگا ہوا ہے' ہم تو دنیا کے نظام میں ہیں' تم اللہ والے ہو' تم اپنا کام کرو۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ آپ کو وہ ماحول ناپسند ہے۔ اگر آپ کو اپنی پسند کا کوئی ساتھی مل جائے' کوئی اور چہرہ مل جائے تو بھی آپ کاروبار چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر پسند کا کبوتر مل جائے تو انسان اس کے پیچھے بھاگ پڑتا ہے۔ آسمان اگر نگاہوں میں ہو تو پاؤں سے رستہ نکل جاتا ہے۔ اگر آپ کو کوئی چیز پسند آ گئی تو پھر رُکنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔ آپ کو کوئی پسند ہی نہیں آیا' نہ دعوت دینے والا پسند آیا اور نہ دعوت پسند آئی۔ لہٰذا یہ جواز ہے۔ ورنہ اگر کوئی شے پسند آ جاتی تو آپ اس کے پاس بھاگ جاتے۔ اس لیے ایک بات اس میں وارننگ کے طور پر کرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس چیز کو آپ پسند نہیں کر رہے وہ آپ کو قبول کر رہی ہو۔ پھر اس بات کا خطرہ ہوتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ تم جہاں چوائس رکھ رہے ہو' اُس کے چوائس میں تم نہ ہو۔ عام طور پر بہت ساری محرومیاں' اداس محرومیاں ان لوگوں کے پاس ہوتی ہیں جو

کہتے ہیں کہ ہم نے اس شخص کو قبول نہیں کیا' اس میں بڑی خامی تھی۔ مدعا یہ کہ ناپسند کرنے کے عمل میں تم ناقبول ہو جاتے ہو۔ اس لیے پہلی بات یہ دیکھو کہ کیا وہ ماحول آپ کو قبول کر رہا ہے؟ یہ ماحول بہت پیچھے سے آتا ہے' بڑی اجازت سے آتا ہے۔ جب اِدھر سے حکم نامہ آتا ہے تو آپ لوگ اسے قبول کر لیتے ہو۔ اس کی انتہائی شکل اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے کہ جو لوگ اللہ پر راضی ہو گئے' اللہ ہی تو ان پر راضی تھا۔ یعنی کہ اللہ تھا ہی ان پر راضی جو اللہ پر راضی ہو گئے۔ جو چیز آپ نے مانگی اُسی چیز نے آپ کو بُلایا ہے۔ بُلانے والا دراصل وہی ہے جس کی تلاش میں تم نکلنے والے ہو۔ تو دل میں یہ سوچنا چاہیے کہ آپ کو ابھی تک کسی نے کیوں نہیں بُلایا۔ وہاں نفسِ لوّامہ نہیں رہتا۔ اگر آپ Involve ہو جائیں تو لوّامہ کہاں۔ محبت ہی تو لوّامہ کو نکالتی ہے' شیطان بھی یہاں سے نکل جاتا ہے۔ پھر شیطان کیسا۔ شیطان جو ہے یہ Reluctant انسان کا اپنا ہی نام ہو جاتا ہے۔ Reluctant ہونا ہی شیطان ہے۔ آپ دعوت دینے والے کو دریافت کریں کہ دعوت دینے والا کون ہے۔ شوق جب تک شریکِ سفر نہ ہو منزل نہیں ملتی۔ یہ باہر کی دعوت نہیں ہے بلکہ یہ اندر کی دعوت ہے

؎ تلاش کرتا رہا دشت میں جسے آہو
وہ منزلوں کی مہک تھی کہ ذات کی خوشبو

تو وہ خوشبو اس کی اپنی ہے مگر وہ ہرن بھاگا جا رہا ہے' بھاگا جا رہا ہے۔ کہتا ہے اُدھر سے خوشبو آ رہی ہے تو اُدھر بھاگ پڑتا ہے۔ تو اسے بتاتے ہیں کہ تیری اپنی ناف کی خوشبو ہے۔ یہ نافہ تمہارا اپنا ہے۔ جب آپ کو اپنی خوشبو مست کرے گی تو پھر

آپ کہیں گے کہ مجھے ہر طرف سے پیغام آ رہے ہیں' بلایا جا رہا ہے' قوالی سننے کو طبیعت ہے' ہر طرف سے طبلے کی آواز آ رہی ہے۔ محفل ذکر کو دیکھو تو وہاں بھی ذکر اور یہاں بھی ذکر۔ اور گناہ کی تلاش میں جاؤ تو سارا لاہور سینماؤں سے بھرا ہوا ہے بلکہ ویڈیو سے بھرا ہوا ہے۔ اور نیکی کی تلاش میں جاؤ تو سارا لاہور نیک ہے۔ آپ اپنی تلاش کا رُخ جو بنائیں گے وہی سارا ماحول بنا لے گا۔ کاروبار کرو گے تو سارا شہر ہی کاروبار کرنے لگ جائے گا۔ غم لے کے نکلو گے تو ہر آدمی اپنا غم بیان کرنے لگ جائے گا۔ ایک آدمی اگر کہے گا کہ مجھے پیٹ میں کہیں پہ درد ہے تو اگلا کہے گا کہ مجھے بھی پیٹ کے اس کونے پہ درد ہے۔ ذرا صحت کا یا کوئی دکھ بیان کرو تو سارے لوگ دکھ بیان کرنے لگ جائیں گے۔ آپ تھوڑی سی ہنسی شروع کر دیں تو سارے ہی خوش ہونا شروع کر دیں گے۔ آپ اور کچھ نہ کرو' صرف میز پر تاش رکھ دو' کچھ دیر بعد سارے فنافٹ کھیلنے لگ جائیں گے۔ جیسا ماحول ہو گا ویسا کام شروع ہو جائے گا۔ اس لیے جب اللہ کی تلاش کرنے والا واقعی اللہ کی تلاش میں نکلے تو سارا ماحول ہی اللہ ہے۔ پھر شیطان کدھر سے آئے گا۔ جو اللہ کی تلاش میں نکلتے ہیں شیطان ان کی راہ میں نہیں آتا۔ شیطان تو ان لوگوں کی راہ میں آتا ہے جو دنیاوی تمنا کرتے ہیں۔ شیطان بیچارے نے تو کبھی رکاوٹ کی نہیں مگر وہ دنیادار کی تو مدد کرتا ہے' اور دین والے کی راہ میں آتا نہیں ہے۔ وہ دنیاداروں کا معاون ہے اور دین والوں کی راہ میں آتا نہیں ہے۔ اس لیے شیطان رکاوٹ کبھی نہیں ہو سکتا' کبھی نہیں ہوا۔ تو شیطان کبھی رکاوٹ نہیں بنا۔ میری بات پکی طرح سمجھ لو' کہ شیطان رکاوٹ نہیں بنتا۔ رکاوٹ کون ہے؟

جس میں اللہ کے سفر کی خواہش نہیں ہے' سفر کا تقاضا نہیں ہے۔ شیطان دنیا دار کے ساتھ تعاون کرتا ہے' اسے اور Involve کرتا رہتا ہے اور جو دین کی راہ میں چل پڑیں انہیں تو جلدی جلدی دین کی راہ پر چلاتا ہے۔ ایک بزرگ کی صبح کی نماز لیٹ ہونے لگی' قضا ہونے لگی تو شیطان نے ان کو جگا دیا۔ انہوں نے کہا کہ تُو تو شیطان ہے اور نماز کے لیے جگا رہا ہے۔ شیطان نے کہا کہ نماز قضا ہو رہی ہے' جلدی پڑھ لو۔ پوچھا کیا بات ہے؟ شیطان نے کہا کہ جب اس دن قضا ہو گئی تھی تو آپ نے رو رو کے درجات میں اضافہ کر لیا تھا' میری جان بخشی کرو اور آپ وقت پر ہی پڑھ لو مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا۔ تو شیطان رکاوٹ نہیں کرتا۔ رکاوٹ آپ خود ہی کرتے ہیں۔ .You stand in your own way آپ اپنے راستے میں کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ ہی اپنے دوست ہیں اور آپ ہی اپنے دشمن ہیں' آپ ہی اللہ والے بنیں گے اور آپ ہی دنیا والے بنیں گے بلکہ اپنی نجات کا فائنل فیصلہ اپنے علم سے آپ خود ہی لکھ لیں۔ سوچو کہ کیا آپ وہ کام کر رہے ہیں جس سے نجات ملتی ہے۔ اگر وہ کام نہیں ہو رہا تو پھر آپ توبہ کر لیں۔ اگر نجات مخدوش ہے تو توبہ کا سفر کریں اور اگر نجات کی امید ہے تو الحمد للہ پڑھیں۔ استغفر اللہ پڑھو تا کہ نجات ہو۔ نجات ہو سکتی ہے؟ ہو سکتی ہے' ہو گی' خیر ہے۔ نجات ہو جائے گی۔ اگر یہ خیال آ جائے کہ شیطان درمیان میں آ رہا ہے تو استغفر اللہ پڑھو۔ لاحول ولا قوۃ پڑھو تو بھی شیطان بھاگ جاتا ہے۔ شیطان ایک جگہ پر بڑا دھوکا دیتا ہے' اس آدمی کو جو نیک مشہور ہو اور نیک نہ ہو۔ ایسا آدمی شیطان کی خوراک ہے۔ ایک دفعہ کسی پیر صاحب کا ایک مرید محفل سے

Absent ہو گیا' کئی دن نہ آیا۔ پیر صاحب نے پوچھا کہ وہ کدھر ہے۔ کسی نے بتایا کہ آپ کی دعا سے اس کے درجات میں اضافہ ہو گیا' کشادگی ہو گئی' اس کے حجابات ٹھیک ہو گئے اور وہ نئے درجات میں چلا گیا۔ پیر صاحب نے اسے بُلایا اور پوچھا کہ کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ آپ کی دعا سے فضل ہو گیا' اب میں رات کو بہشت کی سیر کرتا ہوں' ایک بزرگ مجھ پر بڑے مہربان ہیں' وہ آتے ہیں اور لے جاتے ہیں' بس آپ کی دعا ہے۔ پیر صاحب نے کہا کہ آج تُو بہشت میں جائے تو یہ لفظ پڑھنا۔ جب اس نے وہ لفظ پڑھا تو دیکھتا ہے کہ بہشت کی بجائے کوڑا کرکٹ والی گندی جگہ پر کھڑا ہے۔ اور وہ جو مردِ درویش تھا وہ ہنس رہا تھا۔ تو وہ پیر صاحب کے پاس بھاگا بھاگا آیا۔ کہتا ہے کہ یہ کیا تھا؟ انہوں نے آیت پڑھی ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض له شیطٰنا کہ جو آدمی ہمارے ذکر سے' یاد سے غافل ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان نافذ کر دیتے ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ میں صحیح جا رہا ہوں۔ تو وہ آدمی جو نیک مشہور ہو اور ریاکاری کرے' نیکی کا بھرم بنائے' اندر سے نیک نہ ہو' وہ Generally شیطان کے نرغے میں ہوتا ہے۔ شیطان آپ کی زندگی میں کئی شکلوں میں آتا ہے مثلاً دوست کی شکل میں' آرزو کی شکل میں' آرام پرستی کی شکل میں' شہرت حاصل کرنے کی تمنا میں' لوگوں کو ڈرانے میں' لوگوں کے حلقے میں رہنا اور سنجیدگی سے تنہائی اختیار نہ کرنا' لوگوں کے حقوق کو پامال کرنا' حق والے کا حق نہ دینا' پیسے کی امانت نہ لوٹانا ــــــــ تو یہ شیطان ہے۔ یعنی کہ جس نے یتیم کا مال کھالیا وہ خود ہی شیطان ہے۔ تو آپ کا اپنا عمل شیطان ہوتا ہے۔ شیطان اگر ویسے ہی آ جائے تو یہ بڑے مقام کی بات

ہے' یہ تو بڑے بزرگوں کے پاس آتا ہے۔ یہ عام آدمی کے پاس نہیں آتا۔ بڑے لوگ ترستے رہے کہ دیکھیں تو سہی کہ یہ ہے کیا چیز۔ تو انہیں بتایا گیا کہ شیطانی عمل کرنے والا تمہارا دوست تو نظر آ سکتا ہے مگر شیطان نظر نہیں آ سکتا۔ یہ تو بہت بڑے بزرگوں کے پاس جاتا ہے' باقی تو خود ہی کرتے رہتے ہیں ایسے کام۔ تو شیطان درمیان میں نہیں آ سکتا' نفسِ امّارہ بھی نہیں۔ آپ خود ٹھیک ٹھاک رہیں۔ یہ سوال اپنی جگہ پر ٹھیک ہے۔ اگر کسی ماحول میں یہ محسوس ہو کہ میرے ساتھ ابلیسیت یا رکاوٹ آ گئی ہے تو ماحول بدل لو۔ اس ماحول سے مہاجر بن جاؤ' ہجرت کر جاؤ تاکہ سب درست ہو جائے۔ اور دعا کرو کہ کوئی ساتھی مل جائے۔ اگر کوئی اور ساتھی مل گیا تو ماحول ٹھیک ہو جائے گا۔ دعا کرو کہ نیک تمنا ملے' نیک ساتھی ملیں' نیک سنگت ملے۔ نیک سنگت آپ کو نیک منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر کسی جگہ کوئی بزرگ ہوں' سچ مچ کا کوئی پیر ہو Genuine ہو' سچا ہو' اب جہاں صداقت بیان ہو رہی ہے تو وہاں کا لنگر پکانے والا' تندور والا نہیں جانتا کہ پیر صاحب کیا کر رہے ہیں' اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ وہاں بڑے بڑے لوگ آتے ہیں' نیک ہو جاتے ہیں' بدل جاتے ہیں۔ وہ صرف روٹی پکاتا جاتا ہے۔ مگر وہ اُس سنگت میں سنگت کا حصّہ ہے اور وہ اس سفر میں اس طرح شامل ہے جیسے باقی لوگ شامل ہیں۔ اسی طرح مسجد کے اندر جو صف بچھانے والا ہوتا ہے اگر اسے یہ پتہ نہ ہو کہ جماعت کیسے کرائی جاتی ہے تو بھی وہ عین اس قافلے میں شامل ہے کیونکہ وہ صف بچھاتا ہے اور مسجد کی صفائی کرتا ہے۔ تو بعض اوقات قافلے میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جنہیں قافلے کا مفہوم

بھی پتہ نہیں ہوتا۔ اس لیے سنگت ایک ایسی چیز ہے جو آپ کو عبادت جیسا مفہوم دیتی ہے' عبادت کی تاثیر دیتی ہے۔ تو آپ سنگت میں بیٹھ جائیں۔ وہاں آپ ذکر نہیں کر رہے بلکہ صرف بیٹھے ہیں' ذکر کی آواز ہی تو ذکر ہے' قرآن تو سُننے کا فرض ہے' بولنے کا اتنا فرض نہیں ہے۔ یعنی کہ آپ صرف بیٹھے ہوئے ہیں' اردگرد قرآن پڑھا جا رہا ہے تو آپ قرآن کی تاثیر میں ہیں۔ گویا کہ جگہ' شخص' سنگت اور دوستی خود بخود آپ کو اس راستے پر لے کر چلتے ہیں۔ اس لیے آپ دعا یہ کیا کریں کہ آپ کو نیک سنگت مل جائے۔ دعا یہ کیا کریں کہ آپ کے حالات بہتر ہو جائیں۔ آپ یہاں پر سب کچھ چھوڑ کر جائیں گے۔ دھیان یہ رکھنا کہ کہیں ایسی چیز نہ چھوڑ جاؤ جو آنے والوں پر وبال بنے۔ آنے والوں کو بغیر گناہ کے سزا نہ دو۔ انہیں اگر ناجائز پیسہ دے جاؤ گے تو ان بے چاروں کو سزا ہو جائے گی۔ بچے معصوم ہوتے ہیں' ان کو آپ ناجائز رزق لا کے کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بسم اللہ کرو۔ رزق ناجائز ہوتا ہے' تو وہ بیچارہ کیا بسم اللہ کرے گا۔ تم نے معصوم کو Kill کر دیا' مار دیا۔ تو معصوم کو پاکیزہ رزق دو۔ اولادیں معصوم ہیں' ان کو پاکیزہ رزق دو۔ انشا اللہ تعالیٰ آپ کی عاقبت درست رہے گی۔ دعا کرتے ہیں کہ شیطان اور نفسِ امّارہ نہ رہے۔ نفسِ امّارہ محبت سے نہیں رہتا' حادثہ ہو تو نہیں رہتا۔ مثلاً پہلے رات کو نیند آ جاتی تھی نفس غلبہ پا جاتا تھا' ایک رات نیند نہیں آئی۔ پوچھا کہ کیوں؟ کہتا ہے پیٹ میں درد ہے۔ تو وہ جاگ کر رات کو دعا مانگتا ہے۔ رات کو اللہ کا اعلان ہوتا ہے کہ ہے کوئی اس وقت جس کو ہم معاف کریں۔ ایک بیچارہ پیٹ درد کی وجہ سے جاگ رہا تھا' وہ بھی معاف ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے یہ ایسے

کام ہیں کہ جاگنے والے تو ویسے ہی جاگ رہے ہوتے ہیں لیکن ایک بیچارہ درد کی وجہ سے جاگ رہا تھا' چیخ رہا تھا' فریاد کر رہا تھا' تو وہ بھی معاف ____ تو یہ سنگت کی بات ہے' میلے کی بات ہے' وقت کی بات ہے۔ بزرگ یہ کہتے ہیں کہ آپ خوشبو والے کے پاس' عطار کے پاس جا کے بیٹھو گے تو خود بخود ہی خوشبودار ہو جاؤ گے اور کوئلے والے کے پاس بیٹھو گے تو کہیں نہ کہیں کالک لگ جانے کا اندیشہ ہے۔ تو آپ اچھی سنگت اختیار کیا کریں۔ اس لیے سب بہتر ہو جائے گا۔ اچھی سنگت بھی نفسِ لمّارہ کا علاج ہے۔ ذکر میں Involve ہونا نفسِ لمّارہ کا علاج ہے' یعنی محو ہو جانا۔ کسی بھی کام میں محو ہو جانا ____ اور بولیں ____ کوئی آدمی ____ وہ جو پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں ____ بولیں۔

سوال:

کیا بزرگوں کی روح فائدہ دے سکتی ہے؟

جواب:

فائدہ لینے کا خیال چھوڑ دیں۔ فائدہ کوئی نہیں۔ فائدہ ایک واہمہ ہے۔ فائدہ کر جانے والی کوئی بات نہیں۔ فائدہ وہی تھا جو وہ ساتھ لے گیا۔

سوال:

انسان اپنی اصلی منزل تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟

جواب:

وہ نقلی منزل کو چھوڑ دے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جو چیز اصلی نہیں ہے اس سے بچیں۔ یہ بہت آسان سی بات ہے۔ جب محسوس ہو کہ میں اصلی منزل پہ

نہیں ہوں تو اس چیز کو Avoid کرو۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ دین کے احکامات کے قریب رہے' ان کو پورا کرنے کے قریب رہے' باوضو رہے۔ باوضو رہنے والا اپنی منزل کے قریب ہو جائے گا۔ باوضو رہنے سے ہزار ہا تبدیلیاں آتی ہیں' سائنٹیفک تبدیلیاں آتی ہیں' سپریچوئل تبدیلیاں آتی ہیں' خوراک متوازن ہو جاتی ہے' وہ شخص زیادہ خوراک کھا نہیں سکتا۔ اس میں بڑے حساب کتاب ہیں۔ اس کا ایک آسان طریقہ ہے کہ کسی نہ کسی سے رابطہ رکھا جائے جسے آپ طریقت کا باب کہتے ہیں۔ اس سے رابطہ رکھا جائے تا کہ وہ آپ کو اس منزل سے آشنا کرے۔ وہ عام طور پر یہ کرتے ہیں۔ کسی کی دعا اور کسی کے فیض سے منزل آشنائی ہو جاتی ہے۔ وہ شخص خیرات کرنے والا ہو' عبادت کرنے والا ہو' سفر کرنے والا ہو' جو آستانوں پر چلا جائے' جہاں نیکی کی شہرت ہو وہاں چلا جائے اور کسی نہ کسی سے رابطہ رکھے' کسی ایک جگہ بیعت ہو جائے' منسلک ہو جائے' وابستگی کر لے ــــــ یہ ضروری ہے۔ اس سے یہ ہو گا کہ تمہارے مزاج کے مطابق وہ بزرگ تمہیں گائیڈ کر دے گا۔ ہر مزاج کے لیے طریقت کے سلسلے الگ الگ رکھے ہوئے ہیں۔ کوئی آدمی اگر ایک بزرگ کے پاس جاتا ہے کہ آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں تو وہ کہیں گے کہ آپ کا حصّہ ہمارے پاس نہیں ہے' آپ وہاں چلے جائیں۔ تو یہ کیا بات ہوتی ہے؟ اس میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے مزاج میں اتنی عبادت نہیں ہے تو وہ اُسے کسی آسان طریقے والے کے پاس بھیج دیتا ہے کہ تم وہاں جاؤ۔ وہ تمہیں تھوڑا سا آسان نسخہ بتا دے گا۔ سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤ۔ آسان ہے

ناں؟ یا کسی سے دعا لے لے۔ اس لیے ہر آدمی کا شعبہ الگ الگ ہے۔ کچھ لوگ کسی انداز کی بات کرتے ہیں' کچھ لوگ اور انداز کی بات کرتے ہیں۔ فیض لینے کے لیے نسبت ضروری ہے۔ اپنی منزل پانے کے لیے اس منزل کا آشنا ڈھونڈنا ضروری ہے جو حال پر موجود ہو۔ تو آپ کے دعوے میں جو منزل ہے اس منزل کے آشنا کی خبر آپ کو کہیں نہ کہیں مل جائے گی۔ تو ان سے رابطہ کرو۔ منزل اس وقت آپ کے تصور میں ہے' وہ منزل نہیں ہے۔ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ منزل کسے کہہ رہے ہیں تو پھر آپ کہو گے کہ عبادت کرنا منزل ہے یا کوئی اور تفصیل۔ مگر یہ تفصیل اس بزرگ کی نہیں ہوگی۔ اس لیے اس سے پوچھنا پڑتا ہے

پوچھ اس سے جو منظور ہے فطرت کی گواہی
تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

تو یہ بات وہ بتائے گا۔ اس لیے اپنا آپ اس کے حوالے کرو۔ پھر آسانی پیدا ہو جائے گی۔ وہ منزل کا پتہ بتاتا ہے کیونکہ وہ منزل آشنا ہوتا ہے۔ کسی جگہ نسبت کا قائم کرنا ضروری ہے۔

سوال:

حضور! توبہ کا کیا مقام ہے؟

جواب:

جس وقت اپنے سفر میں' جیسا کہ مستقبل کے سفر میں ہوں' دروازے سے نکلے ہیں اور ارادہ ہے مستقبل کا' اگر اس میں ماضی رکاوٹ بن رہا ہو تو توبہ کا مقام آجاتا ہے' بغیر کچھ بیان کیے ہوئے۔ نام نہ لینا اس کا۔ ماضی کسی طور پر

آڑے آ رہا ہو تو یہ توبہ کا مقام ہے۔ اگر یادداشت تخیل کو زنگ آلود کر رہی ہے تو یہ توبہ کا مقام ہے یعنی یادداشت نے روکا تخیل کو۔ تخیل کی فلائٹ، تخیل کی پرواز ہی آپ کو الہیات کا بتائے گی۔ آپ کی پرواز ہی تو الہیات ہے۔ اللہ نے شکل میں تو آنا نہیں۔ شکر کرو کہ شکل میں نہیں آنا تاکہ پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ اور معرفت ضروری ہے۔ کیونکہ جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہوگا۔ اور اللہ کو ان آنکھوں سے بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ پھر سب کے لیے یہ حکم نہیں آئے گا کہ جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اس کی پہچان کا طریقہ عرفان ہے اور حاصل اِسی دنیا میں کرنا ہے۔ اس کا تعلق آپ کی لطافتِ فکری کے ساتھ ہے۔ فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ میں پہنچ گیا' جہاں بھی پہنچ گیا۔ جس شخص کا تخیل، جس شخص کی قوتِ پروازِ خیال یادِ ماضی سے رُک رہی ہو' بندش میں ہو' اس کے لیے توبہ بہت ضروری ہے۔ توبہ نجات ہے ماضی کی رکاوٹ سے۔ عمل کی بات چھوڑ و' وہ بعد میں دیکھتے ہیں۔ جس شخص نے سکون کے لیے مکان بنایا اور مکان میں سکون نہ ملا تو وہ توبہ کرے۔ اب مجھ سے اور کیا پوچھتا ہے۔ تو آپ کی تعبیر' آپ کا خیال اور آپ کا عمل جب آپ کو تکلیف دے رہا ہو تو یہ توبہ کا مقام ہے۔ کل کا حسنِ عمل آج سوئے عمل ہو گیا تو یہ توبہ کا مقام آ گیا۔ اس لیے توبہ ضروری ہے۔ نیک لوگوں کو جلدی سمجھ آ جاتی ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ بعض اوقات آپ جس عمل پر اِتراتے ہیں وہ بھی توبہ کا عمل ہے۔ جس عمل پہ آپ فخر کر رہے تھے وہ فخر کا عمل نہیں تھا بلکہ توبہ کا عمل تھا۔ اس پر آپ ضرور غور کیا کریں۔ یہ مقام ہوتا ہے مشائخ کرام سے پوچھنے والا۔ جس عبادت پر تم فخر کر رہے ہو

دراصل وہ عبادت فخر والی نہیں تھی بلکہ وہ توبہ کا مقام تھا۔ یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ عبادت عبادت میں کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ اگر شریعت ہے تو طریقت کیا ہوتی ہے؟ اگر نماز شریعت ہے تو کہیں اِس نماز اور اُس نماز میں فرق تو نہیں آیا؟ کائنات کی تاریخ آپ نے دیکھی ہوگی۔ اگر نماز' نماز میں فرق آ گیا تو شریعت کا سمجھنا مشکل ہوگا۔ مثلاً فرق آپ کو بتایا گیا جو کہ کربلا میں تھا' ایک نماز ایک طرح سے پڑھی جا رہی ہے اور دوسری نماز اور طرح سے پڑھی جا رہی ہے۔ اگر شوق نکل جائے' ادب نکل جائے اور صرف فارمولا رہ جائے تو پھر اُس نماز سے توبہ کرو۔ ایسی نماز جس میں فارمولا ہے لیکن شوق نہیں ہے' ادب نہیں ہے' احترام نہیں ہے' پہچان نہیں ہے' اس نماز سے توبہ کرو۔ اس لیے ایمان پہچان کا نام ہے' ادب کا نام ہے' احترام کا نام ہے۔ محبت نہ ہو تو پھر خالی فارمولا ایسے ہے کہ جیسے

؎ عشق نہ ہو تیرا اگر میری نماز کا امام
میرا سجود بھی حجاب میرا قیام بھی حجاب

بات اتنی سی ہے کہ جب تک وہ شوق نہ ہو بات نہیں بنتی۔ وہ شوق ضروری ہے۔ ایک دفعہ سرکارؐ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ ایمان کو کیا سمجھے ہو؟ یہ بڑا ٹیسٹ کا وقت تھا۔ کسی نے کہا کہ توحید ایمان ہے' کسی نے کہا لا الہ الا اللہ اور رسالت پر ایمان رکھنا' فرشتوں پر ایمان لانا ______ جتنا جتنا علم تھا سب نے بتایا۔ آپؐ نے فرمایا سب ٹھیک۔ اتنے میں ایک آواز آئی ہمیں تو یہ پتہ ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اصل بات تو یہ ہے۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ اگر رسولؐ بلائیں اور کوئی جواب دے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے تو پھر بہتر ہے کہ

ایسی نماز نہ پڑھو کہ تم رسول ﷺ کو جواب دے رہے ہو کہ ہم نماز میں معروف ہیں' اس لیے ہم ٹھہر کے آئیں گے۔ ایسے اعمال آپ کا حجاب ہیں اور عبادت بھی حجاب ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے پھر عبادت بغیر محبت کے صرف فارمولا ہے' اور فارمولا تو امام کو شہید کرے گا۔ کیونکہ صرف فارمولا رہ گیا اندر سے اصل بات نکل گئی۔ تو یہ بات ضروری ہے اور پہچاننے والی ہے تاکہ مقام پہچانیں۔ ورنہ تو صرف فارمولے والے اللہ کی عبادت کریں گے اور اللہ کے رسولؐ بلائیں تو جواب نہیں دیں گے۔ تو رسولؐ کو اپنے جیسا سمجھنے والے یہاں سے مار کھا گئے۔ اپنے جیسا تم کیسے سمجھ سکتے ہو کہ آپ کا نام ہے اور تمہارا ایمان ہے۔ تو یہ بڑا فرق ہے' بہت بڑا فرق ہے یعنی تمہارا کلمہ ہے اور آپ کا نام ہے۔ ایک آدمی کا نام ہے اور ہمارا کلمہ ہے۔ آپ لوگوں کے لیے تو بہت آسان بات ہے کہ ایمان کو اس طرح پہچانو کہ ایک انسان کے نام سے آپ کی زندگی بسر ہو رہی ہے' تمہاری زندگی کی Involvement ان سے مربوط ہو گئی اور ان سے مشروط ہو گئی۔ یا تو تم کلمہ نیا بنا لو لیکن کلمہ تو وہی ہے' اللہ کے بعد ایک انسان کا' زندگی بھی وہی ہے' محبت بھی وہی ہے' آپ کا پیدا ہونا اس بات کو Inherit کرنے کے برابر ہے۔ یا تو آپ آزاد پیدا ہوتے اور کوئی تجربے کرتے۔ مگر آپ آزاد پیدا نہیں ہوئے اور آپ سے پہلے ہونے والا ایک واقعہ آپ کے ایمان کا حصہ بن چکا ہے۔ اس سے آپ باہر نہیں جا سکتے۔ اب آپ کے لیے یہ طے شدہ امر ہے اور آپ اس سے باہر نہیں جا سکتے۔ فلسفہ آپ سے پہلے ہو چکا ہے' اس سے باہر نہیں جا سکتے۔ خانقاہیں پہلے بن چکی ہیں' اس سے آپ باہر نہیں جا سکتے۔ فرعون ہو چکا' موسیٰ

علیہ السلام ہو چکے' تم تو بالکل آسانی میں ہو' تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا' ہر شے ہو چکی ہے۔ آپ سے پہلے ہر چیز ہو چکی ہے۔ کوئی بات بتاؤ جو نئی کرنے والی ہو۔ تاریخ ماضی' فلسفہ ماضی' لٹریچر ماضی' میر تقی میرؔ ماضی' غالبؔ بھی چلا گیا' اقبالؒ بھی چلا گیا' رومیؒ بھی چلا گیا' رازیؒ بھی چلا گیا_____ سب چلے گئے۔ سب لٹریچر ماضی ہو گیا۔ روحانیت والا بھی ماضی ہو گیا' امیر خسروؒ بھی چلے گئے' بابا صاحبؒ پاک پتن شریف واقعات ویسے نہیں ہیں' داتا صاحبؒ بھی رخصت ہو گئے۔ آپ کے عقیدے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کا کام بڑا آسان ہے کہ آپ نے صرف Inherit کرنا ہے اور ان کو یاد کرنا ہے۔ تو آپ کا کام ہو جاتا ہے۔ یہ آپ نے Inherit کی ہوئی لائف گزاری ہے۔ پاکستان بھی آپ کو بنا بنایا ملا۔ آپ کو بنے بنائے دفتر ملے ہیں۔ آپ کو بنا بنایا ایمان ملا ہے۔ بنا بنایا خیال ملا ہے۔ بنا بنایا آستانہ ملا ہے کہ جا کے دعا کرو۔ بنے بنائے پیر خانے ملے ہیں۔ وہاں جا کے کہتے ہیں کہ پیر صاحب ہم بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں بسم اللہ' کلمہ پڑھ۔ آپ کا سارا بنا بنایا کھیل ہے۔ سیاسی لیڈر بنے پڑے ہیں' بادشاہ بنا پڑا ہے' آپ نے اور کیا کرنا ہے۔ زندگی تو بڑی آسان ہے۔ اس میں کوئی Expedition نہیں ہے اور Expedition جو ہے یہ آپ کے لیے نقصان دہ ہے۔ سیدھا سادا سفر ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حج کرنے کے لیے تم چین جاؤ۔ لاحول ولا۔ تو حج کی بھی ایک جگہ مقرر ہے' ہر سال جاؤ' بار بار جاؤ' وہیں جاؤ۔ حج کا فارمولا بھی وہی ہے۔ پرنٹیڈ دعا مل جائے گی' کیسٹ مل جائے گا کہ کس مقام پر کیا کہنا ہے۔ دعا بھی وہی ہے۔ پوری کی پوری ہر شے بنی ہوئی ہے۔ ہر شے

آپ کو بنی بنائی مل رہی ہے اور یہی آپ کی کامیابی ہے اور یہی ناکامی ہے۔ آپ کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہی کامیابی ہے کہ آپ بچ گئے ورنہ قانون یہ ہے کہ آپ فروغ نہیں پا سکتے۔ بس اس کے درمیان آپ سوچیں کہ کامیابی کیوں ہے اور ناکامی کیوں ہے۔ یہ بڑے غور والی بات ہے۔ کامیابی اس کے لیے ہے جس کا ندرتِ خیال بغاوت نہ ہو۔ کہ وہ بچ گیا جو اپنے خیال کی زد میں نہیں آیا۔ جو بغاوت والا نہیں تھا وہ بچ گیا' اس نے بغاوت نہیں کرنی کیونکہ ایمان پہلے آ گیا ہے۔ درود شریف پڑھتے جاؤ' اللھم صل علی پڑھتے جاؤ' تو آپ بچ گئے۔ اس میں تجربہ بدعت ہے۔ تجربہ کیا ہے؟ بدعت ہے۔ یہاں آ کے وہ مر گیا۔ اگر اُسے پتہ چل جائے تو پھر وہ ڈر جائے گا' تجربہ نہیں کرے گا کیونکہ یہ بدعت ہے

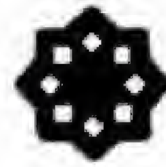
کافر نہ شُدی لذتِ ایماں چہ شناسی


اب وہ ایمان کی لذت سے محروم ہو گیا۔ تو یہ قومی سطح پر آپ کا مسئلہ ہے کہ آپ خیال کے اس سفر پر ہیں جہاں نہ اِدھر جا سکتے ہیں اور نہ اُدھر جا سکتے ہیں۔ اگر آپ ایمان کو سمجھ لیں اور ہمت کر کے نکل جائیں' پھر دیکھیں کہ بات کیا ہے قصہ کیا ہے۔ پھر پتہ چلے گا کہ آپ نے سب چیزیں Inherit کی ہیں۔ اگر یہ دیکھنا ہو کہ روحانیت والے بزرگ کون ہیں تو پہلے کس کا نام آئے گا؟ کسی گزرے ہوئے کا نام آئے گا' ذہن میں کوئی آستانہ آئے گا' داتا صاحب" خواجہ صاحب" بابا صاحب" ____ یہی نام آئیں گے۔ پھر بغداد شریف کا نام آئے گا۔ عراق کا نام آئے گا' ایران کا نام آئے گا ____ تو ان سارے بزرگوں

کے نام آئیں گے۔ اگر اسلام کے مفکروں کے بارے میں سوچیں گے تو دو چار گزرے ہوئے نام آئیں گے۔ پھر اسلام کے سپہ سالاروں کے نام میں محمد بن قاسم کا نام آئے گا۔ آج کل تو سولہ سال کے بچے کو موٹر سائیکل کا لائسنس نہیں ملتا اور ان کو سولہ سال تک تو آپ نے شعور ہی نہیں دیا اور وہ سولہ سال کا بچہ فاتح کے طور پر آ گیا۔ اس نے کیا کِیا تھا؟ چند مسلمان عورتوں کے ساتھ نامناسب واقعہ ہوا اور وہ جلالتِ خداوندی بن کے آ گیا' سپاہیوں کو لے آیا۔ اور اب مسلمان ہی مسلمان عورتوں سے وہ واقعہ کریں تو؟ تمہاری غیرت خاموش ہو جائے گی۔ اب محمد بن قاسم کوئی نہیں بنے گا۔ کیونکہ مسلمانوں نے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے۔ اس لیے اب محمد بن قاسم پیدا نہیں ہو گا۔ ہندو تنگ کرے تو محمد بن قاسم پیدا ہو جاتا ہے اور مسلمان تنگ کرے تو محمد بن قاسم پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ باتیں ذرا مشکل ہیں۔ ان کو آپ چھوڑ دو۔ بھول جاؤ۔ آج کی اتنی بات یاد رکھو کہ اللہ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر کرے' اور یہ سوچنے کی مہلت بھی ملنی چاہیے کہ بات کیا ہے' اسلام کا سفر تھا کیا' اسلام کا قافلہ کدھر کو چلا' خیال کیسے چلا تھا۔ اب آپ صرف قدامت پسند لوگ ہیں' روایت پرست لوگ ہیں' ماضی پرست لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مستقبل کو محفوظ فرمائے۔ یہ تو ہے کہ آپ کو صحیح ماضی تو یاد ہے' اس لیے آپ گمراہ نہیں ہو سکتے۔ ماضی نے آپ کو ایک بڑا فائدہ دیا ہے' ماضی نے آپ کو ایک Norm دیا ہے کہ یہ صحیح مقامات ہیں۔ اس بات کو چھوڑ دو کہ اب آستانوں میں کیا ہو رہا ہے' جہاں آستانے بنے ہوئے ہیں وہ آستانے اس خیال کے سفرنامے ہیں کہ یہاں سے وہ خیال گزرا ہے۔ تو جہاں جہاں سے

خیال گزرا وہ راستے جگمگا رہے ہیں یعنی جہاں سے صحیح خیال گزرا تھا۔ بس اتنی بات ہے۔ اب اس خیال کے آستانے پر کیا ہو رہا ہے' یہ چھوڑ دو۔ یہ دیکھو کہ یہاں سے وہ گزرا ہے' تو آپ کو سفر کی نشان دہی ہوتی جا رہی ہے۔ اگر آپ اس مقام کے مسافر ہو تو یہاں سے گزرو' نہیں ہو تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ کوئی تو مسافر آئے گا اس سفر پر۔ آنا چاہیے۔ اور آپ لوگوں میں سے ہونا چاہیے۔ اور آپ لوگ تو شیطان اور نفسِ امّارہ تک رکے ہوئے ہو۔ شیطان کا ذکر چھوڑو' وہ آپ کو کچھ نہیں کہتا۔ اسے فارغ کر دو۔ اپنے لیے اور سب کے لیے دعا کرو۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہ حبیبنا و شفعینا سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین ــــــ برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔




۴

سوالات

1 کیا ولی اللہ غیب کا علم جانتے ہیں؟

2 بعض بزرگ اپنی قبر پہلے بنا لیتے ہیں' ان کو غیب کا کیسے پتہ چل جاتا ہے؟

3 کیا ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ ہم مرنے والے ہیں؟

4 کیا یہ علم عطا ہوتا ہے؟

5 ہم خواہشات سے بچنے کے لیے کیا وظیفہ پڑھا کریں؟

6 چھوٹی خواہش سے بڑی خواہش کی طرف جانے کا سمجھ نہیں آیا۔

سوال:

کیا ولی اللہ غیب کا علم جانتے ہیں؟

جواب:

جو آپ کو معلوم ہو گیا وہ آپ کا علم ہے اور جو آپ سے رہ گیا وہ لاعلمی ہے۔ بزرگ یہ بتاتے ہیں کہ علم سے زیادہ لاعلمی ہوتی ہے۔ کسی پیغمبر نے آج تک یہ نہیں کہا کہ میں نے جان لیا۔ سب نے یہی فرمایا کہ ہم نہیں جان سکتے۔ گویا کہ معرفتِ الٰہی کا آخری فقرہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ پوچھا گیا کہ کیا پہچانا ہے؟ کہنے لگے کہ ہم اس کو نہیں پہچان سکتے۔ پھر یہ کہا کہ ہم نے اللہ کو جان لیا۔ پوچھا گیا کہ کیا جان گئے آپ؟ کہنے لگے کہ ہم اس کو نہیں جان سکتے۔ اللہ تعالیٰ ایک ذات ہے اور آپ ذات کی لامحدودیت کا اندازہ لگائیں کہ اس ذات کی صفات لامحدود ہیں اور ہر صفت کی تفسیر لامحدود ہے اور ہر دور میں وہ صفت لامحدود رُخ پہ نکل جاتی ہے' انسان کی زندگی محدود ہے۔ تو لامحدود ذات کی لامحدود صفات کا کوئی ایک حصہ بھی اپنی محدود زندگی میں آپ نہیں جان سکتے۔ یہ تو آپ کا کُل علم ہے اور جو علم آپ سے بچ گیا' آپ سے دُور ہے' وہ بے شمار ہے۔ تاریخ کے بے شمار واقعات ایسے ہیں جو جاننے والے جانتے ہیں لیکن

جاننے والوں کی جانی ہوئی بات کے علاوہ بھی بے شمار واقعات بچ جاتے ہیں۔ یہاں سے اللہ کی Domain' حد شروع ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت کچھ عطا کرنے کے بعد بھی اپنی الٰہیات میں داخل نہیں ہونے دیا۔تو اللہ جو ہے وہ اللہ ہے! اس نے کہا اس کو ربوبیت میں شامل کرلو مثلاً بارش کا بھی ربوبیت کا سا کام ہے' بارش بھی رزق دیتی ہے' پیسہ دیتی ہے' مال دیتی ہے۔اسی طرح اس نے رحیم بھی بنایا ہے' متوکل بھی بنایا ہے مگر الٰہیات میں کسی کا دخل نہیں۔انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار علم عطا فرما دیا لیکن معبود نہیں بننے دیا اور وہاں شرک کی حد لگا دی لا تشرک باللہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معبود نہ بناؤ اور یہ بھی مطلب ہے کہ خود بھی معبود نہ بنو۔تو شرک کا یہ نیا رُخ بھی دیکھتے جاؤ کہ کسی کو معبود نہ بناؤ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم خود بھی معبود نہ بن جانا کہ لوگوں کو اپنے سجدے کا حکم دے دو۔گویا کہ غیب کا سارا علم اس کو ہوتا ہے جس کی عبادت کی جائے اور تمہاری عبادت کبھی نہیں کی جاتی۔وہ عبادت جو انسان چاہتا ہے اس کے پاس اتنا علم نہیں ہوتا کہ اُسے پتہ چلے کہ موسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟ جو یہ کہتا ہے کہ انا ربکم الاعلیٰ فرعون کہتا ہے کہ میں تمہارا رب عظیم ہوں' میری اطاعت کرو' میرا ادب کرو' میری پوجا کرو اور اس کا اپنا علم اتنا نہیں کہ وہ بچہ جو موسیٰ بنے گا وہ کون سا ہے اور کون سا بچہ مارنے والا ہے اور کون سا بچہ بچانے والا ہے۔اس نے بہت سارے بچے مار دیئے اور جس کو مارنا تھا وہ بچہ بچ گیا۔گویا کہ اس کے پاس علم نہیں تھا۔انسان جب بھی رب بنا اس کے پاس علم نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ جب معبود بنا تو وہ ایسا معبود ہے جس کو سب کچھ معلوم ہے کیونکہ وہ علم کا خالق ہے۔اگر آپ اس

لمحے میں تمام علوم سے آشنا ہو جائیں اور یہ کہیں کہ میں علم جان گیا تو عین اس لمحے میں نیا علم پیدا ہو چکا ہوگا' نئی بستیاں وجود میں آ چکی ہوں گی' نئے زمانے تخلیق ہو چکے ہوں گے' نیا آرڈر Issue ہو گیا ہوگا۔ پھر جب وہ کہے گا کہ میں جان گیا کہ فلاں بستی موجود ہے تو پتہ چلے گا کہ وہ بستی تو غرق بھی ہو گئی۔ گویا کہ آپ کے علم میں آنا اور علم کے اظہار میں آنے کے درمیان کے فاصلے میں بے شمار علوم پیدا ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے انسان کا علم محدود ہی رہے گا۔ انسان کا غیب' غیب ہی رہے گا' عالم الغیب اللہ ہی رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سفر میں انسان جانتا چلا جاتا ہے۔ حضور پاک ﷺ پر سارے زمانے آشکار ہو گئے' سارے واقعات ہو گئے کیونکہ وہ معبود کے محبوب ہیں' لہٰذا ان کو معلوم ہے لیکن خود حضور پاک ﷺ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں سب جانتا ہوں بلکہ انہوں نے فرمایا کہ میں انسان ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ جب آپؐ نے یہ فرما دیا کہ مجھ پر وحی آتی ہے تو سارا مسئلہ حل فرما دیا کہ جب وحی آئے تو علم ہے اور وحی نہ آئے تو علم نہیں ہے۔ تو وحی آپؐ کے علم کا ذریعہ ہے جو Fresh آتی ہے' تازہ ہوتی ہے' آتی اللہ کریم سے ہے اور بہت آتی ہے۔ جب وحی نہ آئے تو آپؐ بولتے نہیں۔ لہٰذا وہ علم جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے اندر نہیں بھیجا وہ علم آشکار نہیں ہوتا اور اس طرح علم آشکار نہ ہونا اُن کی شان میں کوئی کمی نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک رُخ ہے۔ مثلاً قہار کا جو اسم ہے اس سے کبھی آپ نے محبت کی؟ اس سے آپ محبت نہیں کر سکتے۔ محبت کرنے والا عام طور پر مٹھاس میں ہوتا ہے' محبوب آ جائے تو طبیعت میں ویسے ہی مٹھاس آ جاتی ہے' اللہ کریم محبت کرنے والا ہے اور آپ ﷺ محبوب خود

ہیں، نُور ہیں، جلوہ ہیں۔ لیکن اللہ قہار بھی ہے۔ اب قہار کی جو صفت ہے یہ محبوب کے سامنے استعمال نہیں ہو گی۔ تو قہار اور جبار کی صفت کا اظہار محبوب کے سامنے نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مذلِ عظیم بھی ہے، زوال دینے والا بھی ہے، عزت دینے والا اور ذلت دینے والا بھی ہے۔ اب ان صفات کا وہ اپنے محبوب ﷺ کے سامنے اظہار نہیں کرے گا بلکہ اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ میں آپؐ کو عام انسانوں سے اُٹھا کے ورفعنالک ذکرک آپؐ کا ذکر بلند کر دیا، آپ کو عزت دے دی۔ تو وہ محبوب ﷺ کو قہار والا علم نہیں دے گا۔ تو وہ اللہ، محبت کرتا ہے، آپؐ پر سلام بھی بھیجتا ہے اور باغی کو اُڑا کے رکھ دیتا ہے۔ اب یہ آپ کو سمجھ نہیں آئے گی کہ وہ کیسے اُڑا کے رکھ دیتا ہے۔ تو بے شمار علوم ہیں جو اللہ تعالیٰ بندوں کو نہیں دیتا۔ ایک دفعہ اللہ نے اپنے ایک پیغمبر کو علم دے دیا کہ بستی پر عذاب آنے والا ہے، انہوں نے لوگوں کو بتا دیا، وہ لوگ ڈر گئے لیکن پھر عذاب نہیں آیا۔ لوگوں نے پیغمبر سے کہا کہ یہ کیا کہ آپ کی زبان سے صداقت کے علاوہ کچھ نکل گیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے آگے گِلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے جو کہا تھا وہ ٹھیک تھا لیکن پھر ارادہ بدل لیا، اب یہ میری بادشاہت ہے کہ میں نے کسی کی دعا کی وجہ سے وہ عذاب ٹال دیا، تم مجھ سے Question کرنے کی بجائے یہ پڑھو کہ لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین ۔ تو اللہ کا اپنا علم ہے۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ ۔

اک مہرہ ناچیز ہے چھوٹا سا پیادہ
فرضی سے بھی پوشیدہ ہے شاطر کا ارادہ

تو جو یہ پیدل چل رہا ہے' پیادہ ہے' یہ کیا جانے' یہ تو قصہ ہی الگ ہے۔ تو وہ تو مالک ہے' اس نے کائنات کے ساتھ کیا کرنا ہے یہ کسی کو پتہ نہیں' کس بستی کے ساتھ کیا ہونے والا ہے یہ پتہ نہیں۔ ولی اللہ کو کہہ دیا جاتا ہے کہ آپ وہاں تبلیغ کے لیے چلے جائیں۔ وہاں کیا ہونا ہے؟ No body knows کسی کو پتہ نہیں۔ ولی اللہ تو حضور پاک ﷺ کی خاکِ پا ہوتے ہیں' آپ اس بات پہ زور دینا چھوڑ دیں کہ انسان پر غیب کا علم کتنا آشکار ہے اور حضور پاک ﷺ کتنا جانتے ہیں۔ آپ کیا چیز نہیں جانتے ہوں گے لیکن جو حضور پاک ﷺ نے خود نہیں کہا وہ تم کیوں کہتے ہو۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ حضور پاک ﷺ خود وہی ہیں' تو کیا حضور پاک ﷺ نے کہا ہے کہ میں وہ ہوں۔ کیا حضور پاک ﷺ نے اذان سے پہلے درود شریف پڑھا؟ تم کہاں سے لے آئے ہو۔ جو اسلام میں مقرر ہو گیا ہے تم اس کے علاوہ کیا کرتے ہو' اپنے جذبات میں اسلام کو رنگے جا رہے ہو۔ تمہارے اپنے محبت کے جذبات ہیں اور یہ کہے جا رہے ہو کہ وہ وہی ہیں۔ اور یہ اس طرح بھی بیان کرتے ہیں کہ معراج شریف کی رات حضور پاک ﷺ اللہ کے پاس تشریف لے گئے اور آمنے سامنے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے محبوب حکم کر اب کیا چاہیے۔ تو وہ یہ بیان اپنی محبت میں دے گیا مگر اللہ تعالیٰ سے تو سب درخواست کرتے ہیں۔ اس لیے آپ لوگ جو اولیاء اللہ سے محبت کرنے والے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے مقام اور اس کی عظمت کا بہت خیال رکھا کریں۔

اسی طرح ایک قوم ہے نصیری' وہ مولا علیؑ کو رب مانتے ہیں مگر کیا مولا علیؑ نے کبھی کہا کہ میں رب ہوں۔ کیا مولا علیؑ نے نماز ادا کی ہے' سجدہ ادا کیا ہے؟ تو

اگر وہ خود رب ہیں تو پھر کس کا سجدہ ادا کر رہے ہیں؟ تو جس نے اپنے بارے میں یہ نہیں کہا کہ میں رب ہوں تو آپ اس کو رب نہ بنائیں۔ داتا صاحبؒ نے اپنی زندگی میں جو کام نہیں کیے وہ تم ضرور کرتے ہو، جس بات سے انہوں نے منع کیا تم وہی کرو گے، اگر انہوں نے کہا تھا کہ میری قبر کو سجدہ نہ کرنا تو آپ ضرور سجدہ کرو گے۔ انہوں نے کہا تھا کہ سجدہ صرف اللہ کا کرنا، کسی اور کا نہ کرنا اور آپ یہ کہو گے کہ واہ کیا اچھی بات بتائی ہے کہ صرف اللہ کا سجدہ کرنا ہے، اتنی اچھی بات بتانے پر آپ کو ہمارا سجدہ ______ تو جو حکم ماننے والے ہیں وہ کبھی ایسا مسئلہ بیان نہیں کرتے جس مسئلے سے کوئی فرق پڑ جائے۔ تو حضور پاک ﷺ کا مقام اس طرح رہنے دو کہ جہاں حضور پاک ﷺ کے مقام اور اللہ کے مقام میں فرق مٹنے لگ جائے تو وہاں سے بچ جاؤ۔ دونوں ذاتوں کا حکم یہی ہے۔ اللہ کا حکم یہ ہے کہ بندے کا مقام بندے تک رکھو اور حضور پاک ﷺ کا حکم یہ ہے کہ اللہ کا مقام پہچانو۔ یہ دونوں مقامات Confuse نہ کرنا، محبت میں بھی نہ کرنا، یہ نہ کہنا کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ جب یہ کہو گے تو غلط ہے۔ کہنا وہی کچھ ہے جو کہنا ہے، جو فرمایا گیا ہے، جو بتایا گیا ہے کہ جس کی عبادت حضور پاک ﷺ کر رہے ہیں وہی اللہ ہے اور جس سے اللہ محبت کر رہا ہے وہ حضور پاک ﷺ ہیں۔ اس طرح یہ دونوں مقامات کبھی کنفیوز نہیں ہوں گے۔ اللہ آج بھی حیّ و قیوم ہے اور حضور پاک ﷺ پر ایک دور کے بعد دوسرا دور شروع ہو گیا۔ آپؐ زندہ ہیں، یہ بالکل بجا ہے، مگر اس حالت میں نہیں جس حالت میں تھے، گرچہ اس سے بہتر حالت ہے، ظاہر بھی ہیں، چھپے ہوئے بھی ہیں مگر وہ بات نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بات ہے تو پھر یہ

آستانہ کیا ہے؟ اور اگر آستانہ ہے تو پھر وہ بات کیا ہے۔ اس لیے Common Sense کی بات کیا کرو۔ تو یہ ایسی بات ہے کہ جس کی تفصیل بتانا بھی گستاخی ہو جاتی ہے اور قبول کرنا بھی گستاخی ہو جاتی ہے۔ اس بات کے ذکر سے بچ جایا کرو۔ اگر کوئی کہے کہ کیا داتا صاحبؒ ہیں؟ بالکل ہیں۔ کیا آج کل بھی ہیں؟ ضرور ہیں۔ جو داتا صاحبؒ کو "ہیں" سمجھتے ہیں وہ داتا صاحبؒ کے آستانے پر نہیں جاتے' جو مولا علیؑ کو زندہ سمجھتے ہیں وہ پھر مولا علیؑ کے آستانے پر نہیں جائیں گے' جو امام عالی مقامؑ کو زندہ سمجھتے ہیں یا زندہ دیکھا ہوا ہے' اُن کے لیے کربلا کیا ہے۔ گویا کہ یہ مشاہدات کے فرق ہیں' جس پر جتنا آشکار ہوا اتنا صحیح ہے۔ باقی سب وہی ہے جو شریعت ہے۔ آگے پردہ ہے۔ آگے کوئی بول نہیں سکتا کہ یہ نام کیا ہے' یہ واقعہ کیا ہے؟ اللہ کی ذات اور حضور اکرم ﷺ کی ذات کے درمیان فرق کیا ہے؟ یہ ہے میم کا پردہ۔ جب کسی اور نے بیان نہیں کیا تو تم کیا بیان کرو گے۔ اللہ تعالیٰ حضور پاک ﷺ سے محبت فرماتے ہیں لیکن عبادت کرواتے ہیں۔ اللہ نے کہا کہ نماز پڑھیں' کھائیں پئیں' فاقہ بھی رکھیں اور آپؐ پر ہم درود بھیج رہے ہیں۔ تو آپؐ پر درود آ رہا ہے' کلامِ پاک آ رہا ہے' کلام پاک میں ذکر آ رہا ہے' محبت آ رہی ہے' سب سے اعلیٰ ذکر آ رہا ہے کہ ورفعنالک ذکرک تو تا قیامت ذکر آ رہا ہے ____ یہ راز ہے۔ اب یہ نہ کہنا کہ وہ سارا غیب جانتے ہیں' اللہ نے کلامِ پاک میں کہا ہے کہ غیب میرے پاس ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا تو غیب ہے ہی نہیں۔ "غیب" تو ایک لفظ ہے۔ جب مشاہدے میں بات آ گئی تو پھر وہ غیب نہیں رہے گا کہ جو شخص یہ کہہ رہا ہے کہ وہ

غیب جاننے والا ہے تو وہ آدمی جھگڑالو ہے' وہ فساد مچا رہا ہے۔ مثلاً آپ نے سورج کو دیکھ لیا' چاند ستارے دیکھ لیے تو کیا آپ ان سے آشنا ہو گئے؟ یہ سارا غیب ہے' سارا حاضر ہی غیب ہے' جس ستارے کو آپ ستارہ سمجھ رہے ہیں وہ دراصل کچھ اور ہے' چاند کو آپ جو کچھ سمجھ رہے ہیں وہ اندر سے کچھ اور ہے' اسے روشن سمجھ رہے ہیں تو یہ روشنی نہیں ہے۔ گویا کہ حاضر بھی تمہارا غیب ہے' تو تم اصل غیب کیسے جانو گے۔ تو تمہیں پتہ ہی نہیں کہ یہ سب کیا ہے' جس کو تم دیکھ رہے ہو تم اس کو بھی نہیں دیکھ رہے ہو۔ دیوار کے پرے کیا ہے' یہ کیسے پتہ چلے۔ ولی اللہ تلوار کے نیچے کلمہ پڑھ سکتا ہے لیکن وہ تلوار کو نہیں دیکھتا۔ اگر تلوار کو چلنے سے پہلے دیکھا تو پھر تو شہادت کا مقام اس نے خراب کر لیا' شہادت کا مطلب یہ ہے کہ موت کو موت سمجھا جائے اور پھر کلمہ پڑھا جائے۔ اگر یہ پتہ چل جائے کہ شہادت کے پیچھے اللہ کی محبت آ رہی ہے تو پھر یہ اور واقعہ بن جاتا ہے ______ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ اس لیے یہ بڑا خیال رکھنا۔ آپ نے یہ صحیح سُنا ہے کہ ولی اللہ غیب کو جانتے ہیں مگر جب یہ بات کہو گے تو غلط ہو جائے گی۔ جب آپ پوچھو گے کہ کیا وہ غیب کو جانتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ غیب نہیں جانتے تھے' سمجھو گے تو پھر سمجھتے جاؤ۔ بے شمار علوم ایسے ہیں جن کا پتہ نہیں ہے۔ کسی ولی اللہ سے اگر کیمسٹری کا سوال حل کراؤ گے تو میرا خیال ہے مشکل ہو جائے گا۔ جس ولی اللہ نے روحانی تعلیم حاصل کی ہے اُس سے اگر کہو گے کہ آئن سٹائن کی تھیوری ہمیں سمجھا دیں تو یہ کیسے ہو گا۔ تو وہاں یہ علم نہیں ہو گا۔ سائنس والے کے پاس آرٹس کا علم نہیں ہو گا' آرٹس والوں کے پاس سائنس کا علم نہیں ہو گا' میتھ

والے کو کیمسٹری کا پتہ نہیں ہوگا' کیمسٹری والے کو اور علم نہیں آتا ہوگا۔ بعض اوقات کسی ولی اللہ کو شعر کا پتہ نہیں ہوگا۔ کچھ ولی اللہ اظہار میں آتے ہیں اور کچھ اظہار میں نہیں آتے۔ اُردو جاننے والا ولی اللہ انگریزی میں تقریر نہیں کرتا' فارسی والا ولی اللہ پنجابی میں تقریر نہیں کرے گا۔ یہ ادب کا مقام ہے۔ اللہ کی خوبی یہ ہے کہ اللہ کے دوست ہر زمانے میں اور ہر زبان میں ہوتے ہیں' وہ اتنے پہ راضی ہوتے ہیں جتنے پہ وہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں اور جاننے کی ضرورت ہی نہیں ہے' جب اللہ کو جان لیا تو سب کچھ جان لیا' جب مالک سے آشنائی ہوگئی تو پھر مخلوق کیا ہے۔ یہ جھگڑا مخلوق آپس میں کرتی رہتی ہے کہ کس کے پاس کیا ہے' علم کتنا ہے۔ اس لیے علم کے بارے میں بحث مت کرنا۔ اللہ بہرحال اللہ ہے۔ اللہ حادث نہیں ہے۔ اللہ ہمیشہ رہنے والا ہے' وہ ہر آغاز سے پہلے تھا' ہر انجام کے بعد ہوگا' جوں کا توں' جیسے کا جیسا' نہ اس میں کمی آئے گی اور نہ اس میں بیشی آئے گی' وہ مالک ہے ہمیشہ سے ہمیشہ تک۔ اس کا ''تک'' ہے ہی نہیں۔ انسان کی ایک تاریخ پیدائش ہوتی ہے اور ایک تاریخِ وصال ہوتی ہے۔ تاریخِ پیدائش اور تاریخ وصال رکھنے والا حی و قیوم کا سارا علم نہیں رکھتا۔ اللہ حی و قیوم ہے اور ہمیشہ ہمیشہ ہے اور انسان حادث ہے۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ حی و قیوم کا سارا علم حادث نے بیان کیا ہے' اللہ کی بات جتنی کہی ہے انسان نے کہی ہے۔ لہٰذا کوئی ایک مقام ایسا ہے جہاں پہ انسان اللہ کے بارے میں بات جانتا ہے۔ لیکن ہمارا ایمان کیا ہونا چاہیے؟ ہمیں جتنا بتایا گیا' اتنا ہی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ پھر ہوا جو ہوا۔ کہا جو کہا' سُنا جو سُنا۔ اب تم کون ہو بولنے والے۔ بس پھر دو قوسین کا فاصلہ رہ

گیا اور اس کے بعد اپنے بندے پر جو ہوا سو ہوا' تمہیں بات سمجھ نہیں آ سکتی۔ اس کے بعد کیا ہے؟ راز ہے۔ راز کو کوئی ایسا آدمی فاش کرنے کی کوشش نہ کرے جو ہم راز نہ ہو' کلامِ الٰہی کی تفسیر کوئی نہ لکھے جب تک اُسے الہامی کلام کے مطلب کا پتہ نہ ہو۔ الہام جو ہے' وحی جو ہے' وہ وحی والا ہی جانتا ہے۔ اس لیے جاننے والوں نے بھی تفسیر نہیں لکھی۔ کلام کا مفہوم کیا ہے یہ اللہ ہی جانے اور تم جو تفسیریں بیان کرتے ہو تمہارا اور ہی مضمون ہے۔ تو مفہوم یا مفاہیم قرآن جو بیان کیے جاتے ہیں وہ اور ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کلام سے کیا کام لے رہا ہے' یہ اللہ کو ہی پتہ ہے۔ تو انسان جو ہے وہ مشیت کے بارے میں خاموش ہی رہے تو بہتر ہے۔ اگر تم ''ادراکِ پیغمبر ﷺ'' پر کتاب لکھو گے تو ہمیشہ غلطی کر جاؤ گے' مار کھاؤ گے' مقامِ نبوت پر کتاب لکھو گے تو مار کھاؤ گے' توحید پر تفسیر لکھو گے تو مار کھاؤ گے ______ تو مقامات کی تفسیر کرنے سے گریز کرو۔ مقامِ نبوت بیان نہیں ہو سکتا' مقامِ الٰہیات بیان نہیں ہو سکتا۔ فرشتے کیا ہوتے ہیں؟ تم یہ علم بیان کرو گے اور حقیقت میں فرشتے اس علم کے علاوہ بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے اس بات سے بچو۔ ولی اللہ اگر غیب کا علم جانتا ہو تب بھی ٹھیک ہے اور نہ جانتا ہو تب بھی ٹھیک ہے۔ ولی اللہ خود یہ کہے گا کہ میں اتنا جانتا ہوں جو میں جانتا ہوں اور جو میں نہیں جانتا وہ میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تین باتیں کوئی نہیں جانتا' یہ کہ کون سی زمین میں اس نے دفن ہونا ہے وما تدری نفس ما بای ارض تموت اور یہ کہ کیا بچہ پیدا ہونے والا ہے اور اس آدمی کو رزق کہاں سے مِلنا ہے۔ پتہ نہیں اُس نے کہاں کا رزق رکھا ہوا ہے' پتہ نہیں کیا ہے۔ اللہ نے

اس کے لیے ایک مخرج رکھا ہوا ہے جس سے خارج ہو کے اُس کے پاس رزق آئے گا۔ مثلاً اللہ کا کوئی فقیر بڑا بھوکا پیاسا بیٹھا ہوا ہے اور کھانا چلتا چلتا کہیں سے چکر لگا کے آئے گا اور اُسے وہ آدمی کہے گا کہ ہم آپ کے لیے چاول لائے ہیں۔ تو اس کے پاس پکا پکایا آ گیا۔ اس لیے ان باتوں کے بارے میں مت پریشان ہوا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا خیال رکھتا ہے۔ جو اللہ کا خیال رکھتا ہے اللہ اس کا خیال رکھتا ہے۔ اللہ علم دیتا ہے۔ پیغمبر کے پاس بڑا علم ہوتا ہے اور پیغمبر ہی ہُد ہُد سے پوچھتا ہے کہ تو کدھر تھا تو ہُد ہُد نے کہا کہ میں کیا بتاؤں کہ ایک اُلگ مخلوق ہے' اس کی ملکہ ہے اور تخت ہے۔ تو آپ غور کریں کہ ہُد ہُد جو ہے یہ علم رکھتا ہے' مزاج کا بھی علم رکھتا ہے کہ میرے مالک کا مزاج کیسا ہے؟ تو یہ ہُد ہُد ہے جو پرندہ ہے۔ تو پھر انہوں نے فرمایا کہ ہے کوئی جو تخت لے آئے' کب تک لا سکتے ہو؟ کسی نے کہا ایک دن' کسی نے کہا دو دن' ایک اور نے کہا کہ جب تک آپ تخت سے اُتریں گے میں لے آؤں گا۔ ایک اور علم والا آ گیا جس کے پاس کتاب کا علم تھا' اس نے کہا یہ لو تخت آ گیا ______ یہ علم لدُنیّ والا بندہ تھا۔ یہ وہ علم ہے کہ آپ اگر دعویٰ کریں گے تو علم ختم ہو جائے گا۔ ایک اور پیغمبر تھے' انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ یا اللہ میں تو پیغمبر ہوں' رسول ہوں' کیا اس بستی میں کوئی اور علم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو سہی' تم اس جگہ چلے جاؤ' وہاں وہ مل جائے گا۔ تو آپ وہاں گئے تو وہاں تلی ہوئی مچھلی زندہ ہو گئی۔ وہ بندہ پہچان گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اور موسیٰ علیہ السلام پہچان گئے کہ یہ وہی بندہ ہے۔ اس بندے نے کہا کہ تیرا میرا جو ساتھ ہے اس میں شرط یہ ہے کہ بولنا نہیں اور بس

چلتے چلو۔ آگے جا کے اس بندے نے ایک کشتی دیکھی اور اسے توڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ کیا کِیا۔ اس نے کہا بولنا نہیں۔ تو وہ بندہ جانتا تھا کہ وہ یہ کیوں کر رہا ہے۔ پھر اس نے ایک جگہ جا کے ایک بچہ قتل کر دیا اور پھر ایک جگہ کسّی' بیلچہ اُٹھا کے دیوار بنانی شروع کر دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہر جگہ سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ آخر میں اس نے کہا کہ تم شریعت کے بندے ہو اور ہم مشیت کی بات کر رہے ہیں۔ میں بات سمجھتا ہوں لیکن ھٰذا فراق بینی و بینک اس کے بعد ہم جدا ہو جائیں گے۔ تو سُنو' کشتی اس لیے توڑی تھی کہ اس غریب شخص سے بادشاہ کے بندے کشتی لے نہ جائیں۔ بچے کو مارنے کی وجہ بھی بتائی۔ دیوار اس لیے بنا دی کہ اس کے نیچے ایک یتیم کا مال تھا' خزانہ تھا' بڑا ہو گا تو اُسے مل جائے گا۔ مدّعا یہ کہ ایک پیغمبر کے پاس وہ علم نہیں تھا جو اس شخص کے پاس تھا۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ وہ والا علم ہے۔ مثنوی لکھنے والے مولانا رومؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور پوچھا کہ تم لوگوں کو کیا بتاتے رہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں علم سکھاتا رہتا ہوں' قرآن' حدیث' فقہ' تفسیر وغیرہ ____ لوگوں کو عالم دین بناتا ہوں۔ اس نے کہا کہ عالم دین کیا ہوتا ہے؟ مولانا نے کہا یہ تم نہیں جانتے' کہتے یہ ہیں کہ انہوں نے مولانا رومؒ کی کتابیں اٹھا کے پانی کے تالاب میں پھینک دیں۔ مولانا بڑا روئے کہ تو نے میری ساری عمر کی کمائی ضائع کر دی ہے' یہ میرے نوٹس تھے' میری کتابیں تھیں ____ مولانا نے بڑا شور مچایا تو اُس آدمی نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔ اس نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور خشک کتابیں باہر نکال دیں۔ مولانا نے کہا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ تم نہیں جانتے ____ تو ساری عمر یہ فرق رہے گا

کہ کچھ تُو جانے گا اور کچھ میں جانوں گا اور کچھ تو نہیں جانے گا اور کچھ ہم نہیں جانیں گے۔اس لیے مکمل علم صرف مکمل ذات کے پاس ہے۔تو مکمل علم کس کے پاس؟ مکمل ذات کے پاس۔اس کے علاوہ کسی کی ذات مکمل نہیں ہوئی۔اور جو نبی کی بات ہے وہ اللہ جانے اور نبی جانیں۔ان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ کہ ہم رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔نبیوں نے اپنے بارے میں جو بتایا تم لوگ اس کے علاوہ نہ بتاؤ۔تم ایسا کرتے ہو۔نہ کیا کرو۔کسی پیغمبر نے یہ نہیں کہا کہ میں اللہ کا سارا راز جانتا ہوں۔انہوں نے کہا کہ ہم یہ عرفان نہیں جانتے' اللہ کی معرفت وہی جانے۔اللہ کے محبوب ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ معرفت کو حق معرفت تک میں نہیں جانتا۔اب تم کیا کہو گے جب کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے یہ فرمادیا۔تم تو انہیں بہت ہی Close کردیتے ہو' کچھ فقیر یا درویش کہتے ہیں کہ ایسے سمجھو جیسے کہ ویلڈ ہو گئے ہوں۔نعوذ باللہ من ذلک۔تو میں ان کی بات کر رہا ہوں جو ایسا بھی کہتے رہتے ہیں۔تو یہ جو باتیں آپ کرتے ہو ان سے بچو اور وہ جو آپ کے سامنے دوسری مسجد والے ہیں وہ تو ویسے ہی نہیں مانتے اور پیغمبر ﷺ کو عام انسان مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرمان ہے انا بشر مثلکم۔وہ اتنے بھی مثلکم نہیں ہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔تم کہتے ہو کہ اللہ کے محبوب ﷺ انسان ہی ہیں' اچھے انسان ہیں۔مگر ان کا نام ہمارا ایمان ہے۔تو یہ بڑا فرق ہے۔اور تمہیں یہ بڑا فرق سمجھ نہیں آ رہا کہ ایک نام جو تمہارا ایمان بنادیا گیا' ایک نام جو تمہارا کلمہ بنادیا گیا' ایک نام جسے ورفعنا لک ذکرک بنادیا گیا اور وہ نام اللہ کا محبوب بن گیا' اور تم اسے عام

انسان سمجھتے ہو۔ تم تو عقل نہیں رکھتے۔ یہ جھگڑا کرنے والا ہے۔ تو یہ جو اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کے نام پر جھگڑا کرنے والے ہیں' دونوں کو دونوں سے آشنائی نہیں ہے۔ ایک گروہ یارسولؐ اللہ کہنے والوں کے خلاف ہے اور دوسرا ان کے خلاف ہے۔ اور آپس میں دونوں کو پتہ نہیں ہے کہ راز کیا ہے۔ تو یہ جھگڑے اب بس کرو۔ پیغمبرؐ کا مقام وہ ہے جو پیغمبرؐ نے بتایا۔ عرفانِ حقیقت اتنی ہے جتنی بزرگوں نے بتائی۔ ولی اللہ کا مقام ولی اللہ جانے ______ اگرچہ بہت کچھ ہو چکا لیکن ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ وہ جو باقی ہونا ہے وہ غیب ہے۔ جو آ گیا ہے وہ علم ہے اور جو باقی بچ گیا وہ غیب ہے۔ ابھی تو آپ شکر کریں کہ آپ کو قبر کے علم کا پتہ نہیں ورنہ آپ سب یوں نہ بیٹھے ہوتے جیسے اب بیٹھے ہیں۔ ابھی تو آپ کو اتنا غیب بھی نہیں پتہ کہ کل آپ کے ساتھ کیا ہونے والا ہے' ماں کے پیٹ کے اندر کا پتہ نہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ تو آپ کے دو غیوب تو یہ ہیں کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ غیب میں ہے اس کا نہیں پتہ' اور جو قبر کے اندر کا غیب ہے اس کا بھی پتہ نہیں۔ آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ آپ کے ابا جان کدھر چلے گئے۔ بچے کدھر سے آ گئے' یہ بھی پتہ نہیں۔ بیٹھے بیٹھے کیسے ماحول بدل گیا' اس کا بھی پتہ نہیں۔ آگے کیا ہونے والا ہے' اس کا بھی پتہ نہیں۔ جوانی کدھر چلی گئی' یہ بھی پتہ نہیں۔ علم کے باوجود غریبی کیوں آ گئی ہے' یہ بھی پتہ نہیں۔ دولت کدھر سے آتی ہے' یہ بھی پتہ نہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ موت کیسے آ جاتی ہے۔ یہ بھی نہیں پتہ کہ رات' دن کیسے بنتی ہے اور دن' رات کیسے بنتا ہے' عزت سے ذلت اور ذلت سے عزت کیسے بنتی ہے۔ تو آپ یہ سب دیکھا کریں' غور کیا کریں۔ پرندے

آپ سے زیادہ غیب جانتے ہیں اور بالکل جانتے ہیں۔ کس طرح؟ زلزلہ اگر آپ کے سر سے گزرے گا تو معلوم ہوگا' مگر پرندہ پندرہ منٹ پہلے شور مچا دے گا' وہ جان لے گا' اپنے گھونسلے سے پرندہ اُڑ جائے گا۔ حالانکہ پرندے کو زلزلے سے فرق نہیں پڑتا مگر اُسے پتہ چل جائے گا کہ آ رہا ہے۔ انہیں طوفان کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ بعض اوقات چیونٹیاں اپنے بل سے باہر نکل آتی ہیں کیونکہ بارش آنے والی ہوتی ہے۔ تو جانور بہت ساری چیزیں جان لیتے ہیں۔ گھوڑا بعض اوقات رات کو بد کنا شروع ہو جاتا ہے۔ کیوں کرتا ہے؟ وہ کوئی چیز دیکھ لیتا ہے' جن کو دیکھ لیتا ہے۔ آپ نہیں دیکھ سکتے۔ تو یہ سارے واقعات ہیں۔ تو وہ غیب کو جان گئے۔ آپ کے اندر دو فرشتے بیٹھے ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے دیکھا؟ آپ کہیں گے کہ ہم مانتے ہیں۔ مگر بات ماننا اور چیز ہے' دیکھنا اور چیز ہے۔ اگر آپ دیکھ لیتے تو جو فرشتہ آپ کی منفی بات کو لکھتا ہے آپ اُسے رشوت دے دیتے تا کہ کچھ نہ لکھے۔ گویا کہ فرشتے آپ نہیں دیکھ سکتے' روح آپ کے ساتھ ہو تو وہ بھی آپ نے نہیں دیکھی۔ نفس آپ کے ساتھ ہے مگر آپ نے نفس نہیں دیکھا۔ زندگی آپ کے ساتھ ہے مگر زندگی آپ نے نہیں دیکھی۔ موت آپ کے ساتھ چل رہی ہے مگر آپ نے موت نہیں دیکھی۔ تو اتنا قریب غیب بھی آپ نے نہیں دیکھا اور جو وہ غیب ہے آپ وہ کیسے دیکھیں گے۔ اس لیے آپ دعا کرو کہ آپ کو جھوٹ بولنے کا موقع نہ ملے۔ کسی کی تعریف کرتے کرتے آپ اُسے اس کے مشن سے غائب نہ کر دیں۔ لوگ تعریفیں کر کے اگلے کو غائب کر دیتے ہیں۔ یا اللہ سب کو مبالغے سے بچا' اُتنی بات کریں جتنی پتہ ہے۔ ہم گواہی نہیں دیتے کہ

کوئی آدمی غیب جانتا ہے۔ اللہ جس پر چاہے جتنا غیب آشکار کر دے۔ جب اللہ اپنے بندے کو آسمانوں کی سیر کراتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو آسمانوں کی سیر کرائی' زمینوں کی سیر کرائی' اپنے دربار کی سیر کرائی' اپنے واقعات کی سیر کرائی تو کیا اللہ آپ ﷺ کو اپنے غیب کی سیر نہیں کرائے گا۔ ضرور کرائے گا۔ مگر جب غیب تم بیان کرو گے تو یہ جھوٹ ہو گا۔ بات سچی ہو سکتی ہے مگر بیان جھوٹ ہے۔ یہ یاد رکھنا۔ یہ تو تم فساد کر رہے ہو' دین میں فساد کر رہے ہو۔

اب آپ اور سوال کرو______پوچھو______

سوال:

بعض بزرگ اپنی قبر پہلے بنا لیتے ہیں' ان کو غیب کا کیسے پتہ چل جاتا ہے؟

جواب:

یہ غیب کی بات نہیں ہے بلکہ یہ ان کا اپنا فیصلہ ہے' یہ ان کی وصیت ہے۔ تو وہ وہیں دفن ہوں گے۔

سوال:

کیا ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ ہم مرنے والے ہیں؟

جواب:

ایک آدمی تھا احسان دانش۔ بڑا مشہور شاعر تھا۔ "جہانِ دانش" بھی لکھی۔ اس نے اپنے گھر میں قبر بنائی تھی۔ وہ ہر روز ایک گھنٹہ وہاں گزارتا تھا' وہاں جا کے لیٹ جاتا' غور کرتا رہتا اور پھر ڈائری پہ لکھتا تھا۔ جس درویش نے جگہ خریدی اُسے استعمال کیا۔ گڑھ مہاراجہ میں سلطان باہوؒ نے جگہ لی تھی۔ اپنے

لیے جگہ رکھ لی تھی۔ گولڑہ شریف میں بھی جگہ علیحدہ رکھ لی گئی۔ اس لیے فقراء اپنی جگہ علیحدہ رکھتے آئے ہیں۔ جہلم میں دیکھ لو گوجر خان میں دیکھ لو۔ گوجر خان میں ایک بزرگ ہیں سائیں کانواں والے کے مرید' محمد حسین صاحبؒ۔ انہوں نے وہاں اپنا روضہ بنا لیا تھا۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں انہوں نے اپنا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ جب ہم وہاں گئے تو یہ دیکھا۔ ہم سے کہنے لگے کہ کیا یہ ٹھیک ہے' کیسا ہے؟ ہم نے کہا کہ یہ نامکمل ہے۔ پوچھا کہ کیسے نامکمل ہے؟ ہم نے کہا کہ اس پہ تاریخِ وصال نہیں لکھی ہوئی۔ تو بابا جی نے کہا کہ تم لکھ دو' جو تاریخ تم لکھو گے ہم اس تاریخ کو مر جائیں گے۔ تو ایسا ہی ہوا______ مدعا یہ کہ بات کا ایسا اثر بھی ہوتا ہے۔ تو فقیر اس طرح جانتا ہے کہ میں نے یہاں دفن ہونا ہے۔ یہ ان کا فیصلہ ہوتا ہے مگر بعض دفعہ مرید ہنگامہ کر دیتے ہیں۔ تو وہ سچا بندہ تھا' سچ بات کر رہا تھا اور مریدوں نے بھی کہا کہ بابا جی کو یہاں ہی دفن کریں گے۔ اب جن مریدوں نے وہ مقبرہ بنایا' وہ اپنے فنڈ سے' خدمت سے اور خونِ جگر سے' تو وہ تو ماننے والے تھے۔ اس لیے یہ غیب کا علم نہیں ہے بلکہ یہ تو حاضر کا علم ہے۔ یہ فیصلے کا علم ہے۔ میں یہ ثابت نہیں کرنا چاہتا کہ وہ غیب کا علم نہیں جانتے تھے بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ جانتے ہیں۔ لیکن آپ کو بات سمجھ نہیں آ رہی۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ جتنا جانتے ہیں اتنا ہی جانتے ہیں۔ جاننے کے بعد بھی بہت سارا علم بچ جاتا ہے۔ جو بات وہ کہتے ہیں اس کو آپ کیا کہیں گے؟ اس کو بھی غیب کہیں گے۔ تو غیب جاننے والے بھی بہت سارا غیب نہیں جان سکتے۔ کیا سمجھے؟ کہ غیب جاننے والے یا غیب جاننے کا دعویٰ کرنے والے اپنے غیب کو جاننے کے

بعد بھی بہت سارا غیب نہیں جانتے۔

سوال:

کیا یہ علم عطا ہوتا ہے؟

جواب:

ہاں یہ عطا ہوتا ہے۔ اللہ جتنا چاہے عطا کر دے۔ اور یہ کون بتائے گا؟ جس کے پاس یہ علم ہو۔ ولی کی بات ولی بتائے گا اور چور کی بات چور۔

اور سوال پوچھو _____ بولو _____ ریاض صاحب بولیں _____ ڈاکٹر صاحب _____ اقبال صاحب _____

میرا خیال ہے آپ لوگ ایک کام کرو۔ شریعت کا جو علم ہے اس کے بارے میں اسی زندگی میں جو کچھ حاصل کرنا ہے وہ کرلو۔ زیادہ وضاحتوں میں نہ پڑنا۔ اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرنا' اس کے تمام بھیجے ہوئے فرشتوں کو ماننا' خالق اور مالک ہونے کی حیثیت سے آپ اللہ کو تسلیم کرو' اس کو اپنا معبود مانتے ہوئے تسلیم کرلو' نماز پڑھا کرو' جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے وہ کیا کرو اور جن سے روکا گیا ہے ان سے دور رہو۔ اللہ کو یاد کرتے رہا کرو۔ جس کو یاد کرو گے وہ ضرور تمہیں یاد کرے گا۔ یہ عقیدہ رکھو کہ جب تم درود شریف پڑھتے ہو تو درود شریف ان کے علم میں ہوتا ہے' انہیں پتہ ہوتا ہے کہ ان پر سلام ہو رہا ہے۔ کلامِ الٰہی بھی پڑھتے جاؤ۔ آپ کی زندگی مختصر سی ہے۔ اس کا بہت سارا عرصہ نیند میں گزر جاتا ہے۔ ساٹھ سال کی عمر میں بیس سال نیند میں گزر جاتے ہیں۔ یوں بھی کہہ لو کہ آدھی زندگی نیند ہے اور آدھی بیداری ہے۔ تو نیند کے زمانے ہوتے ہیں اور جاگنے کے

زمانے بھی۔ اب اس زندگی میں آپ نے کرنا کیا ہے؟ کھانا کماؤ' بچوں کو دو اور زندگی میں مایوس نہ ہونا۔ جیسے جیسے آپ کے خیالات پختہ ہوں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ زندگی میں ٹربل کوئی نہیں آئے گی۔ تو مایوس نہ ہونا۔ اگر حالات مایوس کُن ہوں تو پھر اگلے لمحے میں یہ حالات ختم ہو جائیں گے۔ وہ آدمی جو مایوس زمانوں میں سے پُرعزم ہو کے گزر جاتا ہے اس پر کشادگی آ جاتی ہے۔ میں یہ نسخہ بتا رہا ہوں آپ کو۔ جب سارے ڈرے پڑے ہوں کہ رات کو سیلاب آنے والا ہے' کوئی بم آنے والا ہے' خدانخواستہ کوئی مصیبت آنے والی ہے' تو اس وقت سب مایوس ہوتے ہیں۔ اب اگر ایک آدمی کا یہ عقیدہ ہے کہ میرا رب میرا محافظ ہے' وہ میرا ساتھ دے گا تو وہ مایوس زمانے کو پرعزم ہو کے گزار لے گا۔ تو اس پر کُشادگی ہو جائے گی۔ گویا کہ اس کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اللہ کی رحمت اس شخص کے لیے ہوتی ہے جو مایوس نہ ہو۔ یہ بات پکی یاد رکھنا۔ دین کے معاملے میں جن لوگوں سے رابطہ ہو وہ رابطہ کبھی نہ توڑنا۔ دوستوں کے ساتھ' سنگتوں کے ساتھ' بزرگوں کے ساتھ اور پیروں کے ساتھ بغیر منفعت کی خواہش کے' تعلق نہ توڑنا۔ اس میں کوئی خسارہ ہو یا منفعت ہو' یہ سنگت چلنے دینا۔ دریا کا پانی مل جُل کے سمندر میں چلا جائے گا اور جو سمندر میں نہیں جائے گا وہ قطرہ بن کے یا شبنم بن کے باہر نکل جائے گا۔ اس لیے میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ صرف اچھی سنگت سے آپ فلاح پا جائیں گے۔ صرف اچھی سنگت یعنی کہ پانچ سات ایسے ساتھی اکٹھے ہو جائیں جو کہ ایک اور نیک شعور رکھتے ہوں تو ان کا مل بیٹھنا ہی نیکی ہے۔ تو اپنی سنگت کو نیک بنا لو۔ نیک لوگوں کی سنگت اختیار کرو۔ تو نیک آدمی کی یا

نیک لوگوں کی سنگت فلاح کا باعث ہے۔ یہ یادرکھنا۔اور یہ کہ قبرستان کا Visit ضرور کیا کرو۔ قبرستان ضرور جایا کرو' اپنے بزرگوں کے لیے بھی اور دوسرے بزرگوں کے لیے بھی۔ ہفتے میں ایک آدھ دن کسی بزرگ کی قبر پر ضرور جاؤ' وہاں پانچ دس منٹ بیٹھو۔ یہ آخری منزل کے آخری نشان ہوتے ہیں۔آپ ان کی قبر پر بیٹھا کرو۔کوئی نہ کوئی چیز آپ پر آشکار ہوتی رہے گی۔اور یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ کی رحمت آئی ہے۔ جہاں ایک بار اللہ کی رحمت آئی ہو وہاں اللہ کی رحمت آتی رہتی ہے۔اس لیے نیک مقامات' مقدس مقامات اور نیک مزارات پر جاتے رہا کرو۔آپ بری امامؒ جاؤ اور جا کے بیٹھو' اِدھر اُدھر کی بات نہ کرو' کون آرہا ہے اور کون جارہا ہے یہ نہ دیکھو' صرف بیٹھو اور بیٹھ کے آجاؤ۔عطار کے پاس سے گزرو گے تو خوشبو خود بخود لگ جائے گی یعنی عطر فروش کے قریب جاؤ گے تو خوشبو لگ جائے گی۔اس لیے کسی فقیر کے آستانے پر جانا بھی ایک قسم کا فیض ہے۔ یہ بڑا فیض ہے کہ جسے چاہا در پہ بُلا لیا۔تو آپ در پہ حاضر ہو جاؤ۔ پھر ان کی چاہت خود بخود ملتی رہے گی۔ کسی نیک آدمی کے ساتھ نیکی کرو تو آپ کو عبادت مل جائے گی۔آپ کا آدھے سے زیادہ کام کیا کرایا ہے۔ یہ کیسے ہے؟ اگر کسی آدمی کی خدمت کرلو تو یہ نیکی ہو گئی' کسی نیک کی بات سن لو تو وہ تمہیں راز بتادے گا۔اگر کسی ولی اللہ سے محبت کرلو تو ولی اللہ سے محبت ولی اللہ بنا سکتی ہے۔تو آپ کا سارا کام تو اس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر کہیں قوالی ہو رہی ہے' محفل ہو رہی ہے' نعت ہو رہی ہے اور آپ نے نعت غور سے سُنی تو آپ پر انکشاف ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے یہ سارا واقعہ ایسا بنایا ہے کہ آپ کو بات باہر سے بھی مل جائے گی۔ اگر باہر

سے وہ بات نہ ملے تو پھر اپنے اندر دیکھو۔ باہر کی بات کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ کانوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا علم ملتا ہے۔ آنکھوں کے ذریعے یہ دیکھتے جاؤ کہ کہاں کہاں اللہ کی قدرت ہے' کہاں کہاں اللہ تعالیٰ کے واقعات ہیں' اللہ کے جاننے والے' اللہ کے ماننے والے اور اللہ کے چاہنے والے کہاں کہاں ہیں۔ تو دل میں دیکھو' یا کانوں میں اللہ کی بات سنو یا پھر دنیا کے مقامات کی سیر کرو یعنی سیروا فی الارض کرو۔ ہاں اللہ کے باغیوں کا انجام دیکھو کہ یہ اللہ کے باغی تھے۔ دنیا میں چلو پھرو تو آپ کو اللہ والوں کی بات سمجھ آئے گی۔ یا پھر آنکھیں بند کر کے اور سر نیچا کر کے بیٹھ جاؤ' اللہ خود ہی آپ پر آشکار کر دے گا۔ ان لوگوں سے ضرور بچ جانا جو تمہارے خدا کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اگر حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے پاس بیٹھو گے تو تمہارا ایمان ختم ہو جائے گا۔ ان کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے لیکن تمہیں پکڑ لیا جائے گا۔ یہ بات یاد رکھنا۔ اس لیے ان لوگوں سے ضرور بچو جو کسی بزرگ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ تو آپ آرام سے چلتے جاؤ اور اپنی سنگت کا خیال رکھو۔ بُری سنگت آپ کے ساتھ نہ آنے پائے۔ اس سے بچو۔ پھر سارا کام ٹھیک ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اسم میں سے کوئی اسم آپ پڑھتے جاؤ' اسمائے ربانی میں سے کوئی بھی۔ یہ سارے کا سارا وظیفہ ہے۔

کوئی اور بات پوچھنی ہو تو بولو_____پوچھو_____

سوال:

ہم خواہشات سے بچنے کے لیے کیا وظیفہ پڑھا کریں؟

جواب:

خواہشات کے حصار سے بچنے کے لیے کسی کا جمال چاہیے یا کوئی جمیل چاہیے۔ خوب صورتی ایسی چیز ہے اور حسنِ خیال ایسی چیز ہے کہ اگر یہ اپنی طرف مائل کر دے تو پھر انسان سب بھول جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے کدھر جانا تھا اور چلا کدھر گیا ۔

منم محوِ خیالِ اُو نمی دانم کجا رفتم

ہم نے جانا کہاں تھا اور چلے کہاں سے کہاں گئے۔ پتنگ کے پیچھے بھاگتے بھاگتے انسان کہاں پہنچ جاتا ہے۔ بچے تتلیاں پکڑتے ہوئے راستہ بھول جاتے ہیں۔ کوئی خیال' خوبصورت خیال جب چھا جائے' Heavy خیال آ جائے تو وہ آپ کو بچا لے گا ورنہ بہت مشکل ہے۔ میں نے لوگوں کو ذکر میں محو ہوتے دیکھا ہے' اللہ ھو کرتے رہتے ہیں اور آخر میں جاتے جاتے کوئی سوال' کسی خواہش کا سوال کر دیتے ہیں۔ مثلاً ذکر کی محفل ہے' اللہ ھو کا ذکر ہے' بڑی کیفیات طاری ہو گئیں۔ آخر میں دعا کراتے ہیں کہ مہربانی کریں میرے بچے کی ترقی ہو جائے۔ ایک اور کہتا ہے کہ میرے لیے دعا کریں کہ میرے مسائل حل ہو جائیں۔ تو اتنا بڑا ذکر کرنے کے بعد' اللہ کے گھر کے اندر پہنچ جانے کے بعد اگر دنیا مانگ کے واپس چلے جاؤ تو پھر تو تمہارا خدا ہی حافظ ہے۔ تو خواہشات سے بچنے کا ایسا کوئی طریقہ نہیں۔ طریقے سے نہیں بچ سکتے بلکہ خواہشات سے خواہشات ہی بچاتی ہیں۔ اگر بچہ رو رہا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے درد ہے تو اسے زور سے کوئی تھپڑ لگا دے تو وہ درد کو بھول جائے گا اور تھپڑ کے درد کو یاد رکھے گا۔ اس لیے خواہشات سے

کون بچائے گا؟ خواہشات ہی بچائیں گی ۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے

جب کوئی بڑا طوفان آئے گا تو چھوٹے طوفان تجھے بھول جائیں گے۔ اگر کسی بڑی خواہش کا بھانبھڑ مچ جائے گا' الاؤ دہک جائے گا تو سب چھوٹی خواہشیں جل جائیں گی۔ پھر دال چپاتی کا جھگڑا ختم ہو جائے گا کیونکہ اب اور مسئلہ پڑ گیا ہے۔ کہتا ہے اب تو کوئی اور ہی قصہ ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب پتہ ہے کہ کیا ہے؟ کہ اب بڑی خواہش آ گئی ہے یہ بڑی بات ہو گئی ہے' بڑا درد جاگ اُٹھا ہے۔ تو خواہش سے کون بچائے گا؟ اس سے بڑی خواہش بچائے گی۔ بڑی خواہش جو ہے وہ چھوٹی خواہش سے بچاتی ہے۔ دعا کرو کہ آپ کو کوئی بڑی خواہش مل جائے۔ بڑی خواہش کیا ہے؟ اللہ کی خواہش اور اللہ کے محبوب ﷺ کی خواہش۔ یہ بڑی عجب بات ہے کہ اللہ کے پاس جائیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے محبوب سے محبت کرو اور اللہ کے محبوب ﷺ کے پاس جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ سے محبت کرو۔ ان دونوں کے درمیان جو بندہ رہتا ہے تو صحیح رہتا ہے۔ یہی تو کلمہ ہے۔ زمین سے صدا آسمان کی طرف جاتی ہے کہ لا الٰہ الا اللہ اور اللہ کے پاس سے صدا آتی ہے کہ محمد رسول اللہ ____ تو کلمہ مکمل ہو جاتا ہے۔ تو زمین پر کلمہ ہے لا الہ الا اللہ اور آسمان پر ہے محمد رسول اللہ۔ اس طرح بات سمجھ آ جاتی ہے ____ اور کوئی سوال ____

سوال:

چھوٹی خواہش سے بڑی خواہش کی طرف جانے کا سمجھ نہیں آیا۔

جواب:

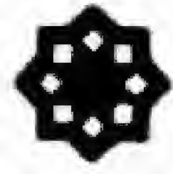
یہ تو عطا کی بات ہے۔ جب وہ مہربان ہو جاتا ہے تو سب خواہشات ٹوٹ جاتی ہیں۔ آپ اچھی سنگت رکھو۔ پھر شاید وہ آ جائے۔ جب رنگ بکھرتا ہے تو ایک قطرہ آپ پر بھی آ سکتا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ رہو جن پر رحمت کی بارشیں ہوتی ہیں' تو ایک آدھا قطرہ آپ پر آ جائے گا۔ اس لیے ایسا واقعہ ہو سکتا ہے۔ کوئی نہ کوئی بات ہو سکتی ہے۔ تو آپ ان لوگوں کے ساتھ رہیں' ان لوگوں کے ساتھ صحبت رکھیں جن لوگوں کے ساتھ رہنے سے بہت ساری باتیں ہونا ممکن ہے۔ مثلاً یہاں پر ہم محفل کرتے ہیں' ایک گھنٹہ بیٹھتے ہیں تو اس ایک گھنٹے میں آپ پر کوئی خواہش حاوی نہیں ہو سکتی۔ کسی کو کوئی کام ہو گا' کسی کو کہیں جانا ہو گا مگر سب کہیں گے کہ چلنے دو' جو ہو گا وہ دیکھا جائے گا۔ اتنی دیر کے اندر خواہش نہیں آئے گی۔ یہ سنگت کا فیض ہے۔ اگر آپ ایسی سنگت جاری رکھیں تو آہستہ آہستہ خواہشیں ختم ہوتی جائیں گی۔ تو آپ اللہ کا فضل مانگیں اور اس کا رحم مانگیں۔ انتظار کرو' گھبراہٹ کے زمانے سے نکل آؤ' فیض کا انتظار کرو' خاموشی سے انتظار کرو' اچھے وقت کا انتظار اچھے وقت کا آغاز ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ اللہ کی رحمت کا انتظار جو ہے وہی اللہ کی رحمت ہے۔ تو اللہ کی رحمت کیسے ہوتی ہے؟ جس پر اللہ کی رحمت ہو گئی اس کو اللہ کی رحمت کا انتظار مل جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے______

اور کوئی بولے گا______ حافظ خوشی محمد بولے گا؟ پوچھو______

اگر اور کوئی سوال نہیں ہے تو پھر آپ دعا کرو______ آپ کی ذاتی زندگی پر اللہ

تعالیٰ فضل کرے۔ملک پر اللہ تعالیٰ احسان فرمائے۔کشمیر کے مسائل حل کرے۔
اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرے۔یا اللہ مہربانی فرما کے قوم میں اتحاد پیدا
کر دے اور قوم کو صحیح معنوں میں مسلمان بنا دے۔ایک واحد اسلام پر سارے کے
سارے متفق ہو جائیں۔یا اللہ ان سب کا متفقہ لائحہ عمل بنا دے۔یا اللہ اس قوم کو
متفقہ امیرِ ملت عطا فرما تا کہ یہ قوم اپنے مسائل سے آزاد ہو جائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ
اجمعین ــــــ امین ــــــ برحمتک یا ارحم الرّاحمین۔



5

سوالات

1 محبت عطا ہے تو پھر عمل کا کیا مقام ہے؟

2 ''کن فیکون کیتوئی جس ویلھے اَسی وی کولے ہا سے'' بلھے شاہؒ کے اس مصرعے سے کیا مراد ہے؟

3 محبت جو ہے یہ عطائی چیز ہے پھر یہ جو صوفیاء کے ہاں رواج ہے یا رسمیں ہیں محبت کو بڑھانے کے لیے' تو پھر یہ کیا ہیں؟

4 ایک حدیث شریف ہے کہ ایک گھڑی کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ تو یہ تفکر کیا چیز ہے؟

اگر بعض اوقات کسی علاقے میں کوئی علاج پیدا ہونا ہو تو سمجھ لو کہ بیماری بھی پیدا ہو چکی ہے۔ اگر بیماری کا اعلان ہو تو پھر علاج کا اعلان ہو جاتا ہے اور پھر آنے والے لوگ اس سے شفاء یاب ہوتے ہیں۔ اگر بیمار انسان صبر برداشت کرتا جائے تو بیماری اپنی شفاء کو معلوم کر لیتی ہے۔ پھر گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر آپ کو تکلیف ہے تو یا تو اسے برداشت کریں' چلتے چلتے آپ بھی گزر جائیں گے' واقعہ بھی گزر جائے گا اور بندے بھی گزر جائیں گے۔ مگر اس کے باوجود یہ ہوتا ہے کہ بات کی جاتی ہے' بات سنی جاتی ہے اور پھر اس سے بہت سارے ذہنوں کی الجھنیں دور ہو جاتی ہیں۔ ورنہ تو الجھن سمیت ہی گزر ہو جائے گی۔ تو گزر تو ہو جاتی ہے' بے شمار لوگ گزر کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اصل بات تو یہی ہے کہ بندے نے آنا ہے اور چلے جانا ہے' اس میں تو کوئی کلام نہیں ہے۔ آنے اور جانے سے پہلے' جو واقعات درمیان میں ہیں ان کے بارے میں غور و فکر کبھی کبھی کر لینا چاہیے۔ آپ لوگوں کے ذہن میں جو سوالات آتے ہیں دین اور زندگی کے بارے میں' ان کے بارے میں تھوڑا پوچھ لیا کریں؟ اقبال صاحب بات سمجھ آ رہی ہے؟ ضمیر کیا آپ کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟_____ علی! آپ پوچھنا چاہتے ہو؟

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ محبت عطا ہے تو پھر عمل کا کیا مقام ہے؟

جواب:

اس پر میں نے گیارہ صفحے کا مضمون دیا ہوا ہے اور اس مضمون کا نام ہی ''عمل'' ہے۔کون سی کتاب میں ہے؟ ''دل دریا سمندر'' میں ہے۔وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ گلاب عمل کرنے کی وجہ سے گلاب نہیں ہوا' گلاب بس گلاب ہی ہے۔ ایک پوائنٹ تو یہ ہو گیا۔سمجھ آئی بات؟ قد والا انسان' عمل کے بغیر ہی قد والا ہے' شکل والا انسان' عمل کے بغیر ہی شکل والا ہے۔اچھے ماں باپ کا ہونا آپ کے عمل کے بغیر ہی ہونا ہے اور اچھے والدین کا ہونا بڑی ہی اچھی بات ہے' والدین ہمیشہ ہی اچھے ہوتے ہیں۔اچھے دَور میں پیدا ہونا بڑی اچھی بات ہے اور اچھا دور ہمیشہ ہی آپ کا دَور ہوتا ہے۔اچھا دَور کون سا ہے؟ جس میں آپ لوگ ہوں۔باقی تو خواب اور خیال ہے۔پہلے زمانے کے لوگ تو پہلے زمانے کے لوگ ہوں گے' ان کا اپنا زمانہ پتہ نہیں تھا کہ نہیں تھا' وہ تو کتابوں میں ہے' آنے والا زمانہ جو ہوگا وہ تو خیال میں ہے' خیال اور کتاب کو نکال دیا جائے تو پھر حال ہی حال رہ جاتا ہے' آپ کا حال! کتاب کو آپ نے کیا کرنا ہے؟ ایک کتاب اللہ کریم کی ہے اور سب سے بڑی اور سچی کتاب یہی ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا خطاب ماننے والوں کے نام بذریعہ جناب نبی کریم ﷺ ہے۔یہی ہے ناں کتاب۔اللہ آج بھی آپ لوگوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وہ جو زبان بولتا تھا وہ آج بھی بولتا ہے۔اگر آپ لوگ اس وسیلے اور اس حوالے کو اپنے قریب کر لیں' تو آج

بھی مطلب یہ ہے کہ آپ کے ساتھ واقعات ہوتے جائیں گے۔ اللہ کریم ہمیشہ ہی وہیں بولتا ہے جہاں حضور پاک ﷺ ہوں۔ تو یہ بات راز کی بات ہے' کہنے والی نہیں ہے' اس کو بس بھول جاؤ۔ اللہ کہاں بولتا ہے؟ جہاں اس کے محبوب ﷺ ہوں اور اگر اس کے محبوب ﷺ آپ کے دل میں ہوں تو آپ کے دل پر بھی اس کا کلام ہو سکتا ہے۔ قرآن وہی رہے گا یعنی حضور پاک ﷺ پر جو کلام نازل ہوا وہ قرآن کہلائے گا اور امت کے انسانوں پر جو کلام نازل ہوا وہ کچھ اور ہی کہلائے گا۔ ''اور'' پر جو نازل ہوا وہ کچھ اور ہی کہلائے گا۔ نازل نزول ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ شہد کی مکھی پر میں نے نازل فرمایا' کیا؟ شہد بنانے کا فارمولا۔ یہ ''نازل'' ہے' اسے الہام کہہ لو۔ یعنی مکھی جو ہے شہد بناتی ہے بغیر کسی سکھلائی کے' نہ اس نے گریجویشن کی اور نہ پوسٹ گریجویشن کی' بس مکھی شہد بنا رہی ہے' گلاب خوشبو دے رہا ہے' گلاب کا عمل خوشبو دینا اور رنگ دینا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ عمل کی Achievement کی بات کر رہے ہیں اور آپ کا سوال یہ ہے کہ ہم عمل کے ذریعے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں' محبت بھی حاصل کر سکتے ہیں مگر کہتے یہ ہیں کہ محبوبوں کے لیے حکم ہے' میں دنیاوی بات کر رہا ہوں' مجاز کی بات کر رہا ہوں کہ اگر کوئی محبت کرنے والا 70 مرتبہ جھٹکنے کے بعد بھی پیچھے چلتا ہے تو کہتے یہ ہیں کہ اس کی محبت کو قبول کر لو لیکن ایسے آدمی سے تم محبت نہ کرنا۔ مقصد یہ ہے کہ محبت کو قبول اس لیے کر لو کہ بیوقوف ہے چلتا ہی آ رہا ہے پیچھے' ستر مرتبہ انکار کیا پھر بھی وہ چلتا آ رہا ہے' قبول کر لو کیونکہ یہ اچھا آدمی ہے ساتھی اچھا ہو سکتا ہے لیکن محبوب اچھا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کبھی بھی کہنا نہیں مانے گا۔ محبوب

وہ ہوتا ہے جو کہنا مانے۔ تو ان میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہ ہم دنیاوی بات کر رہے ہیں۔ اس لیے کوشش کے ذریعے محبت حاصل کرنے والا' کوشش کے ذریعے محبت کرنے والا اور محبت کا فارمولا دریافت کرنے والا جو ہے اس کے لیے بڑا سخت لفظ ہے کہ وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہوتا کیونکہ وہ مستند نہیں ہوتا۔ آپ کم از کم ایک چیز کو تو فارمولے سے باہر رہنے دیں اور وہ ہے محبت۔ اس کا فارمولا نہ بنائیں کہ سات مرتبہ میں نے دروازے پہ جا کے دستک دی آٹھویں مرتبہ کام ہو جائے گا۔ دو انسان آس پاس ایک مدت سے اکٹھے رہتے ہیں لیکن محبت جو ہے وہ اچانک کسی غیر کو دیکھنے سے ہو جاتی ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ ضرور ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات محبت اَن دیکھے کی ہو جاتی ہے تو ایسا بھی ہوتا ہے۔ محبت جو ہے یہ ازلی فارمولا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو انسان کے چہرے بنائے ہیں' یہ بڑا معمہ ہے۔ اس کے بارے میں' میں نے آپ کو نظم میں بتایا تھا کہ یہ جو چہرہ ہے یہی چہرہ انسان کی زندگی کی عاقبت بھی ہے' ثواب بھی ہے' عذاب بھی ہے' بعض اوقات چہرہ جو ہے وہ الرجی پیدا کرتا ہے' ایک آدمی کا چہرہ پاس سے گزر جائے تو کہتے ہیں کہ دو دن بھوک نہیں لگتی' انسان پریشان ہی ہو جاتا ہے' بعض اوقات خوشی میں سرشار بھی ہو جاتا ہے اور اس کو بھی بھوک نہیں لگتی۔ تو چہرہ جو ہے یہ بڑا راز ہے اور یہ ہر ایک پر آشکار نہیں ہوتا۔ آپ اندازہ لگا لیں سلمان کی آج بھی دعا ہے' آخری دعا ہے کہ یا رب العالمین مرتے وقت کلمہ نصیب فرما' یا رب العالمین قبر میں اترتے وقت' مرتے وقت' اپنے محبوب ﷺ کا دیدار عطا فرما۔ یہ دعا ہر ایک کی ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے آپ لوگوں کی بھی یہی دعا ہوگی۔ اور ان لوگوں کی

بات دیکھو کہ جو آپؐ کو دیکھ کر بھی آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے تھے' ان کو محبت نہیں ہوئی ہے۔ اور آپ لوگوں کو چودہ سو سال بعد محبت ہو گئی ہے۔ تو یہ کوشش کی بات نہیں ہے' یہ عطا کی بات ہے۔ محبت عطا ہے' کون سا چہرہ کس نگاہ میں کس دن کتنی تاثیر پیدا کرے گا' یہ سب عطا کی بات ہے' اس کا فارمولا کوئی نہیں ہے۔ اس کے فارمولے ہو نہیں سکتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں۔ جس چیز کو آپ ناپسند کر رہے ہو وہ بھی ۔

وہ بھی ہو گا کسی کا نورِ نظر
جو کھٹکتا ہے خار آنکھوں میں

یعنی کہ یہ جو تمہاری آنکھ میں خار کی طرح کھٹک رہا ہے یہ کسی اور نگاہ کا پھول ہے۔ کوئی انسان ایسا نہیں جس کو چاہنے والا کوئی نہ مل جائے۔ جو آپ کا دشمن ہے اس کے بھی محبوب ہیں' اس کو بھی چاہنے والے ہیں۔ جس دشمن کو تم فی النار والسقر کرتے ہو' مار دیتے ہو' کہ موذی کو ہم نے مار دیا' اس موذی کے گھر میں بھی چار پانچ معصوم بچے ہوں گے' کافر ہو گا' بچے ہوں گے۔ اگر آپ کا کوئی مر جائے تو شہید' مبارک ہو مبارک ہو کہ دیرینہ خواہش پوری ہو گئی' میں دین کے خلاف بات نہیں کر رہا ہوں' میں حقیقت کی بات کر رہا ہوں کہ خواہشِ دیرینہ' خواہش پوری ہو گئی' بچے کی خواہش تھی وہ پوری ہو گئی' یا رب العالمین تو نے محنتیں قبول فرمائیں' تو نے اپنے راستے میں قبول فرما لیا' ہمارے بخت سرخرو ہو گئے' بچہ شہادت کی راہ میں آ گیا اور اس نے اپنوں کو اپنوں کے ساتھ قبول کر لیا_____ بجا' مبارک ہو' شہید انسان کی اولاد کے لیے بھی اتنی مشکلات کی راہ ہے جتنی

فی النار جانے والے کی اولاد کے لیے مشکلات کی راہ ہے۔ شہید کی زندگی جو ہے وہ اپنی جگہ پر' اس کی اولاد کے لیے پھر وہی مشکلات ہوتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی کوئی چیز عطا فرمائی ہے اس کو بھی فارمولے میں نہیں آنے دیا یعنی کہ شہادت عطا کر دی' اب اس کا کوئی اور نیا فارمولا بنا دو۔ تو شہادت کا کیا فارمولا ہے؟ کوئی فارمولا نہیں ہے۔ ایک بندہ گھر سے آگ لینے کے لیے گیا اور جب واپس آیا تو پیغمبری اس کے پاس تھی۔ اللہ کہتا ہے کہ تم کون ہو؟ کہتا ہے کہ میں موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ میرے ہاتھ میں چھڑی ہے۔ ٹھیک ہے' تم تو نبی ہو۔ آپ کون بول رہے ہو؟ میں تمہارا اللہ بول رہا ہوں۔ یہ درخت سے آواز آرہی ہے۔ موسیٰؑ نے کہا میں تو شبانی کرنے والا ہوں' آجڑی _____ اقبالؒ نے کہا ہے کہ ۔

اگر کوئی شعیبؑ آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

اگر شعیبؑ مل جائیں تو گڈریے کو پیغمبر بنا دے۔ اب یہ جو بات ہے اب یہ تو فارمولا نہیں ہے' یہ کوئی محنت نہیں ہے کہ کس کو کیا مل گیا۔ محنت والے اکثر پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ایک ایسی چیز ہے دنیا میں کہ آپ بے شک Threat کر لو' آپ لالچ دے لو' دھمکیاں دے لو' گولی مار دو مگر قبول کرنے والا دل جو ہے وہ غیر کو قبول ہی نہیں کرے گا' دل نہ قبول کرنے والا کبھی قبول نہیں کرے گا اور وہ کہتا ہے کہ چاہے دریا میں پھینک دو۔ یہ جو چیز ہے' پسند اور ناپسند' یہ خداداد ہے' اسی سے محبت بنتی ہے۔ ایک گھر میں پلنے والے' ایک دستر خوان پر کھانا کھانے والے' ایک

کہتا ہے کہ میٹھی چیز کھائیں گے دوسرا کہتا ہے کہ نمکین کھائیں گے باپ کہتا ہے کہ تم دونوں ہمارے بچے ہو یہ الگ الگ کب سے ہو گئے۔ یہ خداداد الگ الگ ہیں۔ آپ گھر میں بیٹھے ہوں تو دیکھیں کہ ایک انڈے کی کیا کیا شکل پسند ہے ایک کہتا ہے فرائی کھائیں گے دوسرا کہتا ہے آملیٹ کھائیں گے اور تیسرا کہتا ہے ایسا کھائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہر ایک کا مزاج الگ بنایا ہے۔ مزاج کا نام محبت ہے احساس کا نام محبت ہے یہ خود بخود بنا بنایا کھیل ہے اس لیے محبت محنت سے نہیں ہے محبت عطا سے ہے۔ اس لیے اس کا کوئی فارمولا نہیں ہے۔ جس طرح کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آؤ ہم آپ کو حضور پاک ﷺ کا دیدار کروا دیں یہ فارمولے کے ذریعے سے ہے۔ ناں! ایسا نہ ہوا! کیسے ہوتا ہے یہ خود بخود اُن کی مہربانی سے ہوتا ہے۔ شعر سُنو

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
یہ تیری عنایت ہے کہ رُخ تیرا اِدھر ہے

یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ اس کا رُخ اِدھر ہے۔ اس میں فارمولا کوئی نہیں ہے۔ کہیں آپ فارمولے دریافت نہ کرنے لگ جانا۔ اس کا فارمولا کوئی نہیں ہوتا۔ ''کُن فیکُون'' سے پہلے بھی فارمولا کوئی نہیں تھا اور ''کُن فیکُون'' کے بعد بھی کوئی فارمولا نہیں ہے۔ یہ فارمولا نہیں ہے کہ وہ آدمی کیا ہے اور دوسرا آدمی کیا ہے۔ ایمان نصیب سے ملا اور نصیب ایمان سے ملا اور محنت محنت سے ملی شوق خداداد ملا۔ سب کو پتہ ہے کہ نماز کی افادیت نیکی اور دین کیا ہے مگر شوق کسی کو زیادہ ہو گیا اور کسی کو کم ہو گیا۔ یہ جو چیز ہے محبت تو یہ فارمولے سے نہیں ہے۔

ماں باپ اپنی اولاد میں سے کسی ایک بچے سے الگ محبت کر لیتے ہیں' پسند کر لیتے ہیں۔ تو ماں باپ کی محبت بھی الگ الگ ہوتی ہے۔

تو مدعا یہ ہے کہ ایک بچے سے ماں باپ زیادہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ شیشہ توڑ دے تو کہیں گے کہ دیکھو اس نے کیا کِیا' شیشہ توڑ دیا۔ یہ محبت ہے۔ اور اگر دوسرے بچے نے شیشے میں Scratch بھی ڈالا تو کہتے ہیں کہ یہ گدھا ہمیشہ ہی نقصان کرتا رہتا ہے' آج اس نے پھر کام خراب کر دیا۔ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کی بات نرم لگتی ہے اور کسی کی بات سخت لگتی ہے۔ محبت وہ ہے جس کی غلطی' غلط نظر نہ آئے۔ محبت کسے کہتے ہیں؟ جس کی غلطی غلط نظر نہ آئے' جس کی ہر بات ہی صحیح نظر آئے' حتیٰ کہ اس کا انکارِ محبت بھی صحیح نظر آئے۔ اس لیے محبت کا فارمولا کبھی دریافت نہ کرنا' ہوتا ہی کوئی نہیں ہے _____

اچھا آپ اور بات کرو۔ حافظ صاحب آپ بولو ____

سوال:

''کُن فیکُون کیتوئی جس ویلھے اُسی وی کولے ہاسے'' بلھے شاہؒ کے اس مصرعے سے کیا مراد ہے؟

جواب:

یہ اور لیول کی بات ہے۔ بندہ اللہ سے بات کر رہا ہے کہ جب آپ ''کُن فیکُون'' بولے تو ہم بھی آپ کے پاس تھے۔ میں مختصر جواب دینا چاہتا ہوں تا کہ آپ زیادہ کنفیوز نہ ہوں۔ ایک انسان اگر وہ فنکار ہو' پینٹر' تصویر بنانے والا' تصویر جب اس نے بنائی' تو اب آپ تصویر کو دیکھیں' فنکار کو دیکھیں اور تھوڑا

سا دماغ لڑائیں اور یہ پوچھیں کہ یہ تصویر ظاہر ہونے سے پہلے کہاں تھی؟ پھر آپ کو آپ کی عقل یا ایمان راستہ بتائے گا کہ یہ فنکار کے حُسنِ خیال میں تھی۔ تو جو مخلوق آ رہی ہے یا آئی' وہ خالق کے حُسنِ خیال میں موجود تھی۔ ہر انسان حُسنِ تخلیق سے پہلے' حُسنِ خیال میں تھا۔ اس لیے وہ کہتا ہے کہ ''کُن فیکُون تے کل دی گل اے اَسی تے اُس سے بھی پہلے تیرے پاس تھے۔ بات سمجھ آئی؟ یہ کُن فیکُون سے پریرے کی بات ہے یعنی ہماری آپ کی محبت جو ہے یہ کُن فیکُون سے پہلے کی ہے اور کُن فیکُون تو کل کی بات ہے۔ یہی بلھے شاہؒ نے کہا ہے کہ ''کُن فیکُون تے کل دی گل اے' اَسی تے پرسوں وی تہاڈے دوست سی' محرم سی''۔ اس لیے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ہی کُن کہتا ہے آپ ہی فیکون کر دیتا ہے' آپ ہی الست کہہ دیتا ہے آپ ہی کہہ دیتا ہے بلیٰ۔ یعنی ''الست و بلیٰ' جب ہوا تو وہ کُن فیکُون سے پہلے ہے۔ اس نے پوچھا ''الست بربکم'' ہم تمہارے رب ہیں کہ نہیں ہیں؟ جی آپ ہی ہمارے رب ہیں! کس نے کہا؟ ہم نے۔ کب کہا تھا؟ تخلیق سے پہلے۔ تو تخلیق سے پہلے کون ہوتا ہے؟ اللہ کا اَمر' اس کا اپنا ارادہ۔ اس نے کہا ہے کہ انسان کی جو روح ہے یہ میرا اَمر ہے۔ گویا کہ اَمر دینے والے کا اَمر اس کے اپنے پاس تھا اور ہم اَمر کی تخلیق ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ لہٰذا ہم مخلوق بننے سے پہلے خالق کے ساتھ اس کے خیال میں موجود ہیں۔ ایک آدمی نے نعت میں تعریف کی ہے حضور پاک ﷺ کی شان کی۔

جانے کب تک تجھے اللہ نے شاعر بن کر
شعرِ نازک کی طرح ذہن میں سوچا ہو گا

تب کہیں دہر کے دیوانِ مقدس میں تجھے
گنگناتے ہوئے گاتے ہوئے لکھا ہو گا

مطلب یہ کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے شعر کی طرح ہیں' اور آپؐ اس کے حسنِ تخلیق کا انتہائی مظہر ہیں۔ بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کا حُسنِ خیال ہے اور اس کی مصوری کا کمال ہے آپ کی تخلیق۔ لہٰذا ہر مخلوق خالق کے ارادے میں تھی۔ خالق کا ارادہ جو ہے مخلوق سے قریب ہے اور مخلوق ہونے سے جدائی ہے' مخلوق تو جدائی کا سفر ہے یعنی مخلوق ہو جانا جدائی کا سفر ہے اور ارادے میں رہنا وصال کا سفر ہے۔ آپ ارادے سے تخلیق میں آئے ہوئے اسے کہتے ہیں عالمِ اَمر سے عالمِ خلق تک۔ اب آپ کون سے عالم میں ہیں؟ آپ عالمِ خلق میں ہیں' عالمِ تخلیقات میں ہیں۔ اس سے پہلے آپ کہاں تھے؟ عالمِ اَمر میں۔ عالمِ اَمر میں نہ کوئی خواہش تھی' نہ کوئی ماسواء تھا' نہ کوئی ماوراء تھا' آپ اللہ کا خود ہی ارادہ تھے آپ خود تقدیرِ یزداں تھے' آپ اللہ کے ارادے میں تھے' اللہ کے پروگرام میں تھے۔ پھر بعد میں اللہ نے آپ کو دنیا میں بھیجا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ کُن فیکُون جب آپ نے کہا تو ہم آپ کے پاس ہی تھے کیونکہ ہم تو پہلے ہی تخلیق ہو چکے تھے' ہم نے تو آنا ہی تھا۔ جو چیزیں ابھی آنے والی ہیں وہ بھی آ چکی ہیں۔ کیسے آ چکی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جب بٹن پریس کر دیا' آپریشن ہو گیا' اب جو آنا ہے وہ آنا ہے۔ یہ آنا کہاں سے ہے؟ اللہ کے ارادے سے آنا ہے انما امرہ اذا اراد شیئاً جب وہ کسی شے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو کیا کہتا ہے؟ "یقول له کُن فیکُون" پس وہ ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ

وہی چیز ہونے دیتا ہے جو اس کے ارادے میں ہو۔ اور ارادہ کہاں ہے؟ اس کے اپنے پاس۔ فیکون کہاں ہے؟ دنیا کے اندر۔ بس انسان اس کا ارادہ ہے' اس کے ارادے سے آیا ہے "فعال لما یرید" وہ کر کے رہتا ہے جو وہ کرنا چاہتا ہے۔ اسے کون روک سکتا ہے۔ تو ہم سب جو ہیں اس کا ارادہ ہیں اور اس کے ارادے کے مطابق ہم یہاں پر آئے ہیں اور جو اس کا ارادہ ہمارے مستقبل کے بارے میں ہے وہ ہو کے رہے گا' اس نے ہم پر مہربانیاں کی ہیں' اب بھی مہربانی ہوگی۔ اس کی مہربانی آپ کے اعمال سے بے نیاز ہے۔ اس لیے یہاں بھی عمل کی بات نہیں ہے۔ اگر اس کا فضل ہو جائے تو عمل نے کیا کرنا ہے' بس فضل ہو جائے گا۔ آپ جس چیز کو فضل سمجھتے ہیں وہ نہ بھی ہو تو کوئی بات نہیں اور وہ جو کرتا ہے' جو مہربانی کرتا ہے وہ فضل ہوتا ہے۔ اس فضل کی تعریف یہ ہے کہ جو انعامات آپ کے پاس ہیں یعنی آپ کے انعامات اور حاصل' اگر آپ کو سارے انعامات اور حاصل اس کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے آسانی لگتی ہے تو سمجھیں کہ آپ پر فضل ہو گیا اور اگر خرچ کرنے میں دِقت لگتی ہے تو پھر آپ کے خیال میں دِقت ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ کے خیال میں کیا چیز ہے۔ پیغمبروں نے اولاد کو نثار کرنا چاہا' وہ اللہ کے بڑے قریب تھے' اپنے وجود کو شہدا نے قربان کیا' بہت قریب تھے' اپنی اولاد کے وجود کو قربان کیا' بہت قریب تھے اور آج کا انسان جو ہے اگر وہ مال کو قربان نہیں کر سکتا تو یہ اللہ کے قریب نہیں ہے۔ اور اگر آپ مال کو قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں تو آپ پر یہ فضل ہے۔ وہ دولت فضل ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ ہونا چاہے اور وہ دولت جو ہے تکلیف میں ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ

ہو۔ جیسے آپ نے پڑھا کہ "پھر آپ کو پتہ چل جائے گا جب تم جحیم میں جاؤ گے' آگ میں جاؤ گے' اس دن تم سے پوچھا جائے گا کہ نعمت والے اللہ کو تم نے یاد کیا کہ نہ کیا الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر تم کو غافل کر دیا کثرتِ مال نے اور کثرتِ اولاد نے' حتیٰ کہ تم قبروں میں جا گرے' اتنے غافل ہو گئے کہ قبروں میں جا گرے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ پھر تم دیکھ لو گے' جان لو گے' تم پا لو گے کہ ایسا سخت وقت آنے والا ہے اور وہ وقت تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے پھر تمہیں عین الیقین ہو جائے گا' پھر تمہیں بہت سارے واقعات معلوم ہو جائیں گے' جب تم آگ میں ہو گے' پھر تم سے پوچھا جائے گا کہ نعمت دینے والے اللہ کے بارے میں تم نے کیسا سلوک کیا تھا؟ This is the day, this is the time. یہاں آنا تھا میں کب سے آپ کو کہہ رہا تھا کہ یہاں آنا ہے' اس لیے وہ مال جو غافل کر دے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور وہ مال جو جگا دے وہ اللہ کی مہربانی ہے۔ تو مال مہربانی ہے' مال عذاب ہے' اولاد مہربانی ہے' اولاد عذاب بھی ہے' زندگی کی تگ و دَو مہربانی ہے اور یہی عذاب ہے' بھاگم دوڑ آزادی ہے' بھاگم دوڑ گناہ بھی ہے۔ بات کو سمجھے؟ اگر اللہ کے لیے بھاگ رہا ہے تو اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ بھاگ تو سکتا ہے اور اس کے خلاف بھاگ رہا ہے تو یہ گناہ ہے۔ تو گویا کہ آپ اپنے عمل کا مرکز دیکھیں یا اپنا ارادہ دیکھیں یا اپنی Destination دیکھیں کہ آپ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انسان کہتا ہے کہ میں دو چار ستارے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو؟ کہتا ہے کہ میں اسی پر نثار کر دوں گا جس نے یہ بنائے ہیں۔ چلو کر لو اور نہ کرو تو بھی ٹھیک ہے۔ آپ بات سمجھ رہے

ہیں؟ تو وہ مال جو تمہارے دل پر قفل ڈال دے' وہ تمہارے لیے عبرت ہے' عذاب ہے۔ بعض اوقات مال قُفل ڈالتا ہے اور بعض اوقات غریبی قُفل ڈال دیتی ہے' توبہ توبہ! ایک ایسا مقام آتا ہے کہ غریب جو ہے وہ خود بخود ہی اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ بزرگ فرماتے تھے کہ بدقسمتی تو وہ ہے کہ غریب ہو کر بھی اللہ والا نہ بنا۔ غریبی میں تو نوے فی صدی ویسے ہی فقیری ہے' درویشی ہے' مثلاً حج آپ کا معاف ہے' زکوٰۃ آپ کی ویسے معاف ہے' خیرات بھی آپ کی معاف ہے' آپ کی تو یہ ساری موجیں ہی موجیں ہیں' نہ آپ نے فی سبیل اللہ خرچ کرنا ہے۔ آپ نے غریب ہو کے ایک ہی کام کرنا ہے کہ دوسروں کے مال کی تمنا چھوڑنی ہے۔ آپ تو پھر ولی اللہ جیسے ہوں گے۔ بس دوسروں کے مال کی تمنا کو چھوڑ دو اور اگر اللہ نے کسی کو دولت دی ہے تو اُسے بُرا نہ سمجھو۔ تو غریب آدمی اگر مایوس ہے اللہ کی رحمت سے' تو سمجھو کہ یہ غریبی اس پر عذاب ہے اور اگر غریب آدمی اللہ کے قریب ہے کہ "تو جس حال میں رکھے گا ہم اس حال میں راضی ہیں' غم دے گا تو غم میں راضی ہیں' خوشی دے گا' تو خوشی میں راضی ہیں" تو وہ غریب اللہ والا ہو گیا۔ اسی طرح پیسے والا ہے' وہ پیسے والا ولی اللہ ہو گیا جو کہتا ہے کہ یا اللہ یہ تیرا مال ہے اور تیری ہی راہ میں نثار کرتا ہوں' تو جب طلب فرمائے گا ہم تیرے ہی لیے لے کر بیٹھے ہوئے ہیں تو جب تمنا فرمائے گا' جب حکم کرے گا' ہم حاضر ہیں۔ اور جو کہتا ہے کہ یہ مال میں نے کمایا ہے' تو لے کے دیکھ' کس طرح لے سکتا ہے۔ سیونگ اکاؤنٹ سے کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینی پڑے' اُدھر سے اِدھر کرا دیا' اِدھر سے اُدھر کرا دیا اور زکوٰۃ نہ دینے کے لیے لکھ دیا کہ ہم

غیر اسلامی لوگ ہیں۔تو یہ سارے کا سارا کھیل ہے۔اللہ کہتا ہے کہ کھیل لمبا ہے' چلتے جاؤ' تمہارے پاس اگر ذہن ہے تو میں ذہنوں کا خالق ہوں' مجھ سے کیسے مقابلہ کرو گے؟ کوئی ہے مقابلے والی بات! واللہ خیر الماکرین ۔میرے ساتھ کیا تدبیر کرو گے' ہم تو چھوٹی چھوٹی باتوں سے عظیم دلیل پیدا کر لیتے ہیں مثلاً مکڑی کے جالے سے قوی دلیل پیدا کر دی' تو وہ اللہ ہے! اس لیے ان باتوں پہ ذرا غور کیا کرو' خیال کیا کرو' اللہ مہربانی فرمائے۔تو حافظ صاحب! کُن فیکون جو ہے یہ کل کی بات ہے اور اس سے پہلے بھی آپ لوگ تھے۔اب بات سمجھ آئی۔

میں تیرا خیال نہیں اگر تو کہاں الست' بلیٰ کہاں

مطلب یہ ہے کہ میں تیرا خیال ہوں تو آپ ہی الست و بلیٰ ہے ورنہ اب مجھے بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ اللہ نے پوچھا تھا روحوں سے اور پھر انہوں نے کہا تھا کہ ''ہاں'' اللہ مجھے اب کیوں بتا رہا ہے؟ اللہ آپ کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ بات تم نے کہی تھی۔ بس پھر مسئلہ حل ہو گیا۔وہ آپ کو یاد دلا رہا ہے کہ آپ یہ بات کہہ کے آئے ہیں۔اللہ نے کہا ہے کہ روحوں سے ہم نے میثاق لے لیا۔کیا میثاق لیا تھا؟ کہ کیا میں تمہارا رب ہوں؟ روحوں نے کہا تھا ''آپ ہیں''۔یہی وجہ ہے کہ روح اللہ کے بغیر دِقت میں رہتی ہے۔تو اللہ روح کو یاد دلا رہا ہے۔تو روح کی یادداشت قبل از پیدائش بھی ہوتی ہے۔یاد کرو کہ تم نے کہا تھا کہ ہم ہی تمہارے رب ہیں۔ گویا کہ ہم اس وقت کہاں تھے جب یہ کہہ رہے تھے؟ اگر ہم نہیں تھے تو ہمیں کسی اور کا واقعہ بتانے کی ضرورت کیا ہے۔گویا کہ ہم وہیں تھے آس پاس۔ بلکہ ہماری بات ہمیں کو سنائی جا رہی ہے۔کُن فیکون تو کل کی بات

ہے' ہماری اس سے محبت اس سے پہلے کی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس سے بھی قبل کی محبت ہے۔ کب سے محبت ہے؟ درویش جو ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب سے آپ اللہ ہیں تب سے ہماری محبت ہے' جب سے تو رب بنا ہے تب سے ہم تیرے بندے بنے ہیں' جب سے تو اللہ ہے تب سے ہم تیرے چاہنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ تو پہلے رہا ہوگا اپنی تنہائی کی جلوہ گری میں' اس کا ہمیں پتہ نہیں ہے' بہر حال اللہ تو اس دن بنا ہے جب تجھے اللہ کہنے والا کوئی ''اور'' ہو اور جو وہ ''اور'' ہوگا وہی تو مخلوق ہوگی۔ اس سے پہلے تو کچھ بھی تھا تو آپ ہی تھا' کیا تھا تو؟ اپنا نام آپ رکھ' اپنی بادشاہی آپ قائم کر' لیکن بادشاہ تو اس دن بنا جس دن تجھے بادشاہ کہنے والا کوئی اور تھا۔ تو یہ غلامی ہمیں ملی' ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں کہ یہ خدمت جو ہے ہم نے کی' ہم تجھے اللہ کہنے والے ہیں۔ ہم نے کب سے تجھے اللہ مانا ہوا ہے؟ یہ کن فیکون سے پہلے ہم نے مان لیا ہے۔ کن فیکون میں تو ہماری ٹریننگ ہو چکی تھی' کن فیکون تو Announcement ہے' اس سے پہلے ٹریننگ تھی۔ تو گویا کہ ہم بہت پرانے اس کے چاہنے والے ہیں۔ کب سے چاہنے والے ہیں؟ جب سے وہ اللہ ہے تب سے ہم چاہنے والے ہیں۔ حافظ صاحب آپ کو بات سمجھ آئی؟ بلھے شاہؒ نے ٹھیک کہا ہے لیکن شریعت کے طور پر اتنی لمبی بات نہ کر' تو اپنی جان بخشی کر' نماز پڑھ اور وقت گزار۔ وہ کہتا ہے خیر پڑھ لوں گا' کر لوں گا۔ بلھے شاہؒ کہتے ہیں کہ اس طرح بات نہیں ہے جیہڑا سانوں سیّد کہے تو وہ برباد ہو جائے گا۔ ہوا یہ کہ اس کو منع کر دیا گیا کہ دیکھو تم سیّد کے بیٹے ہو کے آرائیں کے مرید ہو گئے ہو' تم ہوش

کرو' عقل کرو۔ تو بلھے شاہؒ کہتے ہیں کہ ہوش ہی تو کر رہا ہوں' تمہارے ہوش ٹھکانے نہیں ہیں' ذات پات سے ہم آزاد ہو گئے ہیں' ذات جو ہے اللہ کی ذات ہے' جہاں وہ جلوہ کرے اس کی ذات ہے' تم کون سی نسل کی ذات لیے بیٹھے ہو' تو بات یہ ہے کہ ہم اس کی محبت میں گرفتار ہیں' وہی ہمارا اللہ ہے اس لیے ؎

جیہڑا بلھے نوں سیّد آکھے دوزخ ملن سزائیاں
جیہڑا بلھے نوں آرائیں آکھے جنت پینگھاں پائیاں

کہتا ہے کہ یہ بات ہے کہ ہم تو پیر کی ذات ہیں۔ تو بابا بلھے شاہؒ بہت سی باتیں کرتے رہتے ہیں ؎

شرع کہے چل مسجد اندر حق نماز ادا کر لے
عشق کہے بوہا یار دا کعبہ یار نوں سجدہ اب کر لے
شرع کہے اساں شاہ منصورؒ نوں سولی اوتے چاڑھیا سی
عشق کہے تُسی چنگا کیتا بوہے یار دے واڑھیا سی

تو بات اتنی ساری ہے کہ جسے آپ کہتے ہو کہ دور ہو گیا تو وہ پاس ہو گیا۔ اس لیے آپ کو بات سمجھ نہیں آئی کہ بات کیا ہے' وصال کیا ہے اور فراق کیا ہے۔ تو یہ لوگ جو ہیں یہ راز بتاتے رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سائیں کانواں والاؒ وہ بھی راز بتاتے رہے ہیں۔ کہ کاں "کوا" کیا چیز ہوتی ہے؟ بندوں کو "کاں" سے محبت کرادی۔ یہ کمال کی بات ہے اور یہ بات بڑے غور والی ہے۔ اس طرح بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔ میں کل بھی بات بتا رہا تھا کہ ایک بزرگ تھے وہ گھوڑوں کے نعل لگایا کرتے تھے۔ تھے وہ درویش۔ کسی نے پوچھا کہ یہ آپ نے لوہاروں

والا' "نعل" لگانے والا کیا کام کیا ہے۔ کہتا ہے کہ کبھی مجھے دیکھنا کہ میں جو کرتا ہوں' تو وہ گھوڑوں کے نعل لگاتے ہوئے گھوڑا جب اپنا سُم اٹھاتا تو وہ کسی نہ کسی طریقے سے کبھی آنکھ کو لگا لیتے' کبھی منہ کو لگا لیتے۔ پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ نے اس کے سُموں کی قسم کھائی ہے' نعل کی قسم کھائی ہے' میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ قسم والی شے اللہ سے اتنی قریب ہے تو میں کیوں نہ یہ کام کروں۔ اب یہ بات اس کے ذہن میں آ گئی! مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے سُموں کی قسم کھائی ہے۔ ورنہ تو اللہ اور پھر جانور کے سُموں کی قسم کھانے والی کوئی بات ہے! کہتا ہے کہ تب سے مجھے یہ سُم پیارے لگ رہے ہیں' بس میں نعل لگاتا رہتا ہوں' اللہ' اللہ کرتا رہتا ہوں اور اللہ کی شانیں بیان کرتا رہتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بڑے بڑے راز آشکار ہوئے۔ آپ لوگ کہیں Sincerely ٹھہر جائیں تو پھر بات بنتی ہے۔ ہمارے ہاں دِقت یہ ہے کہ کبھی یہ کرتے ہیں' کبھی وہ کرتے ہیں' کبھی تھوڑی دیر یہاں ٹھہرتے ہیں اور کبھی تھوڑی دیر آگے نکل جاتے ہیں' پھر کوئی اور کام کر لیتے ہیں۔ آپ کسی ایک خیال میں اَٹک جائیں تو پھر اس خیال کی تمام گتھیاں سلجھ جاتی ہیں اور سارا جلوہ آشکار ہو جاتا ہے' کبھی تنہا بیٹھا کریں' کبھی غور کیا کریں' اللہ کے جلوے دیکھا کریں۔ کبھی سورج غروب ہوتے وقت دیکھیں' کبھی سورج نکلتے وقت دیکھیں' کبھی رات کے وقت منظر دیکھیں' کبھی ستاروں کو دیکھیں' کبھی شہر میں جا کر انسانوں کی شکل کو دیکھیں کہ یا اللہ تو نے یہ انسان پیدا کیے ہیں' سبحان اللہ! سبحان اللہ! سارے آشنا ہیں' سارے بیگانہ ہیں' کبھی کبھی شہر میں کوئی واقف نہیں ملے گا

اور کبھی کبھی سارے واقف نظر آئیں گے' بڑی عجیب وغریب حالت ہے' کبھی وہ بندہ جس سے آپ ملنے جارہے ہیں' وہ پاس سے گزر گیا اور جس کے ملنے کی توقع نہیں تھی وہ گھر آیا بیٹھا ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں' بڑے عجیب وغریب واقعات ہیں۔ اس لیے آپ ان باتوں پہ ذرا غور کیا کریں۔ اللہ کے کام کو غور سے دیکھا کریں۔ اب بولو آپ ڈاکٹر صاحب ____

سوال:

محبت جو ہے یہ عطائی چیز ہے پھر یہ جو صوفیاء کے ہاں رواج ہے یا رسمیں ہیں محبت کو بڑھانے کے لیے' تو پھر یہ کیا ہیں؟

جواب:

نہیں یہ اس کی حفاظت کے طریقے ہیں۔ محبت کو بڑھانے کی بات نہیں ہوتی' محبت پیدا کرنے کی بات نہیں ہوتی' جس کو محبت ہوتی ہے وہ اپنا میلہ کرتا رہتا ہے۔ یعنی صوفیائے کرام کی محفلوں میں آپ یہ سمجھ لیں کہ دو آدمیوں کو محبت ہوگی اور باقی سارے کے سارے اس جشن سے محبت کرتے ہوں گے' قوالی کے ساتھ محبت کرتے ہوں گے۔ کوئی کہے گا کہ واہ عزیز میاں کیا پیسوں کی بہار لگائی ہے تو نے۔ اسے کچھ نہیں پتہ کہ قوالی کس کی ہے' قول کس کا ہے' اللہ کدھر ہے' اللہ کے بندے کہاں ہیں۔ وہ صرف گاتا جارہا ہے' واہ نصرت فتح علی' اتنا موٹا بندہ گانا گاتا ہے' کمال کی بات ہے۔ اس کی بات دیکھو کہ جب یہ بڑا ہوا تو اس نے ماں باپ سے کہا تھا کہ میں نے نہیں گانا' میں نے قوال نہیں بننا' اس کے باپ نے کلیر شریف جا کر دعا مانگی کہ میرا بچہ جو ہے گمراہ ہو رہا ہے' قوالی نہیں کرنا چاہتا' تو

میرا کیا بنے گا' تو کہتے ہیں کہ وہیں بیٹھے ہوئے اِدھر سے اطلاع آئی کہ نصرت جو ہے وہ باجا لے کر بیٹھا ہوا ہے اور تب سے گا رہا ہے۔ تو مدعا یہ کہ یہ بھی اک نگاہ ہے' ان لوگوں کے خیال کے مطابق۔ تو محبت کے آداب اور محبت کی یہ جو مجلسیں ہوتی ہیں اس سے پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟ وہ ازلی چنگاری جو خش وخاشاک میں دبی رہتی ہے وہ شاید سُلگ جائے۔ ہے وہ ازلی' ازلی عطا ہے اور یہاں دنیا کے اندر وہ کہیں نہ کہیں چُھپ جاتی ہے' حلیہ خراب ہو جاتا ہے' کہیں کوئی واقعہ ہو جاتا ہے' زنگ لگ جاتا ہے اور پھر بزرگ اس زنگ آلود کو ٹھیک کرتے ہیں۔ اس کی عطا ازلی ہے' بزرگ صرف راستے کی رکاوٹ دُور کرتے ہیں۔ مثلاً بندہ کہتا ہے کہ نظر کچھ نہیں آ رہا تو وہ بزرگ کہتا ہے کہ ٹھیک ہے تو شیشہ صاف کرتا جا۔ جو کہتا ہے کچھ دھندلا دھندلا ہے۔ کہتا ہے کہ تو صاف کرتا جا' کرتا جا' کرتا جا۔ حتیٰ کہ جب شیشہ صاف ہو گیا تو اللہ کا جلوہ آ گیا۔ فاینما تولوا فثم وجه الله دیکھنا تو اس نے اس کا چہرہ ہی ہے' تو بعض اوقات صفائی جو ہے یہ عطا ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان مجلسوں میں دنیا کی تمنا جو ہے یہ ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ مثلاً اگر کیف کی مجلس ہو رہی ہے تو کیف ہی ہو گا اور اب اس کو دنیاوی حرص' ہوس' ظلم' ستم' سارا ختم ہو جائے گا۔ تو وہ شخص تھوڑا سا لطیف ہو جاتا ہے۔ لطافت کے بعد عین ممکن ہے کہ وہ اپنی بات کو دریافت کر لے۔ ایسا ہوتا ہے۔ سارے لوگ صاحبانِ حال نہیں ہو جاتے لیکن ان میں بہت ساری لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے کچھ لوگوں کو محبت ہو جاتی ہے' کچھ لوگوں کو محبوبوں کے ساتھ محبت ہوتی ہے' کچھ کو محبت کے ساتھ محبت ہوتی ہے' کچھ لوگوں کو محبت کی جلوہ گاہ سے محبت ہو جاتی ہے' سجانے

رہتے ہیں محفل خانے' کہ یہاں رونق لگے گی' یہاں عشق کے جلوے ہوں گے یہاں یہ ہوگا' یہاں یہ ہوگا' یہ بھی محبت کا ایک طریقہ ہے۔ میں بتا رہا ہوں کہ جہاں پیر یا مرید ہوں' خانقاہ ہو' تو وہاں جاننے والا تو پیر ہی ہوگا۔ یا اس کے ملنے والے ہوں گے اور وہ جو لنگر پکا رہا ہے وہ سب سے زیادہ اہم آدمی ہے۔ اس شخص میں شعور کی کوئی بات نہیں ہے یا عرفان کی بات نہیں ہے لیکن وہ عارفوں کا "ہیڈ ماسٹر" ہے کیونکہ وہ اگر نہ ہو تو آپ لوگ سارا عرفان بھول جاؤ۔ عین ٹائم پر اس نے آپ کو کھانا پکا کر دے دیا کہ بسم اللہ کرو۔ اسی طرح جب آپ گھر اپنے بچوں میں جاتے ہیں تو ان کا بڑا Contribution ہوتا ہے۔ ہمارے ایک دوست تھے' وہ رات کو دیر تک بیٹھے رہتے' بیٹھے رہتے' داتا صاحب" بیٹھے' ہمارے پاس بیٹھے' اِدھر اُدھر بیٹھے اور کبھی رات دو بجے کبھی اڑھائی بجے گھر گئے' بیوی نے مائنڈ کیا کہ آپ گھر دیر سے آتے ہو' میں نے پوچھا کہ تم نے کیسے اس کو تسکین دی؟ کہنے لگا کہ میں نے اُسے کہا کہ ہم لوگ تو عبادت کر کر کے کچھ راستہ لیں گے اور تو تو دروازہ کھول کے اللہ تعالیٰ کی مہربانی حاصل کرے گی' میری سب دعائیں تیرے لیے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ دروازہ آرام سے کھولتی تھی۔ آپ اس کی بھی قدر کریں جس نے دیر سے گھر آنے والے کے لیے راستہ کھولا' دروازہ کھولا' جس نے آپ لوگوں کو دن بھر کی آوارگی کے بعد قبول کیا' اس کا بھی احساس کریں' اس نے بڑے کام کیے ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ آدھی رات کو گھروں میں سے آوازیں آتی ہیں' یہ اس علاقے میں نہیں ہوتے؟ کیا وہ اندرون محلہ ہوتے ہیں' پانی دیر سے آیا تو شور مچا دیا' تھوڑی دیر کے بعد کوئی تماشہ اور پھر تھوڑی دیر

کے بعد کچھ اور تماشہ ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ گھر آنے والا ظلم کے حساب سے آیا اور انتظار کرنے والا مظلوم جو ہے وہ گستاخ ہو گیا۔ اگر آنے والا گھر والوں کے لیے کوئی راحت بن کے آئے تو پھر تو کوئی بات ہوئی۔ گھر میں کوئی انتظار کر کر کے غصہ کر رہی ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ دیکھو اب غصہ کرنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے کیونکہ اب تیرا انتظار ختم ہو گیا ہے اور میں آ گیا ہوں۔ کہتی ہے اب تیرا انتظار ختم نہیں ہوا بلکہ تو ہی ختم ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان Upset ہو جاتا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ لوگ جو براہِ راست آپ کے اس سفر میں شامل نہیں ہوتے ان کی بھی شمولیت ہوتی ہے۔ اس راہ میں جو جو کچھ واقعات ہیں مثلاً جو رکشہ آپ کو لایا' جو کار آپ کو لائی اس کا بھی مقام ہوتا ہے' جس بس کے ذریعے آپ ٹائم پر پہنچ گئے اس بس کے لیے بھی دعا کیا کرو کہ یا اللہ اس بس کو سلامت رکھ کہ اس نے وقت پر مجھے فلاں جگہ پہنچا دیا۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ کہو کہ یہ سب بہت اچھا ہے کہ اس نے وقت پر ہمیں پہنچا دیا یہ نہ ہو کہ ہر طرف ہی کاروبار اور ڈسپلن کرتے جائیں۔ اس راہ والے سے پوچھو کہ آپ کاروبار کیوں کر رہے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کاروبار میں اولاد کی خاطر کر رہا ہوں' اولاد کی ماں کی خاطر کر رہا ہوں۔ اگر اس پر آپ ظلم کر رہے ہیں تو پھر کس کی خاطر کاروبار کر رہے ہیں؟ تو کاروبار بھی آپ اپنی اَنا کی خاطر کر رہے ہیں۔ اس لیے جس کے لیے کاروبار کریں اس کو کاروبار کی افادیت کے ساتھ ہمکنار کریں' اس کو بھی محبت میں شامل رکھو۔ یہ عام طور پر نصیحت کی بات ہے اب یہ نہ کہنا کہ ہم اسے کیسے شامل کریں کیونکہ وہ تو اپنے میکے چلی جاتی ہے۔ بہر حال محبت کی اور

حُسن کی نوازشیں کرو۔ نوازشیں کیا ہوتی ہیں؟ مجبور ہو کر نہیں بلکہ اپنی خوشی سے۔ یہ لوگ جو گھروں میں پابند ہوتے ہیں' چیزیں تو مانگتے رہتے ہیں بیچارے' کبھی کبھی اپنی مرضی سے ان کے لیے کوئی چھوٹی موٹی چیز لے جایا کرو۔ حضور پاک ﷺ نے ان کی بڑی تعریف فرمائی ہے کہ جو گھروں میں رہنے والی خواتین ہوتی ہیں ان کو خوش کرنے کے لیے تھوڑا بہت جھوٹ بھی بولنا پڑے تو بول دینا۔ ورنہ حضور پاک ﷺ یہ بات نہ کہتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے تھوڑا بہت جھوٹ بول لو' اپنی جان بچانے کے لیے جھوٹ بول لو' گھر میں رہنے والی کو تھوڑا خوش کرنے کے لیے۔ یہ بے ضرر جھوٹ ہوتا ہے مثلاً یہ کہنا کہ جی آپ سے مل کے بڑے خوشی ہوئی' آپ کی دعاؤں کے سہارے سارے کام ہو گئے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ خوش رکھنا بھی عبادت ہے۔ خوش رہنا جہاں اچھی بات ہے وہاں خوش رکھنا بھی اچھی بات ہے۔ خوش رہنے کا فن دریافت کرنے سے پہلے خوش رکھنے کا فن دریافت کر لو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے' آپ کے دو چار بچے ہوتے ہیں' ایک بچوں کی ماں ہوتی ہے' ایک گھر ہوتا ہے' آپ کے بھی ماں باپ ہوتے ہیں' تو ان کو خوش رکھو۔ میں نے پہلے دن ہی آپ کو بتایا تھا کہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة کہ ہماری دنیا میں بھی خیریت ہو اور آخرت میں بھی خیریت ہو۔ مطلب یہ کہ ہمارے ماں باپ بھی ہم پر راضی ہوں اور ہمارے بیوی بچے بھی ہم پر راضی ہوں۔ اس لیے دین و دنیا اس کی بہتر ہے جس نے اپنے بیوی بچوں کو راضی رکھا اور اپنے ماں باپ کو راضی رکھا۔ تو ماں باپ کی الگ خدمت کرو اور اپنی اولاد اور بیوی کی الگ خدمت کرو اور اپنی پیٹ

پوجا الگ کرو۔ انسان نارمل ہو جائے تاکہ زندگی میں غلط بیانی کہیں نہ کرنی پڑ جائے۔ یہی تو آپ نے سیکھنا ہے اور کیا سیکھنا ہے۔ باقی پیسہ کب ساتھ گیا ہے؟ کبھی نہیں گیا ہے۔ ساری مصیبت اس کی ہے' بڑی بے وفا چیز ہے۔ اور دنیا والے بھی بڑے ظالم ہیں' مرنے والے کے ساتھ دفن ہی کچھ نہیں کرتے۔ چلو ایک گھڑی ہی ساتھ چلی جائے ٹائم کا پتہ رہے گا۔ تو گھڑی بھی یہیں رہ جاتی ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ بہت ظلم کی بات ہے کہ نئی نئی عینک لگی ہے وہ بھی گئی۔ دنیا والے کچھ نہیں دیتے' ہر شے اتار لیتے ہیں۔ بہت ی بات ہے' اس لیے یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے' یہاں سے تو جانا ہی جانا ہے۔ اس لیے یہاں تو نیک اعمال ہی ہیں' جو آپ چھوڑ کر گئے ہو۔ اسی کو دیکھیں۔ اس سے پہلے کہ پیسہ ختم ہو جائے یا کسی اور کو مل جائے آپ تھوڑا تھوڑا تقسیم کیا کرو اور سب کو راضی رکھا کرو۔ یہ میں آپ کو حکما کہہ رہا ہوں کہ آپ ماں باپ کو' بہن بھائیوں کو اگر کچھ نہیں دیتے ہو تو Good Words ہی دے دو' اچھے الفاظ ہی دے دو' اچھے الفاظ کی قیمت نہیں ہوتی ہے لیکن اس سے آپ سب کچھ خرید سکتے ہو' حضور پاک ﷺ نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا' آپؐ نے فرمایا کہ کبھی قرض کی ضرورت پڑے تو کسی خوب صورت انسان کے پاس جانا' اگر وہ ناں کرے گا تو تکلیف نہیں ہوگی۔ یہ تو ہوا کہ ایک اچھے انسان کو آپ نے دیکھ لیا۔ اگر قرضہ لینا پڑے اور آگے سے ناں کرنے والا ہو تو پھر اس کی شکل اچھی ہونی چاہیے' کم از کم آپ کا وزٹ جو ہے یہ تو خوب صورتی کا ہونا چاہیے۔ مسئلہ پتہ ہے کیا ہے؟ کہ جس آدمی کی کرخت صورت ہو وہ کرخت دل نہ رکھے' کم از کم دل کرخت نہیں ہونا چاہیے' دل کو نرم

رکھو‘ خوش گوار کلام ہو۔ انکار کرنا ہے تب بھی خوش گوار الفاظ میں اور عطا کرنی ہے تب بھی خوش گوار الفاظ میں۔ تو اپنے پاس Vocabulary اچھی رکھو مثلاً بسم اللہ‘ ماشاء اللہ‘ اور یہ کہو کہ اس وقت معذرت کی بات ہے‘ اس وقت آپ سے محبت کی بات ہے۔ تو یہ عطا ہے۔ اس لیے اپنے الفاظ پر دھیان کیا کرو ______ تو محبت کے بارے میں یہ بات ہوئی کہ محبت کی جو محفلیں ملتی ہیں‘ وہ محفلیں بھی سب کچھ حاصل نہیں کر سکتیں‘ لیکن اس میں یہ ہوتا ہے کہ بات پالش ہوتی رہتی ہے‘ کبھی زندگی میں جا کے اسی انداز سے بات مل جاتی ہے۔ یہ مقامات ہیں صوفیوں کے۔ کون سے مقامات ہیں؟ مثلاً جہاں جہاں ان کو رقص عطا ہوا وہاں وہاں انہوں نے کلام کہہ دیا ایک مقام یہ بھی ہے کہ ؎

خدا خود میرِ مجلس بُود اندر لامکاں خسروؒ
محمدؐ شمعِ محفل بُود شب جائے کہ مَن بودم

”خدا خود میرِ مجلس بُود“ کا کیا مقام ہے؟ یہ ایسے ہے جیسے کہ مشاعرہ ہو رہا ہے میرِ مجلس خود اللہ تعالیٰ شمعِ محفل حضور پاک ﷺ کے پاس اور باقی سب صاحبان مشاعرہ سُنیں۔ تو یہ محفل وہاں سے بنائی۔ ”خدا خود میرِ مجلس“ تو میرِ مجلس اُدھر ہی ہوتا ہے‘ شمعِ محفل بھی وہاں۔ تو یہ مقام کیا ہے؟ اُس نے بیان کیا جو اُس نے مقام دیکھا تھا۔ پھر زندگی میں کوئی ایسا مقام سمجھ آ جاتا ہے کہ ایسا بھی ہے۔ مطلب یہ کہ خدا جو ہے اسی کی مجلس ہے اور جلوے ہیں اللہ کے محبوب محمد ﷺ کے۔ سارا کھیل سمجھ آ گیا کہ مالک وہ اور جلوہ آپ کا اور ہم سب دیکھنے والے ہیں۔ مطلب یہ کہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ جیسے اس نے کہا۔ ساری کائنات کو اس

نے محفل کہہ دیا ہے' اس محفل کائنات میں میرِ مجلس جو ہے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے اور شمعِ محفل کون ہیں؟ اللہ کے محبوب ﷺ اور آپؐ کے لیے آپ کی کائنات اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ تو یہ کتنی آسان سی بات ہو گئی۔ حجرے آپؐ کے ہیں۔ تو یہ مقامات جب ان کو یاد آتے ہیں' یعنی کبھی اگر روشنی اندر آ گئی تو پھر پتہ چلتا ہے کہ ہاں یہاں ایک بات ہوئی تھی' یہاں وہ بات ہوئی تھی' یہ بات یوں نہیں ہے' ہم نے تو یوں سنا ہوا ہے۔ یہ سب اس لیے ہے تاکہ بعد میں غلطی نہ ہو۔ اس لیے یہ بزرگوں کا قول کام آتا ہے۔ اب قوالی کی افادیت یوں ختم ہو گئی کہ قول جو ہے ناں وہ غیر صوفی کا ہوتا ہے اور قوال بھی غیر صوفی آئے ہوئے ہوتے ہیں' قوال نماز نہیں پڑھتے ہیں اور لکھنے والے بھی صحیح نہیں ہوتے' اس لیے اب کلام کا وہ اثر نہیں رہا' ورنہ کلام جو ہے وہ ایسی چیز تھی کہ انسان کو اُڑا کے رکھ دیتا تھا' بڑے بڑے کلام کی تاثیر ہوتی ہے' بڑے بڑے لوگوں کی تاثیر ہوتی ہے اور ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ بعض اوقات قوال آپ ہی رقص کرنے لگ جاتے ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ قوال خود رقص کرنے لگ گیا؟ یہ بڑی عجیب عجیب باتیں ہیں۔ تو صوفیاء کی محفلیں جو ہیں یہ محفلیں اس طور پر ہیں کہ یہ طہارت پیدا کرتی ہیں' توکل پیدا کرتی ہیں' توبہ پیدا کرتی ہیں' لطافت پیدا کرتی ہیں اور محبت پیدا نہیں کرتی ہیں بلکہ محبت پیدا کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ محبت عطا ہے' اس کی مہربانی کی عطا ہے' وہ جسے چاہے عطا کر دے۔

جسے چاہا اپنا بنا لیا جسے چاہا دَر پہ بلا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

یہ نصیب کی بات ہے جسے چاہا اسے عطا فرما دیا۔ بعض اوقات پاس رہنے والا بے خبر رہا۔ بعض اوقات دُور رہنے والا صاحب نصیب ہو گیا۔ حضرت اویس قرنیؓ دُور ہیں اور بڑے قریب ہیں اور کتنے ہی لوگ قریب ہیں لیکن دُور ہیں۔ تو یہ اللہ کی خاص مہربانی ہے' اس کے اپنے ازلی فیصلے ہیں۔ محبت میں بعض اوقات دونوں باخبر ہوتے ہیں' بعض اوقات ایک باخبر ہوتا ہے' بعض اوقات کوئی بھی باخبر نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا جلوہ ہے جس کو چاہے عطا کر دے۔ بعض اوقات آدمی سوال لے کر جاتا ہے اور آگے جا کے سوال بھول گیا اور محبت شروع ہو گئی۔ اس سے پوچھو کہ تم کیسے آئے ہو؟ کہتا ہے کہ کون آیا' کدھر آیا' میں تو اِدھر ہی رہتا ہوں۔

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

حرفِ آرزو تو لے کے گئے تھے اور آگے جا کے آرزو تو ختم ہو گئی' اس نے کہا کہ کیا چاہیے؟ اس نے کہا کہ اب تو کچھ اور چاہیے' چاہیے تو کچھ اور تھا اب کچھ اور چاہیے' اب ہمیں بھی نہیں پتہ کہ کیا چاہیے۔ بس یہ ایک واقعہ ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑا کیا واقعہ ہو سکتا ہے کہ جس سے اللہ یہ پوچھے کہ کیا چاہیے اور آگے سے وہ مسائل بولنا شروع کر دے کہ مجھے ____ اس سے صرف اسی کو مانگو اور اس کے حبیب پاک ﷺ کی محبت کو مانگو ____

اور کوئی سوال ہے بولو ____ بولنا شروع کرو ____ شاباش ____ پوچھو ____

سوال:

ایک حدیث شریف ہے کہ ایک گھڑی کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ تو یہ تفکر کیا چیز ہے؟

جواب:

تفکر جو ہے یہ بیان کی چیز نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ایک گھڑی کا تفکر جو ہے' تو سوچو وہ گھڑی کتنے سال کی ہے جسے گھڑی کہا جا رہا ہے؟ تفکر یہ ہے کہ جب آپ کبھی اس کائنات پہ غور کرنا شروع کرتے ہو افلایتدبرون تو یہاں سے بات شروع ہوتی ہے کہ یہ سب کیا ہے' یہ سبزہ وگُل کہاں سے آتے ہیں' اُبر کیا چیز ہے' ہوا کیا ہے' یہ مشرق کیوں ہے' مغرب کیوں ہے' مشرقین کیسے ہوتے ہیں' مغربین کیسے ہوتے ہیں' مشارق کیا ہیں' مغارب کیا ہیں؟ ایک مشرق ہے کہ دو مشرق ہیں' ایک جنت ہے کہ جنتین ہے' کیا بات ہے؟ یعنی کہ ستاروں کا سفر کیا ہے' اب آپ اس پہ ذرا غور کر رہے ہیں اور اگر آپ آئے ہیں' آنا تھا تو جانا کیوں ہے۔ اگر جانا ہی ہے تو آنا کیوں ہے۔ اور یہاں یہ آپ سوچ رہے ہیں' تفکر کر رہے ہیں۔ پھر یہ کہ جو مجھ سے پہلے لوگ تھے وہ کہاں چلے گئے؟ یہ سارے کا سارا جو ہے ۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لعین
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

کہاں گئے وہ دولت مند لوگ' کہاں گئے وہ خوب صورت چہرے' کدھر گیا سارا واقعہ اور پھر اقبالؒ نے کہا ہے کہ ۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہء گندم کی جیب
یہ زمیں کس کی ہے کس کا ہے یہ نورِ آفتاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد سازگار
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

انسان سوچتا ہے کہ پھر یہ موسم بدلنے شروع ہو جاتے ہیں' اتنے Perfect موسم بدلتے ہیں' ہر سال دسمبر' دسمبر میں ہی آتا ہے' سردیوں میں آتا ہے' کیا بات ہے یہ کبھی لیٹ نہیں ہوا' اور ہر سال جون کا دن جو ہے گرم ہوتا ہے اور جولائی کے مہینے بھی ویسے ہوتے ہیں اور ساون ویسا ہی ہوتا ہے اور یہ سب یونہی ہوتا ہے اور یہ چاند گھٹتا بڑھتا رہتا ہے What is this? یہ کیا ہے؟ اتنی Perfect مشینری بنانے والا' کارساز کون ہے؟ جس طرح جس نے یہ کائنات Perfect بنائی ہے اور اس کائنات میں آپ غور کریں' وہ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ جہاں جہاں آپ نے غور کرنا ہے' کائنات بنانے والے پر آپ غور کر رہے ہیں۔ پہلے کائنات کی صناعی پہ آپ غور کرو کہ اس کائنات میں کوئی چیز Imperfect نظر آئی' کوئی کمی نظر آئی' پھر نگاہ اُٹھالو اللہ تعالیٰ کہتا ہے پھر ایک بار نگاہ اٹھالو' نگاہ خیرہ ہو کے واپس آ جائے گی Did you find any thing wrong anywhere? پرفیکٹ مشینری بنادی' پرفیکٹ نظارہ بنا دیا' اور میخوں کی طرح پہاڑوں کو گاڑ دیا اور دریاؤں کو روانی دی اور ستونوں کے بغیر چھت قائم کردی' تمہارے سر کے اوپر

آسمانوں کا اور آسمانوں میں سجائے فانوس' ستارے اور پھر رونقیں تمہارے لیے اور آج تک بارش ہو رہی ہے' اس سے زمینوں میں فصلیں اگتی ہیں اور تم لوگ کھاتے جا رہے ہو۔ پھر تمہارے لیے جانور پیدا کیے اور ان کی کھال اور ان کی اون اور وغیرہ وغیرہ' تمہارے لیے کیا آسودگیاں ہیں' اگر پانی کو میں کڑوا کر دوں تو تمہاری ساری سائنس فیل ہو جائے' پانی میں مٹھاس ہے شکر ادا کرو کہ یہ مٹھاس قائم ہے' یعنی کہ مامتا میں مٹھاس ہے شکر ادا کرو کہ قائم ہے' بھائیوں میں مٹھاس ہے شکر کرو قائم ہے' تو یہ مٹھاس بڑی چیز ہے' تم دھوکے میں مٹھاس دیکھتے ہو' مٹھاس میں دھوکہ دیتے ہو' یہی تو تمہیں سمجھ نہیں آئی! بہرحال یہ مٹھاس جو ہے یہ بڑی خاص ہے۔ اس پہ غور کرو۔ سب چیز پرفیکٹ ہے اب یہ General created universe perfect ہے۔ ٹھیک ہے ناں! آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ کیا ہے؟ پرفیکٹ' مکمل' ہر ساعت As it is جیسے کا تیسا' یوں کا توں۔ اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں جوں کا توں ہوں الآن کما کان ویسے کا ویسا جیسا میں تھا اور میں ہوں اور میں رہوں گا۔ آپ تو خالق ہیں آپ کی مخلوق بھی ہمیشہ رہے گی' ہمیں تو سورج بھی لازوال لگتا ہے' ہمیں چاند بھی لازوال لگتا ہے۔ کہتا ہے کیا یہ سورج ختم ہو جائے گا؟ کہتا ہے بہت جلدی ختم ہو جائے گا۔ کہتا ہے کب تک ختم ہو جائے گا' کہتا ہے کہ کچھ کروڑ سال کے بعد ختم ہو جائے گا۔ کہتا ہے تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ کہتا ہے یہ کب سے ہے؟ کہتا ہے کہ یہ حال ہی کی بات ہے ابھی شروع ہوا۔ کب شروع ہوا؟ کہتا ہے کہ ستر کروڑ سال ہو گئے ابھی تو تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ شروع ہوا ہے۔ تو یہ سائنس کی باتیں ہیں۔ اور کائنات دریافت ہو گئی

اور معلوم ہو گیا' کیا معلوم ہو گیا؟ نئی ایک کہکشاں دریافت ہو گئی ہے' نئی کہکشاں' کہتا ہے پاس ہی ہے' کتنی؟ کہتا ہے کہ اگر وہاں سے فاصلہ روشنی طے کرتی ہوئی زمین پر آتی ہے تو 70 سال میں پہنچ جاتی ہے۔ تو یہ 70 سال کتنے ہوتے ہیں؟ کہتا ہے کہ 70 سال کے سیکنڈ بنا کے 186,000 میل سے ضرب دے دو' بس اتنے میل ہو جائیں گے' بس نزدیک ہی ہے!

کہتا ہے کہ یہ ایک کہکشاں ہے' اس سے آگے 5'5 سو سال کے فاصلے والے کہکشاں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا یہ بالکل چھوٹی سی کائنات ہے اور پھر پرفیکٹ کی پرفیکٹ ہے' ستارہ' ستارے سے Clash نہیں کرتا' جھگڑا نہیں کرتا کہ تو میرے راستے میں آ گیا' تو نے آج حادثہ کر دیا' تم کدھر سے آ گئے ہو۔ تمہاری طرح کوئی یہ جھگڑا نہیں کرتا کہ یہ کرسی میری ہے' یہ میز تیری ہے' یہ تیری قبر ہے یہ میری قبر ہے۔ تو اس میں جھگڑا کوئی نہیں ہے۔ .Perfect as it is کچھ ستارے ٹھنڈے ہیں کہ خیال بھی یخ ہو جائے' کچھ اتنے گرم ہیں کہ حدت ہو جائے اور سورج بھی اُڑ جائے' سورج ان کی گرمی سے پناہ مانگتا ہے۔ تو وہ اتنے گرم ستارے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تمام سیاروں اور تمام ستاروں میں اگر کوئی زندگی ہے تو زمین پر ہے۔ اب فوقیت کا مسئلہ شروع ہو گیا۔ کیا ہوا؟ فوقیت کا مسئلہ شروع ہو گیا یہ زمین سورج سے بہتر' چاند سے بہتر اور باقی ستاروں سے بھی بہتر ہے کیونکہ یہاں پر زندگی ہے۔ اس کو جاننے والا ایک انسان ہے' اشرف المخلوقات۔ اب اشرف المخلوقات کے ذمے مخلوق کو سٹڈی کرنے کے بعد اپنے شرف کا ثبوت دینا ہے۔ تو کائنات کے خالق کو دریافت کر۔ ایک سیکنڈ کی

بات ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے سبحان اللہ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ بس
اس کو سجدہ ہے۔ وہ کہتا ہے میں اللہ کو دریافت نہیں کر سکتا کیونکہ میں تو اپنی کائنات
کو دریافت نہیں کر سکتا' مجھے تو اپنا ہونا اور نہ ہونا سمجھ نہیں آتا' جس نے بھی اس کو
بنایا ہے ہم اس کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ اس نے اتنا پرفیکٹ بنایا کہ ہر سال
دسمبر میں ٹھنڈک آتی ہے۔ تو ایک لمحے کا تفکر جو ہے وہ آپ کو ساٹھ سال کی
عبادت سے آگے لے جاتا ہے۔ عبادت میں آپ نے اللہ کے لیے رجوع کرنا
تھا اور یہ ایک ایسا لمحہ ہے کہ اس میں آپ نے اللہ کی طرف رجوع کر لیا۔ مثلاً وہ
زمین کے اندر بیج کو پالنے والا ہے۔ ایک بیج کے اندر سو درخت ہیں۔ اگر بیج سے
پوچھو کہ تم کتنے ہو اور تم میں کتنے درخت ہیں تو وہ کہے گا کہ کئی ملین' کئی کروڑ۔
ایک درخت کے بیج کے اندر کتنے درخت ہیں؟ اگر آپ تمام بیج گن لیں اور تمام
درخت گن لیں اور ان درختوں کے بیج گن لیں' ان کے درخت گن لیں اور
آنے والے زمانے گن لیں تو پتہ چلے گا کہ ایک بیج ہے کیا ____ ایک انسان
چار نسلوں کے بعد چار پانچ سو رشتے داروں والا ہو گا۔ بچے ہوں گے' بچوں کے
بچے ہوں گے' پرانا مکان ایک ایک اینٹ تقسیم ہو جاتا ہے' پھر لوگ بھول جاتے
ہیں کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں' نسل بدل جاتی ہے' کوئی شاہ جہانی اور کوئی
شاہ جہاں آبادی بن جاتا ہے' کیا سے کیا نام بن جاتے ہیں۔ اس طرح دنیا پھیلتی
ہے۔ پھر جب یہ بات سمجھ آ گئی کہ اللہ آج تک جوں کا توں ہے' آج تک اس کی
اذان ویسے کی ویسی قائم ہے' اس کا قرآن ویسے قائم ہے' پہاڑ ویسے ہی قائم ہے'
آپ نے پہاڑ کو توڑا پھوڑا' بہت کچھ نکالا' بجری نکالی' کرش نکالا' پھر بھی پہاڑ وہیں

کاو ہیں ہے' پہاڑ ختم نہیں ہوتا' جتنی سڑکیں بنالو وہ ختم نہیں ہوتا۔ سمندر سے جتنے دریا نکال لو وہ ختم نہیں ہوتا۔ پہاڑ کی برف پگھل جائے' پھر بھی ختم نہیں ہوگا۔ کوئی شے ختم نہیں ہوتی ہے۔ ہر شے جوں کی توں ہے۔ پھر وہ کون سا خزانہ ہے' جو Unending ہے' اور وہ کون ہے جو اس کا خالق ہے' یہ کیا نظام ہے ——

اس نظام کو داد دیتے ہوئے اب سجدہ کر۔ یہ سجدہ ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ آپ بات سمجھے؟ یہ ایک لمحے کی بات ہے۔ کبھی غور کیا کرو اور کہو کہ جس نے یہ کائنات بنائی اس کو سلام۔ یہ تو ہونا چاہیے۔ یہ سلام مانگتا ہے سجدہ۔ یسبح للہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور جھک کے بیان کرتی ہے' اپنے اپنے مدار میں چلتی ہے' ستارے اور سیارے' جمیل اور جسیم سب اپنے اپنے مدار میں چلتے جا رہے ہیں۔ کوئی کسی کے مدار کو نہیں چھیڑتا۔ یہ بندہ ہے جو بندے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ وہاں تو کوئی کسی سے کچھ نہیں چھینتا۔ سورج روشنی دیتا جا رہا ہے۔ میں نے آپ کو کتاب میں لکھ کر دیا تھا کہ سورج سے کسی نے پوچھا کہ تیرا مذہب کیا ہے۔ سورج نے کہا کہ مذہب کیا ہوتا ہے' روشنی دینا ہی ہمارا مذہب ہے۔ بس وہ روشنی دیتا جا رہا ہے۔ آپ لوگوں سے پوچھا جائے کہ کون ہو تو کہیں گے کہ شیعہ ہیں یا سُنی ہیں۔ بس جھگڑا ہیں۔ آپ یہ کہیں گے کہ میں وہ نہیں ہوں جو تو ہے۔ عام طور پر آپ کے اندر اتنی مخالفت ہے کہ آدھے بندے آدھے بندوں کے خلاف مقدمہ دائر کر رہے ہیں۔ عجب حال ہے۔ قیامت کے دن بھی آدھے بندے آدھے بندوں کے خلاف گلہ کریں گے اور اللہ کے ساتھ جھگڑا کریں گے کہ وہ

شخص کیسے جنت میں چلا گیا۔ میں تو نہیں جاتا۔ وہ کہے گا کہ اسے اللہ نے کیوں معاف کر دیا، بس اللہ تو بادشاہ ہے، جو مرضی کرے ____ بات یہ ہے کہ اگر اللہ کسی کو معاف کرے تو تم قبول کرو۔ اس لیے تم خود فیصلے نہ کرو۔ اللہ وہ ہے جس کی موجودگی میں تمہیں فیصلے کا حق نہیں ہے۔ وہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ اگر وہ معاف کر دے تو تم گلہ کرنے والے کون ہو۔ اس نے سب سے پہلے اسے معاف کرنا ہے جسے تم نے معاف نہیں کرنا۔ لہٰذا تم بھی اس شخص کو معاف کر دو۔ اس لیے میں بار بار تمہیں کہتا ہوں، سب کے سامنے کہتا ہوں کہ آج دل سے یہ اعلان کرو "یا اللہ ہم سب کے سامنے دل سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے سب کو معاف کر دیا، جن لوگوں نے ہمیں ناراض کیا ان کو بھی معاف کرتے ہیں، جس نے نقصان پہنچایا اور ہم پہ ظلم کیا اس کو بھی معاف کرتے ہیں، سب کو معاف کر دیا"۔ اگر آپ نے یہ کر دیا تو مجھے خوش کر دیا۔ اللہ نے اس کو معاف کر دیا، ہم نے بھی سب کو معاف کر دیا ____ اتنی سی بات ہوتی ہے۔ پھر آپ کو سمجھ آتی ہے کہ اللہ کے بارے میں تفکر اور تدبر کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو نارمل حالات میں یہ بات سمجھ آ جائے اور وہ چاہے تو اس کے پاس ایک اور طریقہ بھی ہے اور وہ ہے Exception کا یعنی استثناء کا۔ یعنی کہ کبھی کبھی محنت کامیاب ہوتی ہے اور کبھی کبھی غیر محنتی بندہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ عام حالات میں یہ ہوتا ہے کہ جس نے پیسہ بچایا وہ اس کے کام آیا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس نے پیسہ نہ بچایا وہ بھی اس کے کام آیا۔ کہتا ہے کہ عجب بات ہے کہ تو خوش رہتا ہے حالانکہ تجھے غم کے علاوہ کچھ نہیں ملا تو اس نے کہا کہ مجھے اللہ نے برداشت سکھائی ہے، میں تم سے بہتر

ہوں۔ جس کو غم ملا اس کو برداشت مل گئی۔ یہ اللہ کے کام ہیں اور ہر کام میں مصلحت ہے۔ اس لیے اللہ کے کام کو دیکھا کرو کہ وہ کیا کر رہا ہے' اپنا رشتہ اس کے ساتھ رکھو ــــــ ایک راز یہ ہے کہ انسانوں کے ساتھ کبھی نہ الجھنا۔ انسان ایک بڑا راز ہے' اس کے ساتھ کبھی جھگڑا نہ کرنا۔ جب اللہ چاہتا ہے تو سب انسان سَیٹ ہو جاتے ہیں جب نہیں چاہتا تو سارے اجنبی ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سے کہیں کہ میں آپ سے ملنے آیا ہوں تو وہ کہے گا کہ میں آپ کو جانتا ہی نہیں۔ پھر کہو کہ میں وہی ہوں جو آپ سے وہاں ملا تھا' آپ نے کارڈ دیا تھا۔ کہتا ہے کارڈ تو میرا ہے مگر معاف کرنا میں نے آپ کو پہچانا نہیں ہے۔ اور جب اچھا وقت آتا ہے تو پھر ڈھونڈ کے اور آ کے ملتے ہیں۔ تو یہ بات ہے۔ بس اللہ جب چاہے۔ اس لیے آپ لوگ خیال کیا کریں۔ ایک گھنٹے کا بلکہ ایک منٹ کا تفکر جو ہے وہ بڑی دور تک لے جاتا ہے۔ اللہ کو بڑی سمجھ کے ساتھ پہچاننا کہ بیج جو ہے وہ مٹی میں کیسے پل گیا' مٹی کے اندر رنگ کہاں سے آ گئے' بے رنگ پانی ہے' بے رنگ بیج ہے' بے رنگ مٹی ہے' پھر رنگ کس طرح آ گیا' رنگساز کہاں سے آ گیا ــــــ پانی کی بھی عجب بات ہے' پتوں میں جاتا ہے تو سبز ہو جاتا ہے' پھول میں جاتا ہے تو سرخ ہو جاتا ہے۔ یہ پانی کیا کر رہا ہے؟ کیا تماشے کر رہا ہے یہ پانی؟ جب آپ لقمہ کھاتے ہیں تو جب یہ لقمہ آنکھوں میں جاتا ہے تو نور بن جاتا ہے' بینائی بن جاتا ہے اور خیال میں جاتا ہے تو دماغ بن جاتا ہے۔ آخر لقمے میں کیا ہے' لقمے میں کرشمے کہاں سے آ گئے' کبھی یہ توانائی بن جاتا ہے اور کبھی رعنائی بن جاتا ہے' لقمہ ہے کہ کیا ہے! کھائی بھنڈی ہے اور چمک آنکھوں

میں آ گئی ہے۔ تو بھنڈی میں بڑے کرشمے ہیں۔ اس بات کو پہچانو کہ یہ کیا ہے۔ آنکھوں میں چمک کہاں سے آ گئی' خیال میں رعنائی کہاں سے آ گئی' چہرہ کہاں سے خوشگوار ہو گیا ____ تو یہ بات کہ لقمے میں کرشمے کہاں سے آ گئے' بیج میں رعنائیاں کہاں سے آ گئیں' ان باتوں پہ غور کیا کرو ____ مچھلی پیدا ہوتے ہی تیرنے کیسے لگ گئی ہے' اس کو کس نے ٹریننگ دی' کون تیراتا ہے ____ یہ خود ہی تیرتی ہے۔ پرندہ اُڑتا ہے۔ وہ ہوا میں اُڑنے لگ گیا' نہ کوئی ٹریننگ نہ کوئی پیراشوٹ۔ وہ تو پرندہ ہے۔ اس کا نام ہی پرندہ ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ پرندے کا بچہ پرندہ ہی ہوگا' مچھلی کا بچہ مچھلی ہوگا۔ انسان کا بیٹا انسان ہی ہوگا۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہوگا جس نے یہ کہا ہو کہ میں نے تھوڑی Amendment کی ہے' ایک آنکھ آگے' ایک پیچھے ہونی چاہیے ____ یہ Amendment نہیں ہوگی۔ وہ جوں کا توں' ویسے کا ویسے ہوگا۔ اس پہ غور کیا کرو' ہر انسان دوسرے انسان جیسا ہے۔ اس کی آنکھ میں بھی آنسو اور اس کی آنکھ میں بھی آنسو' وہ بھی کھاتا تھا' یہ بھی کھاتا ہے' وہ بھی دیکھتا تھا' یہ بھی دیکھتا ہے' اس کے ناک بھی تھا اور کان بھی تھے۔ ہر انسان ہر دوسرے انسان کے برابر ہے اور کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے برابر نہیں ہے' کوئی چہرہ اس کائنات میں کبھی Repeat نہیں ہوا۔ ذرا ایک منٹ لگا کے یہ سوچ لو۔ نہ آپ کسی کے برابر ہیں اور نہ کوئی آپ کے برابر ہے۔ تو یہ راز ہے۔ تو یہ ایک منٹ کا جو تفکر ہے یہ عبادت سے بہتر ہے۔ اس لیے ان باتوں پہ غور کیا کرو کہ یہ سب کیا ہے' یہ جلوے اس کے ہیں' یہ کہاں سے ہیں' وہ کیسے کیسے جلوہ کرتا ہے۔

اے خالقِ کونین تیرے کام عجب ہیں
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

کہتا ہے میں مالک ہوں، میں رزق کا مالک ہوں، رزق عطا کرتا ہوں۔ انسان کہتا ہے کہ مان لیا کہ تو رزق دیتا ہے۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ مجھے قرضہ دو، قرضِ حسنہ۔ یوں کبھی وہ مانگنے لگ جاتا ہے اور اڑھائی فی صد لے لیتا ہے۔ بندہ کہتا ہے کہ آپ نے کیا کرنا ہے، آپ ہی نے تو سب کچھ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے یہ بات تمہیں سمجھ نہیں آئے گی، بس اڑھائی فی صد دے دو۔ تو وہ دیتا ہے اور پھر مانگتا ہے۔ ہے وہ مالک۔ اور وہ مجبور بھی نہیں کرتا حالانکہ طاقت رکھتا ہے۔ طاقت کی موجودگی میں مجبور نہ کرنا یہ اللہ کا ہی کام ہے۔ اللہ ہو کر انسانوں کو باغی ہونے دینا، یہ اس کا کام ہے۔ اگر آپ کا نوکر کہنا نہ مانے تو دوسرے دن ہی اسے نوکری سے برخواست کر دیں گے۔ تو آپ کے گھر میں جو آپ کا کہنا نہ مانے آپ اس کو اس کے گھر پہنچا دیں گے۔ آپ بندہ ہو کر خدا کا کہا نہیں مانتے لیکن وہ کہتا ہے کہ کھانا تو کھاتے جاؤ تو وہ اسے مال دیتا رہتا ہے۔ اس پہ غور کیا کرو۔ یہ کائنات غور کے لیے ہے، فکر کے لیے ہے، دن کو غور کرو تو اور چیز سمجھ آئے گی، رات کو غور کرو تو اور چیز سمجھ آئے گی، غور کا مقام ہے دو بجے سے لے کر چار بجے تک، صبح صادق سے پہلے بلکہ صبح کاذب سے بھی پہلے۔ غور کرنے کا مقام تب ہے جب پوری کائنات آپ کے ساتھ تنہائی میں ہوتی ہے۔

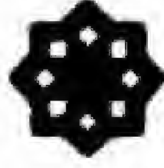
اس وقت یا تو رات ہے یا حق کی ذات ہے

صاحبانِ غور کا وہ وقت ہے۔ باقی جو صاحبانِ معاش ہیں وہ دن کے

وقت اُٹھتے ہیں' دوکان' گاہک' اللہ سب کا مالک ہے' دیکھا جائے گا۔ اللہ نے کہا ہے کہ دن تلاش معاش کے لیے ہے اور رات پردہ ہے۔ پردے کے ٹائم میں غور کیا کرو۔ غور کا لمحہ بڑا قیمتی ہوتا ہے ____

آخر میں سب کے لیے دعا ہے ____

امین برحمتک یا ارحم الرّحمین



[ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین]

توبہ

- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

واصف علی واصفؒ

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے' فریاد ہے' مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے' جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

خاموشی

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشم بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر' خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

واصف علی واصفؒ

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

علم

- اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔
- ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔
- علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔
- کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا' تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔
- ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔
- ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔
- علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔
- لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔
- آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاشِ روزگار کے لیے ہے اور تقربِ پروردگار کے لیے نہیں۔
- وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجابِ اکبر ہے۔
- زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔
- علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو' کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

واصف علی واصفؒ

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

****

تصانیف ______ حضرت واصف علی واصفؒ

****

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a drop	(Essays)
8	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	دریچے	(نثر پارے)
14	گفتگو۔1	(سوال جواب)
15	گفتگو۔2	(سوال جواب)
16	گفتگو۔3	(سوال جواب)

کاشف پبلی کیشنز
301-A، جوہر ٹاؤن-لاہور
http://www.wasifaliwasif.org



مصنف